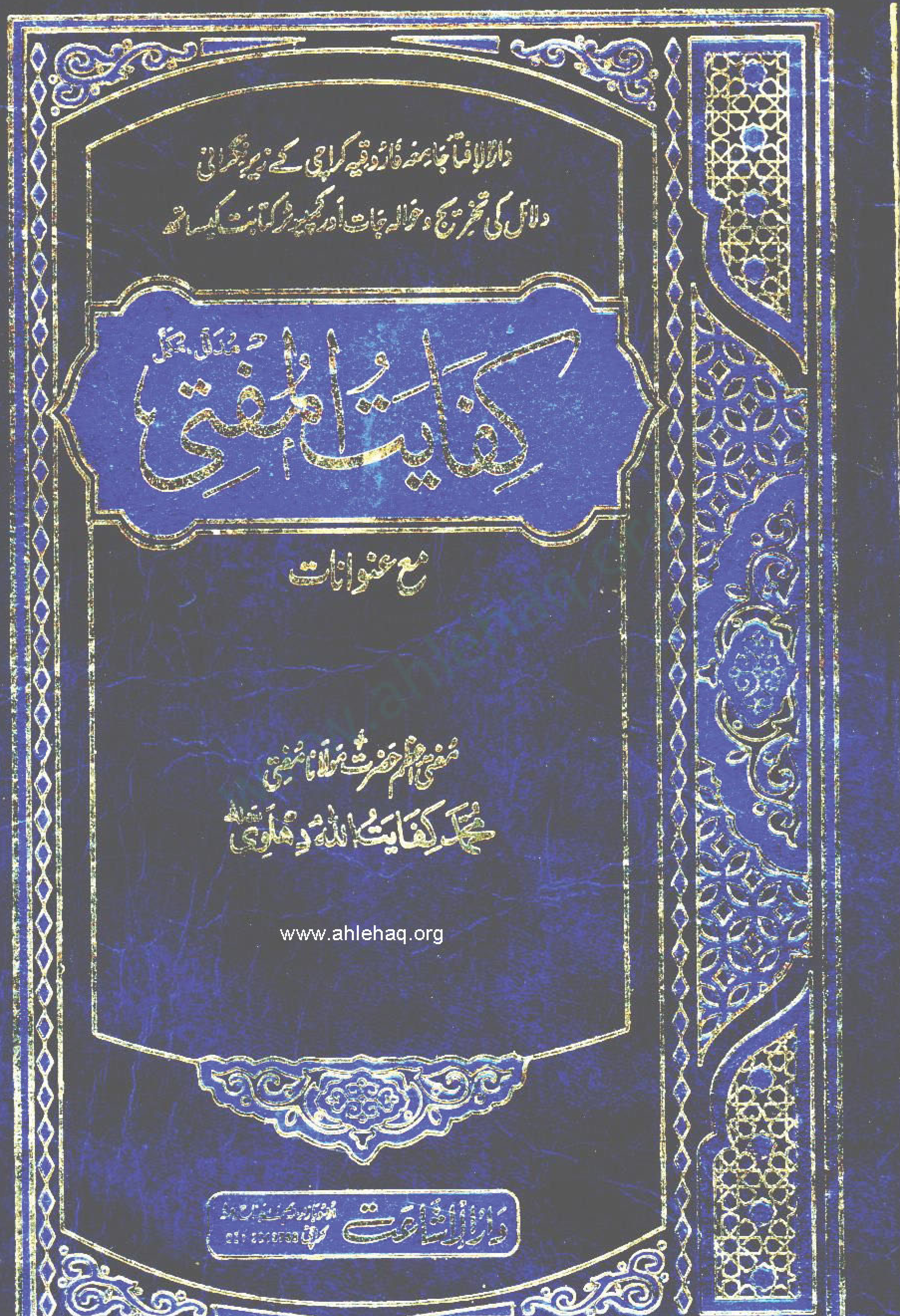

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج، حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

مدلل، مکمل

کفایت المفتی

مع عنوانات

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی 021 2213768

دارالافتا جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مُدلّل، مُکمّل

کِفَایَتُ المُفتی

مُفتیِ اعظم حضرت مولانا مُفتی
مُحمّد کِفایتُ اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلد چہارم

کِتابُ الجنائز، کِتابُ الصّوم
کِتابُ الزکاۃ والصّدقات
کتاب الحجّ والزّیارۃ

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

اس جدید تخریج وترتیب وعنوانات اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے جملہ حقوق
باقاعدہ معاہدہ کے تحت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔
ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

ملنے کے پتے.........

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمد اللہ العلی العظیم ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد چہارم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد چہارم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:

رجسٹروں سے ۲۲۹ الجمعیۃ سے ۶۵ متفرق ۱۳۴ کل ۴۲۸

کفایت المفتی جلد اوّل سے جلد چہارم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد دو ہزار چار (۲۰۰۴) ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد پنجم آئے گی جو کتاب النکاح سے شروع ہوتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین

احقر حفیظ الرحمان واصف

فہرست عنوانات

کتاب الجنائز

پہلا باب

توبہ دم واپسیں

جان کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے مگر ایمان قبول نہیں ۲۷

دوسرا باب

تجہیز و تکفین میت

فصل اول تجہیز و تکفین

میت کی قمیص کو سیا جائے یا نہیں؟ ۳۰
میت کو غسل دینے سے جسم پھٹنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے ...... 〃
مردوں کو غسل دینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ...... 〃
شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا ۳۱
غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں ...... 〃
عالم کی میت کو بھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے ۳۲
زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے ۳۳
ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں ۳۵
فاسق کی نماز جنازہ میں نیک لوگ شریک نہ ہوں تو جائز ہے ...... 〃
میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہیئے ...... 〃
(۱) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دینا چاہیئے ۳۶
(۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ پہنانا درست نہیں ...... 〃

فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

عذر کے بغیر قبرستان کو شہر سے دور بنانا درست نہیں ...... 〃
(۱) جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ ۳۸
(۲) عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے ...... 〃
(۳) جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جا سکتے ہیں ...... 〃
جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں ۴۲
جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے ۴۳

عنوان صفحہ

فصل سوم - اخراجات تجہیز و تکفین

بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے ۴۴
شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں ..... 〃
عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمے ہے ۴۵

فصل چہارم - قبر و دفن

ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکڑی کے تختے لگانا جائز ہے ..... 〃
قبر پختہ کئے بغیر ارد گرد پتھر لگانا جائز ہے ۴۶
اہل میت کو جنازہ کے بعد "اذن عام" کہنے کی ضرورت نہیں ..... 〃
ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر قبر میں ڈالنا جائز نہیں ۴۷
قبرستان کی خشک گھاس کا جلانا جائز نہیں ..... 〃
قبر میں داہنی کروٹ لٹانا سنت ہے ۴۸
میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ ..... 〃
غیر کی زمین میں دفن کیا ہو ..... 〃
(۱) ضرورت کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے ۴۹
(۲) قبر کے ارد گرد چار دیواری جائز نہیں ..... 〃
(۳) زندگی ہی میں اپنے لئے قبر تیار کرانا جائز ہے ..... 〃
دفن کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا بدعت ہے ..... 〃
عاشورہ کے دن خصوصیت سے قبر پر مٹی ڈالنا صحیح نہیں ۵۰
قبرستان میں چند قبریں تیار رکھنا جائز ہے ..... 〃
کچی قبر کے ارد گرد پختہ بنانا جائز ہے ..... 〃
(۱) قبر کا پختہ بنانا چار دیواری بنانا اور کتبہ لگانا ..... 〃
(۲) مردے نہیں سنتے ..... 〃
"ادفنوا موتاکم" الحدیث کی تخریج اور اس کا مطلب ۵۱
غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن میں رکھنا ..... 〃
دفن کے بعد ہاتھ دھونا جائز ہے ۵۲
موت کے وقت اور قبر میں میت کو قبلہ رو لٹانا سنت ہے ..... 〃
پیرومرشد کا شجرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں ۵۵
مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا ۵۶

عنوان	صفحہ
حضور اکرم ﷺ اور بزرگوں کی قبور کا پختہ ہونے پر اشکال	۵۶
حدیث کی تحقیق	۵۷
(۱) قبر پر مٹی ڈالتے وقت کی مستحب دعا	۵۸
(۲) جنازہ کو دس دس قدم اٹھانا مستحب ہے واجب نہیں	//
(۳) دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرۃ کا آخری رکوع اور	//
پائنتی کی طرف آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے	//
(۱) قبر کے ارد گرد پکا کرنا مباح ہے	۵۹
(۲) قبرستان میں تکیہ پر قرآن رکھ کر تلاوت کرنا جائز ہے	//
(۳) بزرگ کی قبر کے پاس چبوترہ بنانے کے لئے دوسری قبروں کو ختم کرنا جائز نہیں	//
میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا	//
کفن، دفن اور فاتحہ خوانی کے متعلق چند سوالات	۶۰
عذر کے بغیر میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا جائز نہیں	۶۱
(۱) میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا	۶۲
(۲) جنازے کے بعد میت کا منہ دکھانا	//
(۳) عورتوں کو اجنبی مرد کی میت دیکھنا جائز نہیں	//
میت کو جلانا جائز نہیں	۶۳
قبر میں میت کا منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے	//
اجرت لیکر کفار کی پختہ قبریں اور مندر بنانا	//
دفن کے متعلق دو غلط رسمیں	۶۴
کفن دفن کے متعلق چند سوالات	//

فصل پنجم - رسوم مروجہ بعد الدفن

عنوان	صفحہ
قبر پر اذان بدعت ہے	۶۵
قبر پر اذان بدعت ہے	۶۶
قبر پر اذان بدعت ہے	۶۷
دفن کے بعد کی چند رسومات	//
دفن کے بعد قبر پر اذان بدعت ہے	۶۸
میت کے ساتھ غلہ قبرستان لے جانا اچھا نہیں	//

عنوان	صفحہ
فصل ششم۔ تلقین وطلب مغفرت	
حدیث اذا ...... فقولوا خیراً سے میت کے لئے اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں	۶۹
حدیث استعیذوا باللہ سے میت کے لئے دفن	۷۰
سے پہلے اور اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں	〃
میت کے لئے اجتماعی دعا ثابت نہیں بلا قصد اجتماعی صورت بن جائے تو مضائقہ نہیں	۷۱
موت کے بعد تلقین کو بدعت کہنا درست نہیں	۷۲
(۱) دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے	۷۳
دفن کے بعد فاتحہ خوانی کی چند رسوم	۷۴
دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے	۷۶
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں	۷۹
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں	۸۰
فصل ہفتم بناء علی القبور	
بزرگوں کی قبروں پر بھی قبے بنانا جائز نہیں	〃
بناء القبب علی القبور	
اقوال حنفیہ	
قبر پر قبے بنانا جائز نہیں	〃
قبروں کو پختہ بنانا اونچی بنانا ان پر قبے تعمیر کرنا اور ان کا طواف کرنا جائز نہیں	۸۲
تیسرا باب	
نماز جنازہ	
بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	۸۳
نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا	۸۷
کئی میتوں کی ایک ساتھ نماز جائز ہے	〃
بت خانہ میں جاکر مذہبی رسوم ادا کرنا کفر ہے اس کی جنازہ نہ پڑھی جائے	〃
(۱) چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ نماز اولیٰ ہے	۸۸
(۲) فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	〃
(۳) حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	〃
(۱) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	۸۹

عنوان	صفحہ
(۲) نماز پڑھنے کے لئے عورت کے جنازے پر پردہ ثابت نہیں	۸۹
(۱) جنازہ کی دعا میں فلاں ابن فلاں کی جگہ میت کا نام لینا	۹۰
(۲) نماز جنازہ میں جہر نہیں	〃
(۳) جہر سے پڑھنے والے کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے	〃
جنازہ کی دعا میں میت کا نام لینے پر اشکال	〃
نماز جنازہ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد پڑھنا جائز ہے	۹۱
نماز جنازہ کی وصیت باطل ہے' اگر دوسرے نے نماز	〃
پڑھائی تو مذکورہ شخص دوبارہ جنازہ نہیں پڑھا سکتا	〃
ایک مسئلے پر تنقیح	۹۲
ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	〃
مسلمان و کافر کے تعلقات سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم	۹۳
مسلمان کے زیر پرورش کافر بچے کی نماز جنازہ جائز نہیں	〃
ولی اگر عالم ہو تو امام محلّہ سے مقدم ہے	۹۴
(۱) اگر جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں	〃
(۲) میت سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا	〃
مسلم و کافرہ سے پیدا شدہ بچے کے اسلام کے بارے میں تحقیق	۹۵
علی الاعلان گناہ کرنے والی کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں	۹۷
جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے	〃
بائیس درجے قبلہ سے انحراف ہو تو نماز درست ہے مگر بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے	۹۸
جنازے میں لوگ زیادہ ہوں تو مغفرت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے' یقین نہیں	〃
شوہر بیوی کا ولی نہیں	۹۹
ولی کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا جنازہ پڑھائے تو ولی اعادہ کر سکتا ہے	〃
نماز روزہ اور دین سے بے خبر آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	۱۰۰
عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں	〃
نماز جنازہ میں رفع یدین سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی	〃
ہر مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے' چاہے وہ قاتل ہو	۱۰۱
دو جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا اور ایک مردہ تو	〃
جنازہ صرف زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی	〃
(۱) ہجڑے کی نماز جنازہ میں مقتدا لوگ شریک نہ ہوں	۱۰۲

عنوان	صفحہ
(۲) پیدائشی ہجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	۱۰۲
مسجد میں جنازے کے متعلق چند سوالات	〃
مسجد کے اندر نماز جنازہ	۱۰۳
میت کا اکثر حصہ غائب ہو یا میت ہی نہ ہو تو جنازہ جائز نہیں	۱۰۴
مسجد میں نماز جنازہ کی تحقیق	۱۰۵
استفتاء دیگر	۱۰۷
پوری بستی میں اگر کوئی جنازہ نہ جانتا ہو تو نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی	۱۰۸
صرف اخبار میں یہ بات "میں آغاخانی ہوں" شائع ہونے سے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے' ایسے شخص کی جنازہ پڑھی جائے	۱۰۸
چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے	۱۰۹
جنازہ کے بعد دعا نہیں	〃
جنازہ میں شریک نہ ہونے والے شخص کے گھر کا کھانا' کھانا جائز ہے	〃
ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	۱۱۰
مسجد میں نماز جنازہ کی تفصیل	۱۱۱
اگر کافر کا بچہ مسلمان کی تحویل میں ہو تو بچے کی جنازہ کا حکم	〃
جنازے کے بعد اجتماعی دعا سلف سے ثابت نہیں	۱۱۲
نماز جنازہ میں سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے	〃
مسجد کے بجائے سڑک پر جنازہ پڑھنا بہتر ہے	〃
عصر کے بعد غروب سے پہلے جنازہ جائز ہے	۱۱۳
کسی حدیث میں حضور ﷺ نے جنازے میں فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا	〃
جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں	۱۱۴
امام مسجد پر چالیس قدم تک میت کی چارپائی اٹھانا ضروری نہیں	〃
نماز جنازہ میں بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے	〃
عید گاہ میں نماز جنازہ جائز ہے	۱۱۵
نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں	〃
میت اور کچھ نمازی مسجد کے اندر ہوں اور کچھ باہر تو جنازے کا حکم	۱۱۶
ظاہری علامات نہ ہوں تو لڑکا و لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا	〃
ولد الزنا کا جنازہ بھی ضروری ہے' البتہ اس کی والدہ کے	〃
جنازے میں نیک و صالح لوگ شریک نہ ہوں	〃

عنوان	صفحہ
شوہر اور باپ میں سے جنازے کا حق باپ کا ہے	۱۱۷
نماز جنازہ چھوٹنے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے، اگرچہ پانی موجود ہو	〃
غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے پھر جنازے کی	۱۱۸
غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	〃
فاحشہ کے مال سے جنازہ گاہ تعمیر کرنا	〃
میت کو چارپائی پر رکھ کر جنازہ پڑھنا جائز ہے	۱۱۹
(۱) زانیہ کا جنازہ بھی ضروری ہے، مگر نیک اور شریف لوگ شریک نہ ہوں	〃
(۲) فرائض اسلام کا اعتقاد نہ رکھنا کفر ہے، ایسے شخص کی جنازہ نہ پڑھی جائے	〃
شیعہ کی اقتداء میں سنی کی نماز جنازہ جائز نہیں	۱۲۰
نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی مسجد میں جنازہ بلا کراہت درست ہے	〃

چوتھا باب

رسوم مروجہ بخانہ میت

فصل اول غمی کی دعوتیں دسواں، چالیسواں وغیرہ

عنوان	صفحہ
اہل میت کی طرف سے تیسرے دن کھانا دینا بدعت ہے	۱۲۱
اہل میت کی طرف سے دفن کرنے والوں کو اسی دن کھانا کھلانا بدعت ہے	〃
ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے خیرات کرنا جائز نہیں	۱۲۲
میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا جائز ہے	〃
ایصال ثواب کا کھانا غنی لوگ کھا سکتے ہیں	〃
(۱) تعزیت کے بعد لوگ اپنے گھر چلے جائیں میت کے گھر کھانا درست نہیں	۱۲۳
(۲) میت کے گھر صرف دو وقت کا کھانا بھیجنا مستحب ہے	〃
(۳) اہل میت کو صبر کی تلقین کرنا درست ہے	〃

فصل دوم۔ ایصال ثواب

عنوان	صفحہ
میت کو اٹھاتے وقت اور جنازے کے بعد انفرادی دعا کر سکتے ہیں، اجتماعی دعا بدعت ہے	۱۲۴
میت کو بدنی اور مالی عبادات دونوں کا ثواب ملتا ہے	۱۲۵
جنازہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے	〃
ایصال ثواب مستحب ہے، لیکن اس کی مروجہ صورتیں اکثر بدعت ہیں	۱۲۶
کھانا سامنے رکھ کر درود شریف و سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بدعت ہے	۱۲۷
ایصال ثواب کا کھانا مالداروں کو کھلانا مکروہ ہے	۱۳۰

عنوان	صفحہ
نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے	۱۳۰
اجرت اور دن کی تخصیص کے بغیر میت کے لئے قرآن خوانی جائز ہے	۱۳۱
ایصال ثواب کا کھانا برادری کے مالدار لوگوں کے لئے مکروہ ہے	//
تیجہ، دسواں، چالیسواں، سب غیر شرعی رسمیں ہیں	//
مروجہ فاتحہ بدعت ہے	۱۳۲
حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ خرافات و مکروہات کا مجموعہ ہے	۱۳۳
فاتحہ کا صحیح طریقہ	//
حیلہ اسقاط کی ایک غیر شرعی صورت	۱۳۴
رسم قل، دسواں، چالیسواں اور شرینی پر فاتحہ پڑھنا سب بدعت ہے	//
فاتحہ دینے کی حدیث موضوع ہے	//
پوری امت کے نام ایصال ثواب کرنے سے ثواب کیسے ملتا ہے تقسیم ہو کر یا پورا پورا؟	۱۳۵
ایصال ثواب کے لئے معاوضہ دیکر قرآن پڑھانا جائز نہیں	//
تیجہ، دسواں، چہلم، بدعت ہیں	۱۳۶
کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا خوشبو سلگانا اور روشنی کرنا بدعت ہے	//
ایصال ثواب کے متعلق چند سوالات	۱۳۷
ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کے لئے تاریخ یا دن مقرر کرنا درست نہیں	۱۳۸
ایصال ثواب صدقہ و قرآن خوانی کے ساتھ خاص نہیں	//
دعا و استغفار کے ساتھ بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے	//
کسی عمل کا ثواب دوسرے کو بخشنے سے اس شخص کو ثواب پہنچتا ہے	۱۳۹
ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں	//
ایصال ثواب مردوں اور زندوں دونوں کو جائز ہے	۱۴۰
ایصال ثواب میں تمام مسلمانوں کو شامل کرنا افضل ہے	//
میت کے گھر صرف تعزیت کے لئے جانا چاہئے	۱۴۱
ایصال ثواب کا طریقہ	//
تجہیز و تکفین، ایصال ثواب اور حیلہ اسقاط کے متعلق چند رسموں کی تحقیق	//

(۱۷۵) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات
مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

عنوان	صفحہ
رسم نمبر ۱	۱۴۷
رسم نمبر ۲	۱۴۸
رسم نمبر ۳	۱۵۰
رسم نمبر ۴	۱۵۳
رسم نمبر ۵	۱۵۴
حکم شرعی	//
رسم نمبر ۶	۱۵۸
رسم نمبر ۷	۱۶۱
فاتحہ خوانی کے متعلق چند رسموں کی تحقیق	۱۶۲

(۱۷۶) استفتاء

عنوان	صفحہ
ایک شبہ اور اس کا جواب	//
نابالغ وارث کے مال سے خیرات کرنا جائز نہیں	۱۷۶
کافر کے لئے دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں	۱۷۷

پانچواں باب
فدیہ صوم وصلوٰۃ و حیلہ اسقاط

عنوان	صفحہ
نماز اور روزہ کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے؟	//
ہر نماز و روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے 'اگر کل تعداد معلوم نہ ہو تو اندازے سے ادا کرے	۱۷۸
مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں	//
مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں	۱۸۰
حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ 'مگر آج کل ترک بھی ضروری ہے	//
فدیہ میں غلہ یا اس کی قیمت دینا اور کھانا کھلانا بھی جائز ہے مگر مالداروں کو دینا جائز نہیں	۱۸۱
قضاء شدہ نمازوں اور روزہ کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے	۱۸۲
میت کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟	۱۸۳
میت فدیہ کی وصیت نہ کرے تو بھی وارث اپنی طرف سے دے	//
سکتا ہے 'فدیہ کا حکم وہی ہے جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے	//
مروجہ حیلہ اسقاط کا چھوڑنا واجب ہے	۱۸۴
حیلہ اسقاط	//
حیلہ اسقاط مباح ہے مگر آج کل کے مروجہ حیلہ اسقاط کا ترک واجب ہے	۱۸۵

عنوان	صفحہ
مروجہ اسقاط کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں	۱۸۵
اسقاط کی مذکورہ صورت مہمل اور بیکار ہے	۱۸۷
حیلہ اسقاط	//

چھٹا باب

زیارت قبور اور عرس وغیرہ

زیارت قبور قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟	۱۸۸
اعراس اولیاء اللہ کی شرکت کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں؟	//
قبرستان میں مختلف رسومات	۱۸۹
کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت جانا اور وہاں کھانا **کھانا**	۱۹۱
کسی بزرگ **کی قبر** کیلئے سفر کا حکم	//
اولیاء اللہ کے قبور کیلئے جانا اور وہاں شرینی وغیرہ لے جانا	//
السلام علیکم یا اھل القبور الخ میں یا حرف ندا ہے۔ اس کو مُردوں کیلئے استعمال کرنا کیسا ہے؟	۱۹۲
کسی بزرگ کی قبر کو تعظیماً بوسہ دینا اور وقتاً فوقتاً جاکر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے	//
پردہ نشین عورت کیلئے رات کو برقع پہن کر اپنے کسی	
محرم کے ساتھ زیارت قبور کیلئے جانا مباح ہے	۱۹۴
قبروں پر پھول چڑھانا	//
کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	//
ساتواں باب شہید کے احکام	۱۹۷
آٹھواں باب پوسٹ مارٹم	۲۰۰
نواں باب شرکت جنازہ کفار	۲۰۱
دسواں باب متفرقات	۲۰۳

کتاب الصوم

پہلا باب

رویت ہلال رمضان وعیدین

عید الفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے	۲۰۹
صرف تار کی خبر پر عید کرنا اور روزہ افطار کر لینا درست نہیں	//
ثبوت رویت ہلال عید کے واسطے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے	//
مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے	۲۱۰

عنوان	صفحہ
مطلع صاف نہ ہو تو ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے	۲۱۱
تیسویں تاریخ کو زوال کے بعد چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے	۲۱۲
بادل کی صورت میں افطار کے لئے دو آدمیوں کی گواہی معتبر ہے	۲۱۳
(۱) امارت شرعیہ پھلواری شریف کے اشتہار کی خبر سے عید کرنا	۲۱۴
(۲) امارت شرعیہ کا عید کی اطلاع کے لئے ایک آدمی کا بھیجنا کافی ہے	〃
(۱) ٹیلی فون کی خبر پر چاند کے ثبوت کا حکم دینا	۲۱۵
(۲) ٹیلی فون پر حلفیہ بیان لیکر بھی عید کا حکم دینا جائز نہیں	〃
(۳) ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟	〃
(۱) معتبر داڑھی منڈھے اور دھوتی باندھنے والے کی گواہی	۲۱۶
(۲) شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں مفتی یا امام مسجد چاند کی گواہی لے تو	〃
بھی شہادت کی شرائط کی رعایت ضروری ہے	〃
(۳) مختلف خطوط سے اگر چاند کا یقین ہو جائے	〃
ٹیلی فون کی خبر شہادت کے باب میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس میں تصویر بھی نظر آئے	۲۱۷
ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟	۲۱۹
احناف کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں	〃
تمیں رمضان کو غروب سے کچھ دیر قبل چاند دیکھا تو وہ آئندہ شب کا ہوگا	〃
ایک مقام پر اگر چاند نظر آجائے تو دوسرے مقام والوں کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے	۲۲۰
(۱) حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں	〃
(۲) خط، ٹیلی فون اور تار وغیرہ سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟	〃
(۳) مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کرنا جائز ہے	〃
(۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر سے عید کرنا جائز نہیں	۲۲۲
(۲) مطلع صاف ہو تو بھی دو عادل گواہوں کی گواہی معتبر ہے	〃
(۳) مطلع صاف ہو تو عید کے چاند کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟	〃
(۴) رمضان کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی بھی معتبر ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو	〃
رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا	۲۲۳
اختلاف مطالع واقع ہے مگر شریعت میں اس کا اعتبار نہیں	〃
دوسرے شہر میں چاند کا نظر آنا جب تک شرعی شہادت	
سے ثابت نہ ہو مقامی رؤیت ہی کا اعتبار ہوگا	۲۲۵
شرعی شہادت سے ہی روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہیئے عام خبر کا اعتبار نہیں	〃

عنوان	صفحہ
عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں	۲۲۶
ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جاتی ہو	۲۲۷
مختلف فیہ مسئلے میں بادشاہ کا حکم نافذ ہوگا (چند متفرق مسائل)	؍؍
رمضان اور عیدین کی چاند کے لئے شرائط	۲۲۸

ایک فقہی لطیفہ

۲۲۹

استفتاء

ٹیلی گراف، خط کی خبر اور خبر مستفیض کی تحقیق

(منقول از رسالہ البیان الکافی مرتبہ مولانا حکیم ابراہیم راندیری)

دوسرا باب

قضاو کفارہ

عنوان	صفحہ
بلا عذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق اور منکر کافر ہے	۲۴۰
کفارہ کے روزے اگر چاند کے حساب سے رکھے؟	-
تو دو ماہ ضروری ہے اگرچہ ساٹھ سے کم ہو!	۲۴۱
(۱) قضاء روزوں کی اس طرح نیت "میرے ذمے جتنے قضاء روزے ہیں	؍؍
ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں" صحیح ہے	؍؍
(۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے پونے	؍؍
دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے	؍؍
انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا بعد میں چاند ہونے کی تحقیق ہو جائے تو قضاء ضروری ہے	۲۴۲
بوس و کنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں	؍؍
(۱) قے ہوئی تو اس خیال سے کہ اب روزہ نہ رہا پانی پی لیا تو صرف قضا ضروری ہے	؍؍
(۲) پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے	۲۴۳

تیسرا باب

اعتکاف

عنوان	صفحہ
معتکف کا ٹھنڈک کے لئے غسل کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں	؍؍
(۱) معتبر شہادت سے معلوم ہو جائے کہ انتیس کو چاند ہو گیا تھا تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں ..	۲۴۴
(۲) معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا	؍؍
(۳) معتکف کو سگریٹ یا حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں	؍؍
(۴) معتکف اگر مریض دیکھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا	؍؍

عنوان	صفحہ
(۵) اعتکاف کے دوران تلاوت، نماز اور درود شریف بہترین اشغال ہیں	۲۴۴
شب قدر مقامی روزوں کے حساب سے سمجھی جائے	۲۴۵
(۱) معتکف غسل کے لئے مسجد سے باہر جائے، تو پانی وغیرہ بھی لا سکتا ہے	۲۴۶
(۲) مسجد میں غسل خانہ نہ ہو تو قریب تالاب میں غسل کے لئے جا سکتا ہے	//
(۳) مدرسے کے طلباء ضرورت کے وقت کھانا پکانے کے لئے مطبخ جا سکتا ہے	//

چوتھا باب

افطار و سحری

عنوان	صفحہ
غیر مسلم کی بھیجی ہوئی افطاری سے افطار کرنا جائز ہے	۲۴۷
نقارے کی آواز سن کر افطار کرنا جائز ہے	//
جماع کے ذریعے افطار کرنا	۲۴۸
سحری و افطاری کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا اور نقارہ بجانا جائز ہے	//
غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو چار منٹ تاخیر کی گنجائش ہے	//
افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر افضل ہے	۲۴۹
ہندو کے مال سے افطار جائز ہے	//
حالت جنابت میں سحری کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر اس سے روزے میں کچھ خلل نہیں آتا	//
صرف وضو کرنا اور نماز نہ پڑھنا، اور صرف سحری کھانا اور روزہ نہ رکھنا	۲۵۰
افطار کا وقت ہوتے ہی افطار کرنا افضل ہے	//

پانچواں باب

نفلی روزہ

عنوان	صفحہ
مسافر و مریض کا رمضان میں غیر رمضان کا روزہ رکھنا	۲۵۱
دس ذوالحجہ کو روزہ رکھنا	//
عاشورہ کے دن کوئی خاص نماز مشروع نہیں البتہ روزہ مستحب ہے	//

چھٹا باب

سفر اور دیگر عذر

عنوان	صفحہ
(۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں	۲۵۲
(۲) عذر کی وجہ سے روزے رہ گئے تو قضاء کرنے پر پورا ثواب ملے گا	//

ساتواں باب

مفسدات و غیر مفسدات روزہ

عنوان	صفحہ
انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	۲۵۳
پیشاب وپاخانہ کی جگہ دوائی ڈالنا اور انجکشن لگوانا	″
روزے میں عود لوبان اور اگربتی سلگانا	″
انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۵۴
انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا	″

کتاب الزکوٰۃ والصدقات

پہلا باب

کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے؟

عنوان	صفحہ
مال تجارت میں نفع شامل کرکے زکوٰۃ ادا کی جائے	۲۵۵
زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں	″
سونا، چاندی کے زیور میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں	″
سود کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں	۲۵۶
تنخواہ جو بچتی نہ ہو اور مکان پر زکوٰۃ نہیں	۲۵۷
شیئرز پر زکوٰۃ	″
زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں	″
اولاد کی شادی کے اخراجات مانع زکوٰۃ نہیں	۲۵۸
واجب الزکوٰۃ چیز پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے	″
(۱) بیمہ کمپنی میں جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں	۲۵۹
(۲) پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ کرے زکوٰۃ نہیں	″
(۳) شیئرز پر زکوٰۃ	″
(۴) ڈاکخانہ کے کیش سر پر زکوٰۃ	″
(۵) نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں، ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا	″
(۶) حساب زکوٰۃ کے لئے مہر کی رقم کا اعتبار	″
بیوی کے زیور کا مالک کون اور زکوٰۃ کس پر؟	۲۶۰
ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے	۲۶۱
امانت پر زکوٰۃ	″
کسی کے قرض لینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی	۲۶۲
شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی	″

عنوان	صفحہ
رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوٰۃ میں شمار نہیں	۲۶۲
(۱) رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوٰۃ نہیں	۲۶۳
(۲) ادھار فروخت کئے ہوئے مال پر زکوٰۃ	//
(۳) زکوٰۃ مکان کی قیمت پر نہیں آمدنی پر ہے	//
(۴) گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوٰۃ نہیں	//
(۵) تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ	//
(۶) تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوٰۃ نہیں	//
امدادی فنڈ پر زکوٰۃ	۲۶۵
سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے	//
سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے	//
زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے	۲۶۶
زکوٰۃ، قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں	//
کمپنی کے شیئرز پر زکوٰۃ	۲۶۷
نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں	//

دوسرا باب
نصاب زکوٰۃ

عنوان	صفحہ
سونے اور چاندی کے نصاب کی تحقیق	//
قرض اگر مال تجارت سے زائد ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں	۲۶۸
زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے	۲۶۹
(۱) سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی	//
(۲) چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی	//
صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں	۲۷۰

تیسرا باب
مصارف زکوٰۃ

عنوان	صفحہ
مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل و عیال پر خرچ کرنا	۲۷۱
سید کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی	//
(۱) غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینا	//
(۲) بعض علماء کے قول پر عمل کر کے سید کو زکوٰۃ دینا	//

عنوان	صفحہ
(۱) افطاری و شبینہ میں زکوٰۃ دینا	۲۷۳
(۲) زکوٰۃ کے مال سے مسافروں اور طلباء کو کھانا کھلانا درست ہے	″
(۳) زکوٰۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا	″
(۴) زکوٰۃ سے کسی محتاج کا علاج کرانا	۲۷۴
سید کا زکوٰۃ مانگنا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	″
مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکوٰۃ سے خارج کرنے پر حنفیہ پر اشکال کا جواب	۲۷۵
جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ جائز نہیں	″
(۱) مہتمم کا بچوں کو بطور تملیک دی گئی رقم لیکر تعمیر پر خرچ کرنا	۲۷۶
(۲) مہتمم کا کئی مدّات کی رقوم کو ملا کر رکھنا	″
ضرورت مند سید، فوج اور رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا	۲۷۸
سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرنا سال گزرنے سے پہلے دینا	″
ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جس سے غریب اور امیر دونوں قسم کے طلباء فائدہ حاصل کرتے ہوں	۲۷۹
غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	″
بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۲۸۰
زکوٰۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں	″
والدین اور اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	″
صاحب نصاب امام کا زکوٰۃ لینا	۲۸۱
زکوٰۃ دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا	″
مالک نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	″
صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے کی تعمیر جائز نہیں	۲۸۲
صاحب نصاب علماء کو زکوٰۃ لینا (چند متفرق مسائل)	″
زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ و یتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں	۲۸۴
پھوپھی، خالہ، چچا اور بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے	۲۸۵
مدرسے کے سفیر کو زکوٰۃ کی رقم سفر میں خرچ کرنا	″
مدرسہ کے سفیر کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دینا	۲۸۶
زکوٰۃ کے متعلق چند مسائل	۲۸۷
(۱) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۲۸۹
(۲) تملیک کر کے زکوٰۃ کو مدرسے کے دوسرے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں	″
(۳) امین یا وکیل، زکوٰۃ کو اپنے خرچ میں لائے تو ادائیگی کی صورت	″

عنوان	صفحہ
مالدار شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۲۸۹
مہتمم، مدرس اور متولی مسجد کو زکوٰۃ دینا	۲۹۰
چند آیات کا مطلب	〃
مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	۲۹۱
(۱) بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے	〃
(۲) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	〃
(۳) مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	〃
(۴) ملکیت میں لانے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے	۲۹۲
نادار طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے	〃
زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں	۲۹۳
مصرف زکوٰۃ کے متعلق چند سوالات	〃
اصول و فروع، مالدار اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۲۹۴

چوتھا باب

ادائیگی زکوٰۃ

عنوان	صفحہ
زکوٰۃ سے قرضہ ادا کرنا	〃
سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہوگا	۲۹۵
نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی	۲۹۶
زکوٰۃ دینے والے کا وکیل اگر رقم ضائع کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی	۲۹۷
زکوٰۃ کو دوسرے کی ملکیت میں دینا ضروری ہے	〃
سال آنے سے پہلے زکوٰۃ نکالنا جائز ہے	۲۹۸
تجارت میں نفع پر سال گزرنا ضروری نہیں، اصل مال کے ساتھ	〃
اس کی بھی زکوٰۃ ضروری ہے	〃
زکوٰۃ کی رقم دوسری رقوم میں ملا کر پھر مصرف میں خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی	۲۹۹
مہری رقم پر زکوٰۃ!	〃
زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، مسجد، تالاب اور شفاخانہ بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی	〃
قرضہ معاف کر کے اسے زکوٰۃ میں شمار کرنا	۳۰۰
زکوٰۃ میں سرکاری ریٹ کا اعتبار ہوگا بلیک مارکیٹ کا نہیں	۳۰۱
زکوٰۃ میں سونا چاندی کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا	〃

عنوان .... صفحہ

فصل دوم۔ ادائیگی بسال قمری و شمسی

انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت ۳۰۲

فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا ۳۰۳
حیلہ کے ذریعے زکوٰۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا ۳۰۴
بذریعہ حیلہ زکوٰۃ سے کنواں، پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا .... ″
جن کاموں پر زکوٰۃ جائز نہ ہو وہاں حیلہ کر کے زکوٰۃ خرچ کرنا ۳۰۵
نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی .... ″

پانچواں باب

غیر مقبوضہ پر زکوٰۃ

فصل اول رہن کی زکوٰۃ

قرض پر زکوٰۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا ۳۰۶

فصل دوم۔ پرووڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ .... ″
پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوٰۃ ۳۰۷
پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں ۳۰۸
پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ ۳۰۹

چھٹا باب

صدقہ فطر وغیرہ

صاع کی تحقیق ۳۱۰
(۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو وہ ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کر سکتا ہے ۳۱۱
(۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا .... ″
صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا ۳۱۲
فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ .... ″
رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچے کا فطرہ بھی واجب ہے ۳۱۳
قربانی اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے .... ″
صدقہ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں .... ″

عنوان — صفحہ

خاوند پر بیوی کا اور والد پر بڑی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں ۳۱۴
باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے والی بالغ اولاد کا صدقہ فطر .... //
صدقہ فطر میں آٹا دینا جائز ہے ۳۱۵
غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا .... //

ساتواں باب

عشر و خراج

سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا ۳۱۶
(۱) بٹائی پر دی گئی زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہے .... //
(۲) جس غلہ کا ایک مرتبہ عشر ادا کیا ہو تو آئندہ اس پر عشر واجب نہیں .... //
(۳) جو جانور کھیتی کے کام آتے ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں .... //
جس زمین پر عشر واجب نہ ہو اگر اس سے عشر نکالا جائے تو ۳۱۷
سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا ۳۱۸
دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں .... //
عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ .... //
سابقہ دارالاسلام کی خراجی زمینوں پر عشر ۳۱۹

آٹھواں باب

صدقات نافلہ

غنی کو نفلی صدقہ دینا ۳۲۲

نواں باب

بیت المال اور قومی فنڈ

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتا ہے ۳۲۳
اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لئے ٹکٹوں کی شرط لگانا ۳۲۴
موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت .... //
ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو ۳۲۵

کتاب الحج والزیارة

پہلا باب

فرضیت حج

مسودہ قانون حج پر تفصیلی نظر

عنوان	صفحہ
(۴۰۳) حج پر جانے کیلئے واپسی کا کرایہ پہلے جمع کرانے کی شرط مذہبی مداخلت ہے	۳۲۸
حجاج کے لئے واپسی ٹکٹ کی ناروا قید	〃
مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف	〃
جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس	۳۲۹
قانون زیر تجویز میں مذہبی مداخلت کیوں ہے	〃
قانون زیر تجویز مسلمانوں کے لئے بےحد مضر ہے	۳۳۰
اعداد و شمار کے لحاظ سے نقصان عظیم	〃
پہلا نقصان	〃
دوسرا نقصان	〃
تیسرا نقصان	۳۳۱
مسودہ قانون واپسی ٹکٹ قطعاً نامعقول ہے	〃
بعض ممبران اسمبلی کے شبہات کا جواب	۳۳۲
پہلا شبہ	〃
پہلے شبہ کا جواب	〃
مذہبی مداخلت	۳۳۳
پہلی مثال	〃
دوسری مثال	〃
تیسری مثال	۳۳۴
چوتھی مثال	〃
پانچویں مثال	〃
چھٹی مثال	〃
ساتویں مثال	〃
دوسرا شبہ	〃
دوسرے شبہ کا جواب	۳۳۶
تیسرا شبہ	〃
تیسرے شبہ کا پہلا جواب	〃
تیسرے شبہ کا دوسرا جواب	۳۳۷
انسداد مصائب کی تدابیر	۳۳۸
غلط نام اور پتہ بتا کر حج پر جانا	۳۳۹

عنوان — صفحہ
حج کا ارادہ کر کے پھر ترک کرنا ۳۴۰

دوسرا باب
عورت بغیر محرم سفر نہ کرے

مالدار عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو حج فرض نہیں 〃
عورت کے حج پر جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں ۳۴۱
البتہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے 〃
محرم کے بغیر عورت کا حج پر جانا درست نہیں 〃

تیسرا باب
حج بدل

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے پہلے حج نہ کیا ہو ۳۴۲
حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے پہلے حج کیا ہو 〃
حج بدل کے لئے جس شخص کو رقم دی وہ اس میں 〃
سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو؟ 〃
میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے
تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے ۳۴۳
حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے اس کے آنے تک اس کے 〃
گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے 〃
حج کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ ۳۴۴
ترجمانی کے لئے مکہ گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازمی نہیں ۳۴۷

چوتھا باب
پیدل جانا

حج فرض فوراً ادا کیا جائے! ۳۴۸
پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا 〃
حج کے لئے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز مگر غیر اولیٰ ہے ۳۴۹

پانچواں باب
ناجائز روپے سے حج کرنا

زنا سے حاصل شدہ مال سے تجارت اور حج کرنا ۳۵۰

عنوان — صفحہ

چھٹا باب
حج نفل

کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دیدی ۳۵۱
حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے .... ″

ساتواں باب
فصل اول احرام

محرم آدمی سانپ، بچھو، کوا، گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے ۳۵۲

فصل دوم سنگ اسود

حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اسے بوسہ دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے .... ″
حجر اسود کا بوسہ محبت کی وجہ سے ہے تعظیم کے لئے نہیں ۳۵۳

آٹھواں باب
متفرقات

مطاف پر چھت بنانا .... ″
حج پر بنائی گئی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے ۳۵۴
حاجیوں کو مبارک باد دینا جائز ہے .... ″
غلط نام بتا کر حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا مگر جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا .... ″
الارجوزة السجنيه ۳۵٦
فرہنگ اصطلاحات ۳۵۷
خلاصہ مکتوبہائے گرامی ۳٦۳
تاریخ تکمیل مسودہ ۳٦۴

کتاب الجنائز

پہلا باب

توبہ دم واپسیں

جان کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے مگر ایمان قبول نہیں

(سوال) زید کہتا ہے کہ توبہ موت کے وقت بالکل آخری سانس میں معتبر ہے اس لئے کہ احادیث میں وارد ہے کہ **انما الاعمال بالخواتیم** (۱) چنانچہ فرعون جب غرق ہونے لگا اور اقرار ایمان کرنے لگا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی اس خوف سے کہ مبادا اس کا ایمان مقبول ہو جائے اور فرعون نے غرق کے وقت اور قارون نے خسف (دھنسے) کے وقت حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا نہ فرمائی جب فرعون غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خطاب فرمایا کہ اے موسیٰ اگر فرعون مجھ کو پکارتا اور میری طرف رجوع کرتا میں اس کو نجات دیتا اسی طرح قارون کے خسف کے بعد بھی خطاب فرمایا تو آخری وقت کی توبہ مقبول نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا حالانکہ دونوں عین عذاب میں تھے۔

عمرو کہتا ہے کہ بالکل آخری سانس میں توبہ کا اعتبار نہیں ہے عذاب کے فرشتے دیکھنے سے پہلے مقبول ہے اس کے بعد معتبر نہیں جیسا کہ نص قطعی وارد ہے **ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن و لا الذین یموتون وھم کفار** (۲) اب اس صورت میں اور آیت کلام الٰہی میں تعارض معلوم ہوتا ہے تطبیق کی کیا صورت ہے اور آخری وقت کی توبہ مقبول ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱) ایسے وقت میں کہ مریض پر اسباب عذاب ظاہر ہو جائیں اور زندگی کی امید منقطع ہو جائے ایمان لانا بالاتفاق مقبول نہیں یعنی اگر مریض کافر ہو اور اس ناامیدی اور مشاہدہ عذاب کی حالت میں ایمان لانا چاہے یا ایمان لے آئے تو یہ ایمان بالاتفاق مقبول نہیں **اما ایمان الیاس فمذھب اھل الحق انه لا ینفع عند الغرغرة و لا عند معاینة عذاب الاستیصال لقوله تعالیٰ فلم یك ینفعھم ایمانھم لما رأوا باسنا ولذا اجمعوا علی کفر فرعون کما رواہ الترمذی** (۳) **فی تفسیرہ فی سورة یونس الخ**

---

(۱) بخاری شریف باب العمل بالخواتیم ۲/۹۷۸ ط قدیمی --- ترمذی شریف' ابواب القدر' ۲/۳۵ ط سعید

(۲) النسآء ۱۸

(۳) عن ابن عباسؓ ذکر احدھما عن النبی ﷺ انه ذکر ان جبرئیل یدس فی فی فرعون الطین خشیة ان یقول لآ اله الا الله فیرحمه الله او خشیة ان یرحمه (ترمذی' ابواب التفسیر ۲/۱٤۳ ط سعید)

(رد المحتار) (۱)وفیه فی اول الجنائز والحاصل ان المسئلة ظنية واما ايمان الياس فلا يقبل اتفاقاً (۲)باقی توبہ یاس یعنی اگر مریض مسلمان ہو اور وہ اپنے گناہوں سے اس حالت یاس وناامیدی میں توبہ کرلے تو یہ توبہ مقبول ہے یا نہیں اس میں علمائے اہل سنتؒ کے دو قول ہیں اول یہ کہ یہ توبہ حالت یاس و غرغرہ کی مقبول نہیں اور اس قول کے قائلین نے اپنی دلیل میں یہ آیت ولیست التوبة (۳)اور حدیث ان اللہ یقبل توبة العبد مالم یغرغر (۴) پیش کی ہے اس آیت اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور موت و حالت غرغرہ و مشاہدہ عذاب میں توبہ معتبر نہیں قال فی المدارك (۵)تحت قوله تعالیٰ ثم يتوبون من قريب اى من زمان قريب وهو ما قبل حضرة الموت الا ترى الى قوله تعالیٰ حتى اذا حضرا حدهم الموت فبين ان وقت الاحتضار هو الوقت الذى لا تقبل فيه التوبة و عن ابن عباس قيل ان ينظر الى ملك الموت و عنه ﷺ ان الله يقبل توبة العبد مالم يغر غرا نتهى مختصراً و فى رد المحتار اول الجنائز اقول قال فى اواخر البزازية قيل توبة الياس مقبولة لا ايمان الياس و قيل لا تقبل كايمانه لا نه تعالیٰ سوى بين من اخر التوبة الى حضور الموت من الفسقة والكفار و بين من مات على الكفر فى قوله و ليست التوبة الاية – كمافى الكشاف (۶) والبيضاوى (۷) والقرطبى (۸) دوسرا قول یہ ہے کہ توبہ یاس مقبول ہے اس قول کی دلیل یہ آیت پیش کی گئی ہے (۹)وهو الذى يقبل التوبة عن عباده(۱۰)اور آیہ (۱۱)ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفرما دون ذلك لمن يشاء والمسطور فى الفتاوى ان توبة الياس مقبولة لا ايمانه لان الكافراجنبى غير عارف بالله تعالیٰ و يبدأ ايمانا و عرفانا والفاسق عارف و حاله حاله البقاء والبقاء اسهل والد ليل على قبولها مطلقا اطلاق قوله تعالیٰ وهو الذى يقبل التوبة عن عباده اه (رد المحتار)(۱۲) وقال سعيد بن جبير نزلت الاية الاولىٰ فى المؤمنين يعنى قوله انما التوبة على الله والوسطى فى

---

(١) باب المرتد' مطلب اجمعوا على كفر فرعون ٢٣١/٤ ط سعيد)

(٢) باب الجنائز' مطلب فى قبول توبة الياس ١/ ١٩١ ط سعيد)

(٣) پوری آیت یوں ہے ولیست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الآن ولا الذين يموتون وهم كفار اولئك اعتدنا لهم عذاباً اليماً النسآ ١٨

(٤) ترمذى شريف' ابواب الدعوات ' باب ماجاء فى فضل التوبة والاستغفار ١٩٤/٢ ط سعيد

(٥) ٢٩٩/١ قديمى كتب خانه' كراچى

(٦) فان قلت من المراد بالذين يعملون السيات اهم الفساق من اهل القبلة ام الكفار ؟ قلت فيه وجهان : احدهما ان يراد الكفار لظاهر قوله " وهم كفار" وان يراد الفساق' لان الكلام انما وقع فى الزانيين' والا عراض عنهما ان تابا' واصلحا' ويكون قوله" وهم كفار " واردا على سبيل التغليظة (تفسير كشاف ٤٨٩/١' ط دار الكتاب بيروت)

(٧) ١٧٦

(٨) الجزء الخامس ٦٢/٣ ط دار الكتب العلميه بيروت

(٩) الشورى ٢٠

(١٠ ١١) النسآ : ٤٨ ١١٦

(١٢) باب صلاة' الجنائز مطلب فى قبول توبة الياس ١٩١/٢ ط سعيد

المنافقین یعنی قوله ولیست التوبة والاخری فی الکافرین یعنی قوله ولا الذین یموتون وهم کفار - واذا کانت الایة نزلت فی المنافقین فلا وجه لحملها علی المؤمنین و علی تقدیر ان تکون الایة نازلة فی عصاة المؤمنین فقدروی عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ و لیست التوبة للذین یعملون السیئات الایه ثم انزل الله بعد ذلك ان الله لا یغفران یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء فحرم الله المغفرة علی من مات وهو کافر وارجاء اهل التوحید الی المشیئة ولم یؤیسهم من المغفرة فعلی هذا القول تکون الایة منسوخة فی حق المؤمنین انتهیٰ (تفسیر خازن) (۱) اور یہی قول فتاویٰ حنفیہ میں اختیار کیا گیا ہے اور خداوند تعالیٰ کی وسعت رحمت کے شایان شان ہے توبة الیاس مقبولة دون ایمان الیاس درر (درمختار) (۲) واختلف فی قبول توبة الیاس والمختار قبول توبته لاایمانه (درمختار) (۳) باقی زید کا یہ قول کہ آخری سانس کا اعتبار ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آخری سانس کا ایمان بھی معتبر ہے تو یہ قول قرآن و حدیث اور جمہور علماء کے خلاف ہے جیسا کہ شروع جواب میں ہم نے تصریحاً لکھا ہے کہ ایمان یاس اتفاقاً غیر مقبول ہے اور حدیث انما الاعمال بالخواتیم (۴) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان یاس مقبول ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے اعمال وہ معتبر ہیں جن پر اس کا خاتمہ ہو اس پر حدیث دلالت نہیں کرتی کہ ایمان غرغرہ مقبول ہے اور فرعون و قارون کے متعلق جو قصے نقل کئے ہیں کہ خداتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اگر فرعون مجھ کو پکارتا (الخ) تو اول تو قصے سند صحیح سے ثابت نہیں دوسرے ان سے بھی ایمان یاس کا مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے (۵) امنت بالذی امنت به بنو اسرائیل کہنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس کا مقبول نہ ہونا (۶) الیوم ننجیك الخ سے ظاہر ہے پھر اگر مجھ کو پکارتا ہے مراد ایمان کے سوا اور کسی طرح کا پکارنا ہے تو ایمان یاس کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کو اس سے کیا تعلق اور اگر پکار سے پکار ایمان کی مراد ہے تو اس کا موجود ہونا اور نجات کا حاصل نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے اور عمرو کا یہ قول کہ آخری دم کی توبہ بھی مقبول نہیں اگرچہ بعض علماء کا قول ہے لیکن مختار اور راجح اس کے خلاف ہے اور آیہ ولیست التوبة سے عدم قبول توبہ یاس پر استدلال کرنے کا جواب خازن کی عبارت منقولہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) ۱/ ٤١٦ مطبع محمد علی مصر

(۲) باب المرتد ٤/ ۲۳۰ ط سعید

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۱۹۰ ط سعید

(٤) دیکھئے صفحہ ۲۴ کا حاشیہ نمبر ا

(٥) یونس : ۹۰

(٦) یونس : ۹۲

دوسرا باب
تجہیز و تکفین میت
فصل اول تجہیز و تکفین

میت کی قمیص کو سیا جائے یا نہیں ؟

(سوال) بعد غسل میت خواہ مرد ہو یا عورت جو کہ پیر ہن پہنایا جاتا ہے وہ بصورت قمیص سینا چاہئیے یا کہ صرف گلے کی طرف سے کاٹ کر پہنا دینا چاہئیے **المستفتی** نمبر ۳۵ عین اللہ طرفدار (ضلع میمن سنگھ) ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ م ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲) قمیص کو سی کر پہنانا بہتر ہے کیونکہ قمیص کا اطلاق اس کفنی یا پیر ہن پر نہیں ہوتا جو صرف گلا پھاڑ کر میت کے نیچے اوپر ڈال دیا جاتا ہے ہاں فقہاؒ(۱) نے یہ اجازت دی ہے کہ میت کی قمیص میں کلیاں نہ ڈالی جائیں تو مضائقہ نہیں۔

میت کو غسل دینے سے جسم پھٹنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے

(سوال) احقر کے گھر سات ماہ کا بچہ مردہ پیدا ہوا تھا اس کا جسم سوجا ہوا تھا اور تمام جسم چھالے کی طرح پہلے ہی سے تھارات کے تقریباً بارہ بجے پیدا ہوا تھا صبح جب نہلانے لگے تو تمام جسم لہو سے بھرا ہوا تھا اور ہاتھ لگانے سے تمام جسم علیحدہ علیحدہ ہو جانے کا خطرہ بھی تھا کیونکہ جسم چھالے کی طرح ہو گیا تھا بچے کو ڈر کی وجہ سے کہیں علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائے نہلایا نہیں گیا ویسے ہی ایک سفید کپڑے میں دفن کر دیا گیا احقر کو ڈر ہے کہ کہیں خدا کے سامنے جواب دہی نہ ہو۔ **المستفتی** نمبر ۷۹۱ محمد نور بدیعی (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳) اگر مردہ پیدا شدہ بچے کا جسم غسل دینے کے قابل نہ تھا تو بلا غسل دفن کر دینے میں کوئی مواخذہ انشاء اللہ نہ ہوگا۔(۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘**

مردوں کو غسل دینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

(سوال) ہمارے اطرف میں یہ قاعدہ رائج ہے کہ جس کو امام مقرر کرتے ہیں اس پر عرفاً غسل اموات لازم

---

(۱) حضرت نے قمیص کو سی کر پہنانے کو ترجیح دی ہے جب کہ دیگر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قمیص سلی ہوئی نہ ہو اور عمل اسی پر ہے والقمیص من اصل العنق الی القدمین بلا دخریص (رد المحتار : باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعید)

(۲) وان لم یستھل ادرج فی خرقه و لم یصل علیه' و یغسل فی غیر ظاهر الروایة (هندیة : باب الجنائز ۱/۱۰۹ ط کوئٹه) ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحه کفی صب المآء علیه (هندیة باب الجنائز ۱/۱۵۸ ط کوئٹه)

ہو تا ہے خواہ وہ خود غسل دے یا کسی کو اپنا قائم مقام بنائے اس کام کا معاوضہ اس کے لئے متعین نہیں ہو تا بقدر وسعت اسقاط میت میں سے کچھ دے دیتے ہیں صدقۃ الفطر دے دیتے ہیں عشر میں سے بھی کچھ دے دیتے ہیں اس امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤) اگر مردہ شوئی (مردے کو غسل دینا) باجرت نہ ہو اور افعال خلاف مروت و خلاف مکارم اخلاق امام سے سر زد نہ ہوتے ہوں تو اس کی امامت جائز ہے مکروہ نہیں ہے اور اگر غسال اجرت لیتا ہو اور بد اخلاق کے اعمال اس سے صادر ہوتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ ہو گی کیونکہ ایسے شخص کو لوگ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ

شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا

(سوال) (۱) ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا اب وہ اپنی مرحومہ بیوی کو برہنہ چھو سکتا ہے یا مرحومہ کو کفنائے ہوئے کپڑے پر ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں اور کسی قسم کا تعلق مرحومہ کا اپنے زندہ شوہر سے باقی رہتا ہے یا نہیں ؟

(۲) مرد کے کفن میں ایک تہبند بڑھا دینا اور اسی طرح عورت کے کفن میں تہبند بڑھا دینا درست ہے یا نہیں اور تعداد کفن بڑھا دینے سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۱۴۸ محمد یوسف صاحب پیش امام جامع مسجد قصبہ چھپرولی (ضلع میرٹھ) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ٥) (۱) مرد اپنی مردہ بیوی کو بغیر کپڑے کے چھو نہیں سکتا ہاں کپڑے پر سے ہاتھ لگا لے تو مضائقہ نہیں دیکھنا اور قبر میں اتارنا جنازہ کو کندھا دینا یہ سب جائز ہے (۲) اگر میاں بیوی دونوں جنت میں پہنچیں گے تو بیوی اپنے شوہر کو ملے گی (۳) (۲) کفن میں مرد کو تین کپڑوں سے زیادہ اور عورت کو پانچ کپڑوں سے زیادہ دینا نا جائز ہے۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں

(سوال) میت کے کفن کو جو ملوث اس کی نجاست سے ہو گیا نماز سے قبل دھونا ضروری ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۴۱ حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

---

(۱) وولد الزنا اذ ليس ......او لنظرة الناس عنه (رد المحتار' باب الامامة ۱/۵٦٢ ط سعيد)

(۲) ويمنع زوجها من غسلها و مسها لامن النظر اليها على الاصح (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/۱۹۸ ط سعيد)

(۳) ولا نه صح الخبر بان المراة لآخر ازواجها اى اذا مات ' وهى فى عصمته (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/۲۱۲ ط سعيد)

(٤) واما الكلام فى كميته فنقول : اكثر ما يكفن فيه الرجل ثلاثة اثواب ' عن علىؓ ' انه قال ' كفن المراة خمسة اثواب' و كفن الرجل ثلاثة و لا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين (بدائع' احكام الجنائز ۱/۳۰٦ ط سعيد) اور ایک قول کے مطابق تین سے زیادہ کی بھی گنجائش ہے 'ولا باس بالزيادة على الثلاثة كذافى النهر' رد المحتار 'باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعيد)

(جواب ٦) غسل اور تکفین کے بعد بدن سے نکلی ہوئی نجاست سے کفن ملوث ہو جائے تو اس کو دھونا ضروری نہیں اذا تنجس الکفن بنجاسة المیت لا یضر دفعا للحرج (رد المحتار) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عالم کی میت کو بھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے

(سوال) (۱) عالم معتبر میت کے لئے عمامہ بندھوانا درست ہے یا نہیں جواب۔ عالم معتبر کے لئے عمامہ بندھوانا درست ہے لآلی فاخرہ میں عالمگیری (۲) اور بحر الرائق (۳) سے لکھا ہے کہ عالم و شریفوں کے لئے درست ہے اور متاخرین علماء عمامہ کو بہتر کہتے ہیں چنانچہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ میت کو عمامہ بندھواتے اور شملہ منہ کی طرف چھوڑتے تھے انتہی پس عمامہ عالم میت کے لئے بندھوانا درست ثابت ہوا۔

(۲) وقت حضور جنازہ فقط ولی میت اور امام نماز جنازہ کو حال مردہ سے (ووٹ) شہادت لینا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ درست نہیں لحدیث لا تذکروا موتا کم الابخیر فانهم ان یکونوا فی اهل الجنة فاثموا وان کانوا فی اهل النار فحسبهم ماهم فیه (۴) لہذا مردے کو بدنام کرنا درست نہیں ہے الخ اور عمرو کہتا ہے کہ مردے کے حال سے ولی میت کو پوچھنا اور شہادت لینا درست ہے لحدیث انس مروا بجنازة علی رسول اللہ ﷺ فاثنوا علیها خیرا فقال وجبت الحدیث متفق علیه (۵) ابو ہریرہ فان العبد لیموت فبنی علیه القوم الثناء یعلم منه غیره فیقول اللہ تعالیٰ للملائکة اشهد کم انی قد غفرت و قبلت شهادة عبدی علی عبیدی و تجاوزت عن علمی فی عبدی و عن ابی هریرة عن النبی ﷺ عن ربه عز و جل ما فی عبد مسلم یموت فیشهد له ثلاثة ابیات من جیرانه الابخیر الا قال اللہ عز و جل قد قبلت شهادة عبادی علی ما علموا و غفرت له ما اعلم انتهی احیاء جزء رابع مصری ص ٤٢١ المستفتی نمبر ۲۶۲۷ مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرسہ محمدیہ کاشی پور ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۷) (۱) عالم کی میت کے سر پر عمامہ باندھنے کی اگرچہ بعض متاخرین نے اجازت دی ہے لیکن بہتر

---

(۱) ۲۰۸/۲ باب صلاة الجنائز ط سعید

(۲) و لیس فی الکفن عمامة فی ظاهر الروایة، و فی الفتاوی، استحسنها المتاخرون لمن کان عالما و یجعل ذنبها علی وجهه (هندیه، باب الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین ۱۶۰/۱ مکتبه ماجدیه

(۳) و تکره العمامة فی الاصح، و فی فتح القدیر، واستحسنها بعضهم لماروی عن ابن عمر، انه کان یعممه و یجعل الذنب علی وجهه وفی الظهیریه، استحسنها بعضهم للعلماء، والا شراف فقط (البحر الرائق ۱۸۹/۲ شرکت علا الدین بیروت)

(٤) اتحاف سادة المتقین ٤٩٠/٤ ط بیروت

(۵) بخاری : باب ثناء الناس علی المیت، ۸۲/۲ ط قدیمی و مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی وجوب الجنه، والنار بشهادة المؤمنین بالخیر، والشر ۳۰۸/۱ ط قدیمی

اور سنت کے موافق یہی ہے کہ عمامہ نہ باندھا جائے (۱) خود آنحضرت ﷺ کو عمامہ نہیں باندھا گیا تو حضور انور ﷺ سے زیادہ عمامہ کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

نماز جنازہ کے وقت ولی یا امام کو میت کے اعمال کے متعلق شہادت لینا درست نہیں لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود میت کے محاسن یعنی نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کریں اور اس کی برائیوں کا تذکرہ نہ کریں۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے

(سوال) یہاں کھلوڑ میں تقریباً دو ہفتے سے عوام میں ایک مسئلہ دربارہ جواز و عدم جواز کفن مبلول بمائے زمزم زیر بحث ہے اور عوام اس بارے میں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیوں میں مشغول ہیں احقر نے امداد الفتاویٰ دیکھا جلد اول ص ۷ ۱۴ میں حکیم الامت دامت برکاتہم نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے شامی کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ استنجا بمائے زمزم کی کراہت نیز اشیائے محترمہ کی صدید میت سے حفاظت کا وجوب شامی میں مصرح ہے شامی کی عبارت یہ ہے **وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت رد المحتار استنبولی ص ۸۴۷** (۳) **باب الجنائز** - حضرت حکیم الامت کی تقلید کرتے ہوئے میں نے بھی عدم جواز کو نقل کر دیا بعد میں نہایت کے بعد ملحقات تتمہ ثانیہ ص **۳۳۲** پر تسامح کے عنوان پر ایک مضمون دیکھا جس سے حضرت دامت برکاتہم کی رجعت ثابت ہوتی ہے اور یہ مضمون خود حضرت مولانا کا نہیں ہے بلکہ جس مولوی صاحب نے توجہ دلائی ہے ان کا مضمون ہے ان مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان کی عبارت نقل کی ہے اور یہی خاص جزئیہ ان کا مستدل ہے وہو ہذا۔ **ولذا قال فی الاسریٰ المحم لو وضع شعر رسول اللہ ﷺ او عصاه او سوطه علی قبر عاص لنجا ذلك العاصی ببرکة تلك الذخیرة من العذاب ومن هذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول به و بطانة استار الکعبة والتکفن بها انتهیٰ تفسیر روح البیان مطبوعه مصر جلد ثانی ص ۵۵۹** اب گزارش یہ ہے کہ اگر روایت فقہیہ اور نظائر پر غور کرتے ہیں تو اشیاء متبرکہ محترمہ کو ہر قسم کی نجاسات سے بچانا فرض اور ضروری ہے اور ادھر خود حضور پرنور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے اس فعل کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا قمیص مبارک رأس المنافقین

---

(۱) قال القهستانی: واستحسن علی الصحیح العامة یعمم یمینا، و یذنب، و یلف و قیل : هذا اذا کان من الاشراف، و قیل لا یعمم بکل حال کما فی المحیط والاصح انه تکره العمامة بکل حال کما فی الزاهدی (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲۰۲/۲ ط سعید)

(۲) ولا باس بنقله قبل دفنه، وبالاعلام بموته، و بارثائه (ای عدد محاسنه) .... یندب دفنه فی جهة موته...... وان رای به ما یکره ولم یجز ذکره لحدیث ' اذکروا محاسن موتاکم، و کفوا عن مساویهم (الدر المختار، باب صلاة الجنائز ۲۳۹/۲ ط سعید)

(۳) باب صلاة الجنائز، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت ۲۴۶/۲ ط سعید)

عبداللہ بن ابی کو کفن کے لئے عنایت فرمایا تھا اور وہ بھی حضرت اقدس کے جسم سے چھوا ہوگا حالانکہ وہاں صدید میت کا خوف یقینی تھا پھر بھی حضور اکرم ﷺ نے عنایت فرمایا اس سے مجوزین کے دلائل کی اور بھی تقویت ہوتی ہے اور اگر قواعد کلیہ شرعیہ پر غور کیا جاتا ہے تو حرمت اور جواز دونوں کے دلائل میں تصادم ہوتا ہے اس وجہ سے صدید میت سے احتراز کی غرض سے دلائل حرمت کو ترجیح دے کر کراہت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کسی شئے کا تبرکاً استعمال کرنا زائد از زائد مستحب کے درجے میں ہے اور کسی متبرک اور محترم شے کی نجاسات سے حفاظت ضروریات دین سے ہے تو محض ایک مستحب کی بقا کے لئے ضروری اور فرض شے کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اس خاص فعل کو اگر مصلحت دینی کی غرض سے خصوصیت واقعہ پر محمول کریں تو مناسب ہوگا یا نہیں ؟ جب کہ اس مصلحت کو خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی ناراضگی دیکھ کر فرمایا **ان قمیصا لا یغنی عنه من الله شیئاً ارجو من الله تعالیٰ ان یدخل به الفا فی الاسلام** (۱) حضور اکرم ﷺ کا اس کے متعلق قول فیصل کیا ہے ؟ **المستفتی نمبر ۲۷۶۴** مولوی محمد عبدالرحیم حوالدار کٹھور ضلع سورت ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء

(جواب ۸) کفن مبلول بمائے زمزم میں میرے نزدیک جواز کی جہت راجح ہے اور اس کو استنجا (۲) بمائے زمزم پر قیاس نہ کرنا چاہئیے کیونکہ استنجا میں عین زمزم کی تعریض للنجاست ہے اور ثوب مبلول بمائے زمزم میں مائے زمزم بصورتہ موجود نہیں ہے خشک ہوچکا ہے صرف کپڑے کا اس کے ساتھ گزشتہ زمانے میں تلبس ہوا ہے اور اس قسم کے تلبس کو عدم جواز تکفن میں دخل نہیں آنحضرت ﷺ کا عبداللہ بن ابی (۳) کو قمیص مبارک پہنانا ہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ صاحبزادی زینب (۴) کو اپنا تہ بند (حقو) عطا فرمانا اور **اشعرنها ایاه** کی ہدایت فرمانا اور ایک صحابی (۵) کا حضور اکرم ﷺ سے تہبند مانگ لینا اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے اظہار ناراضگی پر اس کا یہ عذر **ما سالته لا لبسها ولکن لتکون کفنی** اور راوی کا یہ بیان **فکانت کفنه** بخاری میں موجود ہے اس لئے تکفین بثوب مبلول بمائے زمزم تو (**تکفین بقمیص رسول اللہ ﷺ وازاره وحقوه**) سے اہون ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) بلفظ " وما یغنی عنه قمیصی من الله او ربی و صلاتی علیه' وانی لا رجوان یسلم ما خالف من قومه' (جامع البیان المعروف بتفسیر طبری ۱۴۲/۱۱ ط دار المعرفه بیروت)

(۲) یکره الاستنجاء بماء زمزم' وکذا ازالة نجاسة الحقیقیة من ثوبه او بدنه ...... و فی غیر الترمذی' انه کان ﷺ یحمله' وکان یصبه علی المرضیٰ' و یسقیهم' وانه حنك به الحسن' والحسین' (ردالمحتار کتاب الحج' باب الهدی' مطلب فی کراهیه الاستنجا بماء زمزم ۶۲۵/۲ ط سعید) (۳) عن جابرؓ قال : اتی النبی ﷺ عبدالله بن ابی بعد ما دفن فاخرجه' فنفث فیه من ریقه والبسه قمیصه (بخاری' کتاب الجنائز' باب الکفن فی القمیص ۱۶۹/۱ ط قدیمی) (٤) عن ام عطیه قالت : دخل علینا النبی ﷺ ونحن نغسل ابنته' فقال ' اغسلنها ثلاثا او خمساً ' فلما فرغنا القی الینا حقوه فقال' اشعرنها ایاه (بخاری شریف' کتاب الجنائز' باب کیف الاشعار للمیت ۱۶۸/۱ ط قدیمی)(٥) ان مرأة جاءت الی النبی ﷺ قالت : نسجتها بیدی فجئت لا کسوها فاخذها النبی ﷺ محتاجاً الیها ...... فقال القوم ما احسنت لبسها النبی ﷺ محتاجا الیها ...... فقال : انی والله ما سئلته لا لبسه وانما سئلته لتکون کفنی قال سهل فکانت کفنه (بخاری شریف' کتاب الجنائز' من استعد الکفن فی زمن النبی ۱۷۰/۱ ط قدیمی)

ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں

(سوال) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت جو مردے کے کفن کا رواج ہے کہ لفافہ و ازار دو چادریں برابر کی ہوتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے اور ان کے لپیٹنے کا قاعدہ بھی غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ لفافہ کی چادر ہونی چاہئیے اور ازار تہہ بند کو کہتے ہیں لہذا اس کا کپڑا بھی دوسرے قسم کا جیسا وہ شخص پہنا کرتا تھا ہونا چاہئے اور تہبند کی مانند ناف سے لپیٹنا چاہئیے بینوا بالبینات توجروا یوم الحساب المستفتی نمبر ۲۷۷۴ مولانا اختر شاہ صدر مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ ۷ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ

(جواب ۹) فقہائے کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ میت کے کفن میں ازار کے لفظ سے بھی چادر مراد ہے اور ازار بھی تہبند کی طرح ناف سے نہ رکھی جائے بلکہ سر سے قدم تک ہو مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے وازار من القرن الی القدم قوله ازار هو والرداء واللفافة بمعنى واحد وهو ثوب طويل عريض يستر البدن من القرن الى القدم كما فى ابن امير حاج عن الحاوى القدسى (طحطاوى)(۱) اور جامع الرموز(۲) میں ہے له ازار من الراس الى القدم على المشهور وفى الاختيار من المنكبين انتهى اور غنیۃ المستملی(۳) میں ہے ثم اللفافة من القرن الى القدم وكذا الازار انتهى- در مختار(٤) میں ہے ازار و قميص و لفافة شامی نے اس پر لکھا قوله ازار هو من القرن الى القدم الخ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فاسق کی نماز جنازہ میں نیک لوگ شریک نہ ہوں تو جائز ہے

(سوال) متعلقہ شرکت تجہیز فساق

(جواب ۱۰) جو مسلمان علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں اور بغیر نکاح کے عورتیں ڈال رکھی ہیں اور نماز روزہ سے بالکل علیحدہ ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں انکی تجہیز و تکفین میں پابند شریعت مسلمان شریک نہ ہوں تو جائز ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ہاتھوں

---

(۱) باب احكام الجنائز، ص ۳٤۷ ط مطبع مطفى مصر

(۲) فصل فى الجنائز، ۱/ ۲۸۱ ط المطبعة الكريميه ببلدة قزآن ۱۳۲۳ھ

(۳) فصل فى الجنائز ص ۵۸۱ ط سهيل اكيڈمی

(٤) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۰۲ ط سعيد

(۵) فالظاهر انه امتنع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل، كما امتنع عن الصلاة على المديون، ولا يلزم من ذالك عدم صلاة احد عليه من الصحابة (رد المحتار : باب صلاة الجنائز، ۲/ ۲۱۱ ط سعيد)

کے انگوٹھوں کو باندھ دیا جاتا ہے تاکہ ہاتھ سینے پر سے نہ ہٹیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۱) میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینے چاہئیں (۱) سینے پر رکھنا اور انگوٹھے باندھنا نہیں چاہئے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دینا چاہئے
(۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ پہنانا درست نہیں.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) مردہ کو قبر میں لٹانے کے بعد سرہانے اور پائنتی اور کمر تینوں جگہ کی گرہیں کھول دینی چاہئیں یا صرف سرہانے اور پائنتی کی ؟ ہمارے شہر عظیم آباد پٹنہ میں اس کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے (۲) اکثر سجادہ نشین صاحبان مردہ کے ساتھ ٹوپی وغیرہ دینے کی ہدایت کرتے ہیں اور اپنے پاس سے ایک ٹوپی دیتے بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے اقوال سے یہ ثابت ہے۔

(جواب ۱۲) (۱) تینوں گرہیں کھول دینا جائز ہے (۲) (۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ دینا نہیں چاہئے کفن مسنون پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

عذر کے بغیر قبرستان کو شہر سے دور بنانا درست نہیں

(سوال) قبرستان قدیم پُر ہو گیا نئے قبرستان کے لئے زمین تجویز کی جا رہی ہے جو سرکار کی منظوری سے قبرستان بنائی جائے گی زیر تجویز دو قطعات ہیں ایک قطعہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر اور دوسرا پانچ میل کے فاصلہ پر ہے شہر کے اکثر مسلمان اس قطعے کو جو تین میل کے فاصلہ پر ہے پسند کرتے ہیں بخلاف ان کے چند لوگ اس زمین کو مقرر کرانا چاہتے ہیں جو پانچ میل کے فاصلے پر ہے جمہور اہل اسلام کا عذر ہے کہ اتنی دور مسنون طریقہ کے موافق جنازہ لے جانے میں سخت دشواری ہو گی اور تمام مسلمان عموماً اور غریب لوگ خصوصاً سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہزاروں آدمی بعد مسافت کی وجہ سے اپنے بھائیوں کے دفن

---

(۱) و تمد ا طرافہ لئلا تبقی متقوسۃ (غنیۃ المستملی : فصل فی الجنائز ص ۵۷۷ سھیل اکیڈمی)

(۲) و یحل العقدۃ لو قوع الا من من الانتشار (ھدایۃ باب الجنائز' فصل فی الدفن ۱/۱۸۲ شرکۃ علمیہ) و تحل العقدۃ للاستغناء عنھا لانھا تعقد لخوف الانتشار عند الحمل (رد المحتار' باب صلوۃ الجنائز ۲/۲۳۶ ط سعید)

(۳) و تکرہ العمامۃ و فی الشامیۃ : والا صح تکرہ العمامۃ بکل حال (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی الکفن ۲/۲۰۲ ط سعید)

میں شرکت سے محروم رہیں گے فریق مخالف کہتا ہے کہ جنازوں کو گاڑیوں پر لے جاسکتے ہیں سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس کا قول صحیح ہے ؟

(جواب ۱۳) جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی اس کے چاروں پائے پکڑ کر اٹھائیں راستے میں نوبت بہ نوبت کندھے بدلتے جائیں اسی طرح قبرستان تک پہنچائیں حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور خاص مسلمانوں کا یہ قومی اور مذہبی امتیاز ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور دینی بھائیوں کی موت کے بعد بھی ان کی توقیر اور عزت کرتے ہیں اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے ہاتھوں اور کندھوں پر لے جاتے ہیں جنازہ اٹھانے اور لے جانے کا یہ طریقہ کتب حدیث و فقہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

السنة فی حمل الجنازة عندنا ان یحملها اربعة نفر من جوانبها الاربعة و به قال مالك والا كثرون (غنیة المستملی) (۱) عن عبدالله بن مسعود قال من اتبع الجنازة فلیا خذ بجوانب السریر الاربعة غنیة المستملی (۲) یوخذ السریر بقوائمه الاربع بذلك و ردت السنة و فیه تکثیر الجماعة و زیادة الا كرام و الصیانة بحر الرائق (۳) و حمل الجنازة عبادة فینبغی لكل احد ان یبادر الیها فقد حمل الجنارة سید المرسلین ﷺ فانه حمل جنازة سعد بن معاذؓ (٤)

(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے، کہ اسکو چاروں پایوں کی طرف سے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں امام مالک اور اکثر علما اِسی کے قائل ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہیئے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔ جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہے اور اس میں شریک ہونے والوں کی زیادتی اور میت کی توقیر اور حفاظت ہے جنازہ کو اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہیئے کہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور سید المر سلین ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے آپ نے حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا ہے۔

جنازہ کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں (۵) سنت قدیمہ متوارثہ کی متابعت' جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب ملتا ہے۔ اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام ہلکا رہنا' میت کا گرنے سے محفوظ رہنا' اسباب لادنے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا' میت کی توقیر اور عزت کا زیادہ ہونا پس اسلام کی اس سنت قدیمہ متوارثہ کو قائم رکھنا حتی الامکان مسلمانوں پر لازم ہے اور اپنے اختیار و ارادہ سے کوئی ایسی صورت پیدا

(١-٢) ص ٥٩١ سهیل اکیڈمی

(٣) کتاب الجنائز ٢/٢٠٥-٢٠٦ ط بیروت

(٤) طحطاوی علی المراقی ص ٣٦٥ مطبع مصطفی مصر

(٥) فعلم ان هذا هو السنة' ثم فیه التخفیف علی الحملة' وصیانة المیت عن السقوط' والا نقلاب' وزیادة اکرام للمیت والبعد من التشبیه حمله بحمل الا متعة' والاثقال' ولنا کره حمله علی الظهر' والدابة' وما ورد من الحمل بین العمود ین محمول علی حال عذر من ضیق الطریق او لازد حام' او قلة الحاملین او غیر ذالك، توفیقا بینه و بین ما رویناه مما ذهب الیه الجمهور (غنیة المستملی ص ٥٩٢ سهیل اکیڈمی)

کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے اس سنت پر عمل کرنا متروک یا مشکل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ تین میل کا فاصلہ بھی بہت زیادہ فاصلہ ہے اتنی دور بھی سینکڑوں مسلمان بہزار دشواری اپنے مردوں کو اسلامی طریقوں کے موافق لے جا سکیں گے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی متفقہ کوشش سے شہر کے متصل قبرستان مقرر کرائیں تاکہ ہر طبقہ کے مسلمان اپنے مردوں کو اسلامی طریقہ کے موافق آسانی سے قبرستان تک لے جا سکیں لیکن اگر شہر کے قریب کوئی زمین نہ ملے تو خیر مجبوری اسی تین میل فاصلے والی زمین یا اور کسی قریب ترین زمین کے لئے اپنی تمام امکانی کوشش صرف کردیں اور پانچ میل فاصلے والی زمین کو حتی الامکان ہرگز پاس نہ ہونے دیں کیونکہ اتنی دور قبرستان مقرر کرنا گویا اپنے اختیار و ارادے سے ایک اسلامی سنت قطعیہ متوارثہ کا خون کرنا اور مسلمانوں کی ایک امتیازی خصوصیت کو مٹانا ہے سواری پر جنازہ لے جانا جائز ہے یا نہیں یہ جداگانہ مسئلہ ہے یہاں اس سے بحث نہیں کیونکہ حالت مجبوری کے احکام جدا ہوتے ہیں اور اختیاری حالت کے جدا اپنے اختیار و ارادے سے کوئی ایسا کام کرنا جس سے کسی سنت نبویہ پر عمل کرنا متروک یا دشوار ہو جائے ہرگز جائز نہیں جو لوگ کسی سنت کو متروک یا دشوار بنانے والے کام میں کوشش کریں گے وہ حضور اکرم ﷺ کو قیامت کے روز کیا منہ دکھائیں گے اور رب العالمین کے دربار میں بھی ایک سنت نبوی کو مٹانے کی جوابدہی ان کے ذمہ ہوگی۔ **اعاذنا اللہ منہا واللہ اعلم**

(۱) جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ
(۲) عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے
(۳) جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جا سکتے ہیں

(سوال) قبرستان قدیم جو شہر کے اندر یا قریب تھا پر ہو گیا اب جو زمین نئے قبرستان کے لئے معین ہوئی ہے وہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے اتنی دور جنازے کو ہاتھوں یا کندھوں پر لے جانا بہت مشکل ہے خصوصاً ان حالات میں کہ بارش ہو رہی ہے یا جنازے کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں یا کمزور و بیمار ہیں یا اولیائے میت غریب ہیں کہ مزدوری دیکر نہیں جا سکتے تو اس صورت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) جنازے کو قبر تک پہنچانے کا مسنون طریقہ کیا ہے (۲) کسی عذر سے جنازے کو کسی خاص گاڑی پر جو اسی کام کے لئے بنائی گئی ہو لے جانا درست ہے یا نہیں ؟ (۳) جنازے کے ہمراہ جانے والے سواری پر جائیں تو اس میں کچھ نقصان ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴) جنازے کو اٹھا کر لے چلنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازے کی چارپائی یا مسہری یا سریر کے چاروں پائے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں اور نوبت بہ نوبت بدلتے جائیں اسی طرح قبر تک لے جائیں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور یہی طریقہ کتب فقہیہ حنفیہ میں مذکور ہے۔

السنة فی حمل الجنازة عندنا ان یحملها اربعة نفر من جوانبها الاربعة و به قال مالك والا کثرون غنیة المستملی (۱)

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال من اتبع الجنازة فلیا خذ بجوانب السریر الاربعة غنیة المستملی (۲)

یوخذ السریر بقوائمه الاربع بذلك و ردت السنة و فیه تکثیر الجماعة و زیادة الا کرام والصیانة بحر الرائق (۳)

(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے چاروں پائے چار آدمی اٹھائیں اور امام مالک اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہئیے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔

جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہوا ہے اور اس میں اٹھانے والوں کی جماعت کی زیادتی اور میت کی قدر اور حفاظت ہے۔

جنازے کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں (۴) **سنت متوارثہ کی موافقت** 'اٹھانے والوں کی مقدار کی زیادتی اور **جماعت کثیرہ** کو جنازہ اٹھانے کا ثواب حاصل ہونا اٹھانے والوں پر **تخفیف** یعنی کام کا ہلکا رہنا' میت کا گرنے سے **محفوظ** رہنا اس طریقے پر اٹھانے میں **اسباب** اٹھانے کی صورت سے **مشابہت** نہ ہونا میت کی عزت و توقیر کا زیادہ ہونا وغیرہا من الفوائد

(۲) اگر قبرستان اتنے فاصلے پر ہو کہ وہاں تک جنازہ لے جانے میں کچھ زیادہ مشقت اور دشواری نہ ہو تو جنازہ سنت متوارثہ کے موافق لے جانا چاہئیے اور اس کا خلاف مکروہ ہے (۵) بلکہ اگر کسی قدر محنت بھی برداشت کرنی پڑے تو اسے بھی بنظر زیادتی ثواب و حصول رضامندی حق تعالیٰ برداشت کرلیں کیونکہ جنازہ کو اٹھانا بھی عبادت ہے اور حضور ﷺ نے بہ نفس نفیس جنازہ اٹھایا ہے۔

وحمل الجنازة عبادة فینبغی لكل احدان یبادر الیها فقد حمل الجنازة سید المرسلین فانه حمل جنازة سعد بن معاذؓ (۶)

(ترجمہ) جنازہ کو اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہئیے کہ وہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھانا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۱-۲) فصل فی الجنائز ص ۵۹۱ سہیل اکیدمی

(۳) کتاب الجنائز ۲/۲۰۵ '۲۰۶ ط بیروت

(۴) صفحہ نمبر ۳۷ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۵) ولذا کرہ حمله علی الظهر' والدابة الخ (غنیة المستملی ' فصل فی الجنائز ' ص ۵۹۲ طبع سہیل اکیدمی)

(۶) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۵ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر

لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ جنازے کے ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان تک جنازہ پہنچادیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں پر جنازے کو لے جائیں جنازہ اٹھانے کی مزدوری دینا لینا جائز ہے (۱) اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل قائم رہنے کی رعایت ہے لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں کافروں سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھوانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل جنازہ بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو باوجود مسلمانوں کے موجود ہونے کے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہ ترک فرض ہے۔

الکافر لا یمکن من قریبه المسلم لانه فرض علی المسلمین کفایةً فلو ترکوه للکافر اثموا لعدم قیام احد من المسلمین بفرض الکفایة طحطاوی علی مراقی الفلاح (۲)

(ترجمہ) کافر کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مسلمان رشتہ دار کی تجہیز و تکفین کرے کیونکہ مسلمان کی تجہیز تکفین اور دفن مسلمان پر فرض کفایہ ہے تو اگر مسلمانوں نے کافر پر چھوڑ دیا تو بوجہ ترک فرض سب گناہ گار ہوئے۔

دوسرے یہ کہ کافر پر خدا تعالیٰ کا غضب اور لعنت نازل ہوتی ہے پس مسلمان میت کے جنازے کو اس کے لگاؤ سے دور رکھنا چاہئے۔

ولا یدخل قبره لان الکافر تنزل علیه اللعنة والمسلم محتاج الی الرحمة خصوصاً فی هذه الساعة مراقی (۳)

(ترجمہ) مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے نہ اس کی قبر میں اترے کیونکہ کافر پر خدا کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے خصوصاً دفن کے وقت۔

اور مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں تاہم انکو بھی علیحدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ان پر بھی خدا تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

اور جب جنازے کے ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازے کو گاڑی پر لے جانا بلا کراہت جائز ہے۔

قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہائے کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

ویکره حمله علی ظهر ودابة بلا عذر – قوله بلا عذر اما اذا کان عذر بان کان المحل بعیدا یشق حمل الرجال له او لم یکن الحامل الا واحداً فحمله علی ظهره فلا کراهة اذن – اه

---

(۱) و یجوز الاستجار علی حمل الجنازة (خانیة علی هامش الهندیة، باب فی غسل المیت وما یتعلق به ۱ / ۱۹۰ ط مکتبه ماجدیه)

(۲) و یجوز الاستیجار علی حمل الجنازة کذافی قاضی خان (هندیة، باب الجنائز، فصل الرابع فی عمل الجنازه ۱ / ۱۶۲ مکتبه ماجدیه)

(۳) احکام الجنائز ص ۳٦٤ ط مصطفی حلبی مصر

طحطاوی علی مراقی الفلاح (۱)

(ترجمہ) پیٹھ پر اور جانور پر میت کو بلا عذر لے جانا مکروہ ہے لیکن اگر عذر کی وجہ سے ہو مثلاً قبرستان اتنا دور ہو کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو یا کہیں ایسا ہو کہ صرف ایک شخص اٹھانے والا ہے وہ میت کو اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جائے تو کوئی کراہت نہیں۔

طحطاوی کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور دور ہونے کی مسافت کے لحاظ سے کوئی مقدار معین نہیں کی بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ جب قبرستان اتنا دور ہو کہ اکثر حالات میں وہاں تک جنازہ لے جانا مشکل ہو تو وہاں گاڑیوں پر جنازہ لے جانے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر کسی جنازے کے ساتھ ہمراہی زیادہ ہوں اور اس وجہ سے کندھوں پر لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو تو گاڑی پر نہ لے جانا چاہئے **شبہ (۱)** اگر کہا جائے کہ گاڑی پر جنازہ لے جانے میں میت کی توہین ہے اور مسلمان میت کی توہین ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مطلقاً گاڑی پر جنازہ لے جانے میں توہین ہونا مسلم نہیں کیونکہ گاڑی مطلقاً موجب توہین نہیں ہے بلکہ گاڑی تو زندوں کے لئے بھی باعث توقیر اور موجب عزت ہے خصوصاً جب کہ اس کی وضع موقر اور مثل زندوں کی سواری کے بنالی جائے ہاں ایسی گاڑیوں میں جو صرف اسباب لادنے کے لئے ہوتی ہیں جیسے بوجھ لادنے کے ٹھیلے جنازے لے جانے میں بے شک توہین ہو گی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ گاڑی میں توہین ہوتی ہے تاہم عذر کے وقت فقہاء نے بعض ایسی صورتیں بھی جائز بتائی ہیں جن میں یقیناً اس سے زیادہ توہین ہے مثلاً مردے کو آدمی کی پیٹھ پر ڈال کر لے جانا کہ اس کا عذر کی حالت میں ہونا جائز ہونا روایت فقہیہ منقولہ بالا سے صراحۃً ثابت ہے۔ **شبہ ۲**۔ اگر کہا جائے کہ اموات کو گاڑیوں میں لے جانے میں نصاریٰ سے مشابہت ہے کہ وہ اپنے مردوں کو گاڑیوں میں لے جاتے ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں اگر صرف اتنی بات میں مشابہت ہو جائے کہ گاڑیوں میں لے جاتے ہیں لیکن لے جانے کی صورتیں مختلف ہوں اور مشابہت کا قصد اور ارادہ نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ مشابہت در حقیقت مشابہت نہیں ہے ان کے لے جانے سے اپنے لے جانے میں فرق کرنے کی کئی صورتیں ممکن ہیں اول یہ کہ تمام جنازے شہر کے ہر مقام سے شہر کے کنارے تک یا شہر کے باہر بھی جس مقام تک لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو وہاں تک سنت متوارثہ کے موافق کندھوں پر لے جائیں اور شہر کے کنارے سے یا اس مقام سے جہاں تک لوگوں نے پہنچا دیا ہے گاڑی میں رکھ کر قبرستان تک پہنچائیں تو یہ طریق عمل نصاریٰ کے طریقے سے جدا ہو جائے گا دوم یہ کہ گاڑیاں ایسی بنائی جائیں کہ ان کے وسط میں جنازہ رہے اور جنازے کے دونوں طرف چار چھ آدمی بھی بیٹھ جائیں اور وہ بنظر حفاظت جنازے کو پکڑے رہیں یہ طرز بھی نصاریٰ کے طرز سے جدا ہے اور بہر صورت بہتر یہ ہے کہ خود میت کو گاڑی پر نہ رکھیں بلکہ جنازے کو جیسے کہ مسلمانوں کا

---

(۱) احکام الجنائز ص ۳۶۵ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر

طریقہ ہے چارپائی یا مسہری (جو جنازے کے لئے خصوصاً بنائی جاتی ہے) پر تیار کریں اور اس چارپائی یا مسہری کو گاڑی پر رکھیں ہاں اس کا لحاظ رکھیں کہ وہ چارپائی گاڑی پر اچھی طرح جم جائے کہ حرکت اور جھٹکے سے میت کو نقصان نہ پہنچے اس چارپائی کے پائے زیادہ لمبے نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔

(۳) جنازے کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل جانا افضل اور بہتر ہے لیکن سواری پر جانا بھی جائز ہے صرف خلاف اولیٰ ہے اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو خلاف اولیٰ بھی نہیں کیونکہ واپسی میں سواری پر آنا خود آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

وذکر الا سبیجابی ولا بأس بان یذھب الیٰ صلوٰۃ الجنازۃ راکبا غیرانہ یکرہ لہ التقدم امام الجنازۃ بخلاف الماشی اہ – بحر (۱)

والمشی فیھا افضل من الرکوب کصلوۃ الجمعۃ بحر عنِ الظھیریۃ (۲)

ولا باس بالرکوب فی الجنازۃ والمشی افضل عالمگیریہ (۳)

(ترجمہ) اسبیجابی نے ذکر کیا کہ سوار ہو کر نماز جنازہ کے لئے جانے میں مضائقہ نہیں مگر سواری کی حالت میں جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے پیدل آدمی حسب ضرورت آگے بھی جائے تو مکروہ نہیں ظہیریہ میں ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا سواری سے افضل ہے جیسے کہ جمعہ کی نماز کو پیدل جانا سوار ہو کر جانے سے بہتر ہے۔ یعنی سواری پر جنازے کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں اور پیدل جانا افضل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایۃ اللہ عفا عنہ ربہ ما جناہ و جعل اخراہ خیرا من اولاہ صفر ۱۳۳۷ھ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ صح الجواب فقیر اصغر حسین عفی عنہ' الجواب صحیح عبدالسمیع عفی عنہ' الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ' الجواب صحیح خاکسار سراج احمد رشیدی' الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفر لہ' الجواب صحیح اشرف علی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں

(سوال) بمبئی اور اطراف بمبئی میں اکثر یہ رواج ہے کہ جس وقت میت کو برائے دفن مکان سے اٹھا کر لے جایا جاتا ہے تو چند آدمی میت سے آگے چلتے ہیں اور ان میں سے ایک آدمی نہایت ترنم کے ساتھ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اور اس کو ہادی کہتے ہیں یعنی لفظ ہادی مخصوص ہے اس کے لئے جو آگے چل کر بلند آواز سے پڑھتا ہے اب ہادی کے کہنے کے بعد تمام وہ آدمی جو میت سے آگے چلنے والے ہیں اس ہادی کی طرح وہی کلمہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس صورت سے تمام راستہ بھر پڑھتے ہوئے قبرستان پہنچ کر میت کو دفن کرتے ہیں بعد فراغت کے جب واپس ہوتے ہیں تو وہی تمام آدمی جو پہلے میت سے آگے

(۱-۲) کتاب الجنائز ۲/۲۰۶ طبع بیروت

(۳) باب الجنائز' الفصل الرابع فی حمل الجنازہ ۱/۱۶۲ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

چل کر پڑھتے تھے اب تمام لوگوں سے پھر آگے ہوتے ہیں اور ان میں ایک شخص ہادی بن کر بلند آواز سے **لا اله الا الله محمد رسول الله من الله نازل غفرا** پڑھتا ہے پھر تمام وہی آدمی جو پہلے ہادی کے ساتھ میت کے آگے چل کے پڑھتے تھے جواب دیتے ہیں **من الله نازل غفرا** پھر ہادی صاحب کہتے ہیں **لا اله الا الله محمد رسول الله من الله حبيب الله** عرض یہ ہے کہ ہادی صرف کلمہ تو وہی ہر مرتبہ دہراتا ہے لیکن ساتھ میں بجائے کلمہ **من الله نازل غفرا** کے **من الله حبيب الله، شفيع الله، ولي الله** کہتا ہے لیکن وہ تمام آدمی جو ہادی کے ساتھ ہیں، صرف ایک جواب دیتے ہیں، **من الله نازل غفرا** اس صورت سے تمام راستہ طے کرتے ہوئے میت کے مکان پر پہنچتے ہیں اور پھر تمام آدمی اپنی محنت کی اجرت لیتے ہیں لہذا مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمایئے گا کہ کیا یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کیا یہ طریقہ میت کے لئے باعث ثواب ہو سکتا ہے فقط **المستفتی** نمبر ۱۴۵۳ عبدالحمید صاحب امام جامع مسجد کرلا، بمبئی ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۹ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵) میت کے جنازے کو قبرستان کی طرف لے جانے کا صحیح مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب لوگ سکون اور سکوت(۱) کے ساتھ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلیں جو لوگ جنازے کو کندھا دیں ان کے لئے حسب ضرورت جنازے کے دائیں بائیں آنا جانا مباح ہے جنازے کے آگے کسی جماعت کو چلنا اور اس طریقے سے بلند آواز سے ذکر کرنا جو سوال میں مذکور ہے شرعی طریقہ نہیں ہے اور نہ قرون اولیٰ اور سلف صالحین سے اس طریقے کا ثبوت ملتا ہے اپنے دل میں ہر شخص ذکر یا دعائے مغفرت کرتا ہوا جائے تو یہ جائز ہے اسی طرح واپسی میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا بھی ثابت نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں بلکہ دفن سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں(۲) جو لوگ اس رسم کو جس کا سوال میں ذکر ہے عمل میں نہیں لاتے وہ صحیح راستہ پر ہیں ان کو بری نظر سے دیکھنا یا نامناسب خطابوں سے یاد کرنا یا ملامت کرنا برا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے

(سوال) جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) و على متبعي الجنازة الصمت و يكره لهم رفع الصوت بالذكر ...... فان اراد ان يذكر الله، يذكره في نفسه (هندية، باب الجنائز، فصل في حمل الميت ۲/۱۶۲ ط كوئٹه) اور شامی میں ہے کہ كما كره فيها رفع صوت بذكر او قراة قوله كما كره قيل تحريما و قيل تنزيها كما في البحر عن الغاية، و فيه عنها و ينبغي لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت، و فيه عن الظهيرية، فان اراد ان يذكر الله تعالى يذكره في نفسه، لقوله تعالى، انه لا يحب المعتدين الجاهرين بالدعاء، وعن ابراهيم، انه كان يكره ان يقول الرجل وهو يمشي معها: استغفروا له غفر الله لكم (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، ۲/۲۳۳ ط سعيد)

(۲) واذا رجع الناس من الدفن فليتفرقوا، و يشتغلوا بامورهم، و صاحب البيت بامره، (مراقي الفلاح : باب احكام الجنائز ص ۳۷۳، ط مصطفى البابي الحلبي مصر)

(جواب ۹۶) چھتری لگا کر چلنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

فصل سوم - اخراجات تجہیز و تکفین

بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے

(سوال) ما قولکم رحمکم ربکم فی ان امراۃ مؤسرۃ ماتت تحت رجل معسر ھل یجب کفنھا علیہ ام تکفن من مالھا

(ترجمہ) ایک مالدار عورت جس کا شوہر تنگدست ہو اگر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا یا عورت کے مال میں سے دیا جائے گا؟ المستفتی نمبر ۱۱۶۰ مولوی بدیع الرحمان صاحب (ضلع اکیاب) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۷) کفنھا علی زوجھا علی المفتی بہ من قول الامام ابی یوسفؒ بشرط ان لا یمنع مانع من وجوب نفقتھا علیہ عند موتھا فان اعتبار وجوب الکفن بوجوب النفقۃ علیہ

(ترجمہ) عورت کا کفن کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے شوہر کے ذمہ سے عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوا ہو کیونکہ وجوب کفن وجوب نفقہ کے ساتھ متعلق ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں

(سوال) نکاح کے بعد حسب رسم و رواج لڑکی کو اس کے ماں باپ اپنی خوشی سے بلا کر لے گئے میکے جا کر لڑکی بیمار ہو گئی ایک عرصے تک بیمار رہی اثنائے بیماری میں شوہر بلانے کے لئے بھی گیا اور اپنی بیوی کو لانے کی کوشش کی مگر ماں باپ نے اجازت نہ دی اور کہا میں یہاں علاج کراتا ہوں البتہ ایک دو مرتبہ شوہر سے کچھ رقم طلب کی گئی جو شوہر نے بھیج دی اسی بیماری میں لڑکی فوت ہو گئی اب لڑکی کا باپ علاج معالجہ اور تجہیز و تکفین کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنا کر شوہر سے وہ تمام خرچ طلب کرتا ہے کیا ازروئے شرع خاوند ایسے خرچ کا ذمہ دار ہے؟ یا لڑکی کا باپ ہی اس تمام خرچ مذکورہ بالا کا ذمہ دار ہے جس کو اس نے اپنی خوشی سے کیا ہے؟

---

(۱) کیونکہ اس کا جنازے سے کوئی تعلق نہیں اس لئے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں' ہاں اگر کسی غلط عقیدے کی بنیاد پر ہو تو درست نہیں۔

(۲) والذی اختارہ فی البحر لزومہ علیہ موسراً' اولا' لھا مال' اولا لانہ ککسوتھا وھی واجبۃ علیہ مطلقا قال : وصححہ فی نفقات الواجبۃ' قلت : و عبارتھا اذا ماتت المراۃ' ولا مال لھا قال ابو یوسف یجبر الزوج علی کفنھا' والا صل فیہ ان من یجبر علی نفقتہ فی حیاتہ' یجبر علیھا بعد موتہ' وقال محمد' لا یجبر الزوج' والصحیح الاول' قال فی الحلیۃ' ینبغی ان یکون لحل الخلاف ما اذا لم یقم بھا مانع یمنع الوجوب علیہ حالۃ الموت من نشوزھا وصغرھا و نحو ذالک (رد المحتار 'باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کفن الزوجۃ علی الزوج ۲/۲۰۶ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۹۵۹ عبداللہ خاں (بنگلور چھاؤنی) ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸) علاج معالجہ کے مصارف لڑکی کا باپ شوہر سے طلب نہیں کر سکتا (۱) اگر شوہر نے علاج کرانے کا امر کیا ہو اور مصارف ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہو تو شوہر ذمہ دار ہوگا ورنہ نہیں ہاں تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔ (۲) لیکن اس سے مراد صرف کفن خوشبو کافور وغیرہ کی قیمت غسال اور قبر کھودنے کی اجرت اور پٹاؤ کی لاگت، ہے جس کا مجموعہ دس بارہ روپے کے اندر اندر ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمے ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) زن متوفیہ کے کفن دفن کا خرچ کس کے ذمہ ہے باپ کے ذمہ ہے یا خاوند کے ذمہ ؟

(جواب ۱۹) عورت کے کفن دفن کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے خواہ متوفیہ کا مال ہو یا نہ ہو وھو المفتی بہ کذافی الھندیہ (۳) و فتاویٰ قاضی خان (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ'

فصل چہارم - قبر و دفن

ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکڑی کے تختے لگانا جائز ہے

(سوال) ایک بستی کے لوگ اپنی قبریں بجائے لحد کے شق بناتے ہیں اور قبر کو بانس اور لکڑیوں سے پاٹتے (ڈھاپنا' چھپانا) ہیں اور ان لکڑیوں میں آہنی میخیں لگی ہوتی ہیں تو کیا قبر کو ایسے تختوں یا لکڑیوں سے پاٹنا جائز ہے جس میں لوہے کی کیلیں لگی ہوں یا ان کیلوں کے نکالنے کی ضرورت ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۰) لکڑی کے تختے قبر میں لگانا مکروہ ہیں لیکن اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً بانس یا کچی اینٹیں نہ ملیں یا ملیں لیکن لگ نہ سکیں تو مکروہ نہیں لوہے کی میخیں بھی اسی حکم میں ہیں۔ ویکرہ الاجر ودفوف الخشب لماروی عن ابراھیم النخعی انہ قال کانوا یستحبون اللبن والقصب علی القبور و کانوا یکرھون الاجرو روی ان النبی ﷺ نھی ان تشبہ القبور بالعمر ان والا جروالخشب للعمران انتھی (بدائع) (۵) و فی مراقی الفلاح (۶) و کرہ وضع الاجر والخشب محمول علی وجود اللبن

---

(۱) علاج معالجہ شوہر پر واجب نہیں بلکہ تبرع محض ہے پس جب ابتدا ہی سے شوہر پر واجب نہ ہو تو دوسرے کے کرنے سے بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا قولہ لا یلزمہ مداواتھا ای اتیانہ لھا بدواء المرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصد' ولا الحجامۃ الخ ھندیہ (رد المحتار ' باب النفقہ' ۵۷۵/۳ ط سعید)

(۲-۳-۴) ومن لم یکن لہ مال' فالکفن علی من تجب علیہ النفقۃ الا الزوج فی قول محمدؒ و علی قول ابی یوسفؒ' یجب الکفن علی الزوج' وان ترکت مالا' و علیہ الفتویٰ (ھندیہ' باب الجنائز' فصل ثالث فی التکفین ۱۶۱/۱ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ) (۵) فصل فی سنۃ الحضر ' ۳۱۸/۱ ط سعید

(۶) احکام الجنائز ص ۳۶۹ ط مصطفی الحلبی مصر

بلا کلفة الخ   واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' سنہری مسجد دہلی

قبر پختہ کئے بغیر ارد گرد پتھر لگانا جائز ہے

(سوال) زید کی نشانی کے لئے اس کی قبر کے گرداگرد نصف گز دیوار باندھنا اور اس پر خوبصورت پتھر لگانا اور اشعار لکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۱) قبر کے گرد پتھر لگانے سے بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے پائے صرف یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آثار قبر مٹنے نہ پائیں اس صورت میں خوبصورت وبد صورت پتھر دونوں ایک ہی سا کام دیں گے۔ (۱) اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں اور ریاوسمعہ مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کجا بد صورت کا لگانا بھی حرام ہوگا اور اگر پتھر لگایا جائے تو میت کے مال سے لگانا جائز نہیں ورثہ خود اپنے مال سے لگا سکتے ہیں پتھر پر تاریخ (۲) وغیرہ کندہ کرنا مکروہ ہے۔

اہل میت کو جنازہ کے بعد "اذن عام" کہنے کی ضرورت نہیں

(سوال) صاحب خانہ کو لفظ اذن عام بعد صلوۃ جنازہ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲) یہ لفظ کہنا کچھ ضروری یا سنت نہیں ہے اسی طرح نماز کے بعد لوگوں کے لئے بہتر اور سنت طریقہ یہ ہے کہ دفن تک ساتھ رہیں لیکن اگر لوٹ آئیں تو سوائے ثواب کی کمی کے اور کوئی مؤاخذہ اور گناہ ان کے ذمہ نہیں ہے اگر صاحب خانہ سے اجازت لے کر لوٹیں تو ان کی دلداری اور تسلی کے لئے طلب اجازت کا مضائقہ نہیں لیکن دفن میں شریک نہ ہونے کے سبب سے ثواب میں جو کمی ہوئی ہے وہ پوری نہ ہوگی اور استیذان کو ثواب کے پورا کر دینے میں کوئی دخل نہیں ہاں اہل میت کے لئے باعث تطییب قلب ضرور ہے اس لئے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ قبل از دفن لوٹنا چاہے تو اہل میت سے اجازت لے لے۔ **ولا ینبغی ان یرجع من جنازة حتی یصلی علیه و بعد ما صلی لا یرجع الا باذن اهل الجنازة قبل الدفن و بعد الدفن یسعه الرجوع بغیر اذنهم کذافی المحیط** (۳) (عالمگیری)

---

(۱) انما یکره الآجر اذا ارید به الزینة' اما اذا ارید به دفع اذی السباع او شی آخر لا یکره (مراقی الفلاح' احکام الجنائز' فصل فی حکمها' ودفنها ص ۳۶۹ ط مصطفی مصر) اور شامی میں ہے وجاز ذالك حوله فی ارض رخوة کالتابوت قوله' وجاز ای الآجر والخشب (رد المحتار ' باب صلوات الجنائز ۲/۲۳۶ ط سعید)

(۲) یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ بلا حاجت لکھے لیکن اگر حاجت ہو مثلاً پہچان کے لئے لکھے تو پھر مکروہ نہیں' ان احتیج الی الکتابة حتی لا یذهب الاثر' ولا یمتهن فلا باس به فالکتابة بغیر عذر' فلا حتی انه یکره کتابة شئ علیه من القرآن' او الشعر' و نحو ذالك (رد المحتار : باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۸ ط سعید وان کتب علیه شیئاً او وضع الاحجار' لا باس بذالك عند البعض' (خانیه علی هامش الهندیة : باب فی غسل المیت' وما یتعلق به ۱/۱۹٤ ماجدیه)

(۳) باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت ۱/۱٦٥ ط مکتبه ماجدیه کوئٹه

ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر قبر میں ڈالنا جائز نہیں

(سوال) قبر میں میت کے ساتھ پانچ یا سات ڈھیلوں پر سورہ اخلاص ختم کر کے ڈالنا کیسا ہے ؟ **المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت** حسین صاحب کھنور ' ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳) ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر دم کر کے قبر میں رکھنا مکروہ ہے۔ (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،**

قبرستان کی خشک گھاس کا جلانا جائز نہیں

(سوال) جو شخص قبرستان میں حفاظت کے واسطے رہتا ہے اور میت کو غسل دیتا ہے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے قبرستان میں بارش کے موسم میں قبروں پر گھاس ہو جاتی ہے وہ خشک ہونے کے بعد قبروں پر آگ لگا کر سیاہ کر دیتا ہے ایسے آدمی کو قبرستان میں رکھنا کیسا ہے ؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا کیا ہے میرا تو پیر خدا ہے مجھ کو تو پیر نے بتایا ہے خدا نے کیا بتایا ہے اور میں اپنے پیر کے حکم سے مردے زندہ کر سکتا ہوں نماز میں خدا کی نہیں پڑھتا اپنے پیر کی نماز پڑھتا ہوں اور خدا کے ذکر کے بجائے اپنے پیر کا ذکر کرتا ہے یا وارث یا وارث کہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں جاروب کش یا مؤذن کی حیثیت رکھنا کیسا ہے ؟ اور وہ غسل میت کے فرض واجب نہیں جانتا اس کے ہاتھ سے میت کو غسل دلوانا کیسا ہے ؟ **المستفتی نمبر ۴۶۲ محمد** حسین (سابر متی) ۱۵ محرم ۱۳۵۴ھ م ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴) قبروں پر خشک گھاس کو آگ لگا کر جلانا سخت مذموم ہے شریعت نے قبرستان میں آگ لے جانے اور قبروں میں پکی اینٹیں لگانے کو بھی منع کیا ہے (۲) چہ جائیکہ قبروں پر آگ جلانا اگر یہ شخص باز نہ آئے اور اس حرکت سے توبہ نہ کرے تو اس کو قبرستان سے علیحدہ کر دیا جائے یہ کلمات موجب کفر ہیں (۳) اس کو ان کلمات سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کو علیحدہ کر دیں اگر میت کے غسل کا طریقہ اسے معلوم نہیں تو اس سے میت کو غسل نہ دلوایا جائے۔ (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی**

---

(۱) شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے

(۲) لان الآجر مما يستعمل للزينة ولانه مما مسته النار فيكره ان يجعل على الميت تفاء لا كما يكره ان يتبع قبره بنار' بدائع الصنائع' فصل في الدفن ۱/۳۱۸ ط سعيد

(۳) کیونکہ یہ کلمات قرآن مجید کی تصریحات اور اہل اسلام کے عقیدے کے بالکل مخالف ہیں الهكم اله واحد ' لا اله الا هو الرحمن الرحيم البقرة ۱۶۳
قل ان صلاتي و نسكي و محياي' و مماتي لله رب العالمين ' الانعام ۱۶۳
لا اله الا هو يحي و يميت :الاحزاب ۱۵۸
واذا ذكر الله وحده اشمازت قلوب الذين لا يومنون بالآخرة' واذا ذكر الذين من دونه اذا هم يستبشرون : الزمر ٤۵
ولا يكفر احد من اهل القبلة الا فيما فيه نفي الصانع القادر العليم' او شرك' او انكار النبوة' او ما علم مجيئا بالضرورة (شرح الفقه الاكبر ' مطلب معرفة المكفرات لا جتنا بها ص ۲٤۱ دار الكتب العلميه بيروت)

(۴) یہ مستقل وجہ ہے یعنی اگر اسے غسل کا طریقہ نہ آتا ہو تو تجدید ایمان کے باوجود اس سے غسل نہ دلوایا جائے گا والا ولىٰ في الفاعل ان يكون اقرب الناس الى الميت' فان لم يحسن الغسل' فاهل الامانة والورع' (حلبی كبير : فصل في الجنائز ص ۵۸۰ ط سهيل اكيڈمی لاهور)

قبر میں داہنی کروٹ لٹانا سنت ہے

(سوال) میت کو جب قبر میں رکھا جائے تو اس کو چت رکھا جائے یا کروٹ سے ؟ المستفتی نمبر ۶۵۲ برکت اللہ آسنسول ۲۵ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۵) چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے کی ٹیک لگانا بھی جائز ہے اور یہ صورت چت لٹانے سے بہتر اور افضل ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ غیر کی زمین میں دفن کیا ہو

(سوال) زید حنفی المذہب قبرستان کے متولی کی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہو گیا زید مذکور کی والدہ اور دیگر اقرباء اسی قبرستان میں مدفون ہیں بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لئے مخصوص کر دیا ہے زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرو۔ المستفتی نمبر ۸۴۷ محمد عبدالعزیز شریف (چام راج نگر میسور) ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶) قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے واسطے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کردے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے۔ **اذا حضر الرجل قبرا فی المقبرۃ التی یباح لہ الحضر فدفن فیہ غیرہ میتا لا ینبش القبر ولکن یضمن قیمتہ حفرہ لیکون جمعا بین الحقین انتہی عالمگیری** (۲) **نقلا عن خزانۃ المفتین** اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں (۳) نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) مگر سنت کے خلاف ہے (قولہ وجوباً) جرح فی التحفۃ بانہ سنۃ (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۶ ویوضع علی شقہ الایمن متوجھا الی القبلۃ (بدائع، فصل فی سنۃ الدفن ۱/۳۱۹ ط سعید).

(۲) بلفظہ یہ عبارت عالمگیری میں نہیں ہے البتہ اسی مفہوم کی عبارت موجود ہے رجل حضر قبراً فارادوا دفن میت آخر فیہ ان کانت المقبرۃ واسعۃ، یکرہ، وان کانت ضیقۃ جاز ولکن یضمن ما انفق صاحبہ فیہ (ہندیہ، باب الجنائز، فصل فی الکفن والدفن ۱/۱۶۶ مکتبہ ماجدیہ)

(۳) ولا یخرج منہ الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ (قولہ کان یکون الارض مغصوبۃ) واحترز بالمغصوبۃ عما اذا کانت وقفاً قال فی التتارخانیۃ : انفق مالا فی اصلاح قبر، فجاء رجل، ودفن فیہ میتہ، وکانت الارض موقوفۃ یضمن ما انفق فیہ، ولا یحول منہ عن مکانہ، لانہ دفن فی وقف (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۸ ط سعید)

(٤) اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا، فالمالک بالخیار : ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا، کذافی التجنیس، (ہندیہ : باب الجنائز، فصل فی البقر والدفن ۱/۱۶۷ ط کوئٹہ)

(۱) ضرورت کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے
(۲) قبر کے ارد گرد چار دیواری جائز نہیں
(۳) زندگی ہی میں اپنے لئے قبر تیار کرانا جائز ہے.

(سوال) (۱) قبر کے اندر بوجہ کمزور ہونے زمین قبر کے نیچے کا حصہ خام چھوڑ کر صندوق پختہ بنوانا جائز ہے یانا جائز ؟ (۲) اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام چھوڑ کر مثل چار دیواری دو فٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے مویشیوں کے قبر کو بنوانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) اپنی زندگی میں خود کے واسطے قبر تیار کرا کر اس میں غلہ بھرنا اور ہر سال غلہ کو نکال کر خیرات کر دینا دوبارہ از سر نو بھر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۸۳۹ چودھری حاجی اللہ بخش (گوالیار) ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷) (۱) زمین کمزور ہے تو اس میں تابوت یعنی لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر اتارنا جائز ہے یا پتھر کے چوکے کھڑے کر کے چوکھٹہ بنا دیں اینٹ کی چنائی سے احتراز کرنا چاہئیے(۱)

(۲) یہ صورت بھی بہتر نہیں ہے۔(۲)

(۳) اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مباح ہے(۳) لیکن اس میں غلہ بھر کر خیرات کرنا بدعت ہے خیرات کرنے میں حرج نہیں مگر قبر میں بھرے بغیر جتنا چاہو خیرات کردو۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

دفن کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) قبرستان میں مردے کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم آگے چل کر ٹھہرتے ہیں اور بآواز بلند فاتحہ پڑھتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں کو اکثر لوگ وہابی بے دین وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ **المستفتی** نمبر ۸۵۶ حکیم قاضی محمد نور الحق (چامراج نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸) یہ رسم بدعت ہے کیونکہ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کے تارک صحیح اسلامی تعلیم کے متبع ہیں ان کو وہابی کہنا اور بدنام کرنا سخت گناہ ہے۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

---

(۱) حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل : انه یجوز اتخاذ التابوت فی بلادنا' لرخاوة الارض' قال: ولو اتخذ تابوت من حدید' لا باس به' و یکره الآجر فی اللحد اذا کان یلی المیت الخ (هندیه' باب الجنائز' فصل فی القبر' والدفن ۱۶۶/۱ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) اما البناء علیه' فلم ار من اختار جوازه...... و عن ابی حنیفة ' یکره ان یبنی علیه بناء من بیت ' او قبة' او نحو ذالک لماروی جابرؓ نهی رسول الله ﷺ عن تجصیص القبور' وان یکتب علیها' وان یبنی علیها' رواه مسلم' وذخیرة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲۳۷/۱ ط سعید)

(۳) ومن حفر قبراً لنفسه لاباس به (هندیه باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱۶۶/۱ ماجدیه) وفی الدر : و یحفر قبرا لنفسه و قیل یکره والذی ینبغی ان لا یکره تهیئة نحو الکفن بخلاف القبر (قوله' والذی ینبغی) کذا قاله فی شرح المنیة' وقال لان الحاجة الیه متحققة غالبا بخلاف القبر لقوله تعالیٰ وما تدری نفس بای ارض تموت (وقال الرافعی) قوله بخلاف القبر لقوله تعالیٰ الخ حفره لا ینافی الآیة لنفعه فی الجملة ولو لغیره (رد المحتار' باب الجنائز ۲۴۴/۲ ط سعید)

عاشورہ کے دن خصوصیت سے قبر پر مٹی ڈالنا صحیح نہیں

(سوال) عاشورہ کے دن قبروں پر مٹی ڈالنا اور بنانا جائز ہے یا نہیں ؟ بعض لوگ اس کو سنت نوح کہتے ہیں ؟ المستفتی نمبر ۷۹۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹) قبروں پر جب کہ منہدم ہو جائیں مٹی ڈال دینا جائز ہے (۱) مگر یوم عاشورہ کو اس کام کے خاص کر لینے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قبرستان میں چند قبریں تیار رکھنا جائز ہے

(سوال) قومی قبرستان میں چند قبریں پیشتر ہی سے تیار کر کے رکھنا جائز ہے یا ناجائز ؟ المستفتی نمبر ۱۰۱ ۷ محمد امیر صاحب پریزیڈنٹ انجمن اسلامیہ کالکا انبالہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۳ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۰) چند قبریں تیار رکھنا تاکہ حاجت مندوں کو وقت پر تیار مل جائیں جائز ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

پکی قبر کے ارد گرد پختہ بنانا جائز ہے

(سوال) قبر کو اوپر سے پختہ بنانا اس طرح کہ میت کے محاذ میں پکی رہے جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۹ ایم اے کیوانصاری ضلع میمن سنگھ (بنگال) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

(جواب ۳۱) قبر کو چار طرف سے پختہ بنانا اس طرح کہ میت کے جسم کے محاذ میں نیچے سے اوپر تک پکی رہے مباح ہے یعنی میت کا جسم چاروں طرف سے مٹی کے اندر رہے پرے پرے پختہ ہو جائے تو حرج نہیں ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) قبر کا پختہ بنانا' چار دیواری بنانا اور کتبہ لگانا
(۲) مردے نہیں سنتے

(سوال) (۱) قبروں کا پختہ بنانا یا چار دیواری بنوانا یا ایک پتھر پر نام میت یا تاریخ وفات لکھ کر قبر پر نصب کرنا

---

(۱) اذا خربت القبور' فلا باس بتطينها (هنديه : باب الجنائز' فصل في القبر والدفن ۱/۱٦٦ ط ماجديه)

(۲) بلکہ احادیث میں بعض عبادات محضہ کو بھی کسی دن کے ساتھ خاص کرنے کی ممانعت آئی ہے چہ جائیکہ ایک مباح کام کے لئے دن کی تخصیص کی جائے عن ابی هريرة : عن النبی ﷺ قال : لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي' و لا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الخ (مسلم شريف' كتاب الصوم' باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم الخ ۱/۳٦۱ قديمی)

(۳) و يحفر قبرا لنفسه' و قيل يكره والذی ينبغی ان لا يكره تهيئة نحوا لكفن' بخلاف القبر' قوله والذی ينبغی الخ كذا قاله فی شرح المنية' وقال : لان الحاجة اليه متحققة غالباً' بخلاف القبر' بقوله تعالىٰ' وما تدری نفس بای ارض تموت' وقال الرافعی' قوله بخلاف القبر لقوله تعالىٰ الخ حفره لا ينا فی الآية لنفعه فی الجملة ولو لغيره (رد المحتار' باب الجنائز ۲/۲٤٤ ط سعيد)

(٤) ويكره الآجر فی اللحد اذا كان يلی الميت' اما فيما وراء ذالك لا باس به (خانيه علی هامش الهندية' باب فی غسل الميت وما يتعلق به ۱/۱۹٤ ط ماجديه كوئٹه)

کریں دوسرا عالم جمعہ کی عید کا فتویٰ دے اور شہر میں دو عیدیں ہوں ایک فریق دسویں ذی الحجہ پنج شنبہ کو سمجھے اور ایک جمعہ کو اور اس شہر کے صدر کیمپ میں عام طور پر علماء نے جمعہ کی دسویں قرار دی تو اس صورت میں پنج شنبہ کی نماز عید اور قربانیاں جائز ہوں گی یا نہیں ؟ اور یہ امام شرعاً مفتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۳۳) مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے غلطی پر ہے۔ وان كان بالسماء علة لا تقبل الاشهادةرجلين او رجل وامرأتين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافى خزانة المفتين و تشترط العدالة هكذا فى النقاية (هنديه) (۱) اور جب کہ عدالت شہود شرط ہے پس ایسے لوگوں کی شہادت سے جو غیر معتبر تھے پنج شنبہ کی عید کا حکم صحیح نہیں اور نہ اس روز کی قربانی جائز اور درست ہوئی تاوقتیکہ کسی صحیح شرعی طریقہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ جمعرات کی عید ٹھیک تھی اس وقت تک ان لوگوں کو یہی حکم دیا جائے گا کہ تمہاری قربانی جائز نہیں ہوئی۔

مطلع صاف نہ ہو تو ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) ہندوستان کے بعض بلاد میں عید الفطر کا چاند انتیسویں رمضان کو یوم شنبہ کو نہیں دیکھا گیا اور نہ مقامات رویت کی ان بلاد میں شرعی شہادت پہنچی بناء علیہ بجوائے حدیث فان غم علیکم الھلال فاکملو اثلاثین (۲) اتوار کی عید کی گئی اس کے بعد چونکہ مسلسل بارش ہوئی ابر اکثر آسمان پر محیط رہا مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی رویت ۲۹ کو نہ ہو سکی اور نہ مقامات رویت سے شہادت پہنچی اب ان بلاد کے رہنے والوں کے واسطے عید الاضحیٰ کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ آیا یہ لوگ بدون رویت اور بدون شہادت معتبرہ شرعیہ مقامات رویت کا اتباع کر کے یوم جمعہ کو عید الاضحیٰ کر سکتے ہیں یا حدیث مذکور کی بناء پر اکمال ثلثین لازم ہو گا (جس کے اعتبار سے سنیچر کو عید الاضحیٰ کرنا چاہئیے) صورت اولیٰ میں مقامات رویت کا اتباع بدون شہادت شرعی معتبرہ کے جو حدیث مذکورہ کے قطعاً خلاف ہے کسی حجت شرعی کی بناء پر ہے ؟ صورت ثانیہ میں جن لوگوں نے یوم جمعہ کو نماز عید الاضحیٰ پڑھی اور اسی دن قربانی کی جو بالکل قبل از وقت ہے ایسی حالت میں ان سے وجوب صلوٰۃ اور وجوب اضحیہ ادا ہو گا یا نہیں ؟

(جواب ۲۳٤) مطلع صاف نہ ہو تو ثبوت رویت ہلال عید کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے کسی ایسی جگہ کے باشندوں کو جہاں کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے صرف افواہ کا اعتبار کر کے عید کر لینا

---

(۱) کتاب الصوم، الباب الثانی فی رویة الهلال ۱۹۸/۱ ط رشیدیه، کوئٹه

(۲) عن ابن عباس: قال : قال رسول الله ﷺ صوموا الهلال، لرؤیته، وافطروا لرؤیته فان غم علیکم ، فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی، کتاب الصوم، اکمال شعبان ثلاثین اذا غُم ص ۲۳۲ ط سعید)

جائز نہیں اگر ایسا کریں گے تو ان کی قربانی وغیرہ کو تاوقتیکہ شرعی طریقے سے جمعہ کی عید کا ثبوت نہ ہو جائے حکم عدم جواز ہی دیا جائے گا وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرء تين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافي المفتيين و تشترط العدالة كذافي النقاية (هنديه مختصراً) (۱) حدیث فان غم عليكم الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی طریقے سے بھی چاند کا ثبوت نہ ہو سکے تیس روزے پورے کرنے چاہئیں لیکن اگر کسی طرح ثبوت ہو جائے مثلاً کسی دوسری جگہ کی رویت کی شہادت گزر جائے یا خبر رویت کا تواتر یا شہرت ہو جائے تو پھر یہ حکم نہیں رہے گا پس صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے جمعہ کی عید بدون ثبوت شرعی کے کرلی ہے نہ انکی نماز ہوئی نہ قربانی ادا ہوئی (۲) مگر یہ حکم عدم صحت صلوۃ و عدم جواز قربانی کا اسی وقت تک رہے گا جب تک کہ ان کے یہاں رویت کا ثبوت شرعی نہ ہو جائے اور جب ثبوت شرعی ہو جائے تو ان کی نماز کی صحت اور قربانی کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

تیسویں تاریخ کو زوال کے بعد چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاو کفارہ دونوں لازم ہوں گے

(سوال) اگر رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا گیا اب بحسب شرع اسی وقت افطار کرنا چاہئیے یا بعد غروب آفتاب؟ اور اگر قبل از غروب افطار کر لیا تو قضاو کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا نہیں؟ مجموعۃ الفتاویٰ جلد سوم ص ۶۹ (۳) میں امام مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے اذا رايتم الهلال فصوموا واذا رايتموه فافطروا (۴) حاشیہ عالمگیری فتاویٰ بزازیہ ص ۱۱۳ میں ہے رأى هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدته وافطر قال في المحيط اختلفوا في لزوم الكفارة والا كثر على الوجوب (۵) ان دونوں عبارتوں کا کیا مطلب ہے؟

(جواب ۲۳۵) دن میں رویت ہلال کا کوئی اعتبار نہیں زوال سے پہلے ہو یا بعد زوال ورؤيته نهارا قبل الزوال و بعده غير معتبر على ظاهر المذهب و عليه اكثر المشائخ و عليه الفتوى بحر عن الخلاصة (درمختار) (۶) بزازیہ کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے حدیث اذا رايتم الخ کا

---

(۱) كتاب الصوم' الباب الثاني في رؤية الهلال ۱/ ۱۹۸ ط رشيديه' كوئٹه

(۲) قربانی اور عید کی نماز عید کے دن کی وجہ سے واجب ہوتی ہے جب عید ہوئی ہی نہیں تو نماز بھی واجب نہیں ہوئی' اور وجوب سے پہلے ادا درست نہیں

(۳) کتاب الصوم' فصل مدار صوم و افطار رمضان کدام چیز است ۳/ ۲۴۸ ط امجد اکیڈمی' لاہور

(٤) عن ابى هريرةؓ قال : قال رسول الله' اذا رايتم الهلال فصوموا و اذا رأيتموه فافطروا الخ (مسلم' كتاب الصيام' باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ ۱/ ۳٤۷ ط قديمي)

(٥) كتاب الصوم' الفصل الثالث فيمايفسده' وما لايفسده الخ ٤/ ۱۰۰ ط كوئٹه

(٦) كتاب الصوم ۲/ ۳۹۳ ط قديمي

مطلب یہ نہیں ہے کہ دن میں چاند دیکھو اور روزہ توڑ ڈالو بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزے کے وجوب و فطر کا دارومدار رویت شرعیہ معتبرہ پر ہے اور رویت شرعیہ معتبرہ وہی ہے جو بعد غروب شمس ہو قبل غروب کی رویت معتبر نہیں پس جب کہ رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا تو روزہ غروب شمس تک پورا کرنا واجب ہے اگر دن میں افطار کرلیں گے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (۱)

بادل کی صورت میں افطار کے لئے دو آدمیوں کی گواہی معتبر ہے

(سوال) ایک شہر میں انتیس ذی قعدہ کو پیر کے روز منگل کی شب کو رویت ہلال ذی الحجہ ہوئی ایسی حالت میں کہ مطلع صاف نہ تھا بلکہ ابر غلیظ محیط تھا دیکھنے والوں میں سے دو آدمیوں نے آکر معززین شہر کی موجودگی میں چاند دیکھنے کی شہادت دی اور ان کی شہادت کی تائید میں اور بھی شہر کے مختلف محلوں سے خبریں آئیں کہ پیر کے روز فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا، جن میں سے بعض ثقہ اور بعض مستور الحال ہیں مفتی صاحب نے ایسی حالت میں کہ علۃ فی السماء موجود تھی ثبوت رویت کے لئے ان دو شہادتوں کو کافی سمجھ کر اعلان کرادیا کہ عید اضحیٰ حسب شہادت پنج شنبہ کو ہوگی حسب اعلان کل شہر میں پنج شنبہ کو عید ہوئی مگر چند آدمیوں نے جن کی تعداد تیس یا چالیس سے زیادہ نہیں تھی اس شہادت کو غیر معتبر سمجھ کر پنج شنبہ کو عید نہیں کی جن لوگوں نے اس شہادت پر عید کی تو ان کے حساب سے محرم کی پہلی تاریخ بھی پنج شنبہ کو ہوتی ہے مگر چار شنبہ کو محرم کا چاند دیکھا نہیں گیا بلکہ پنج شنبہ کو ہوا اور جمعہ کے روز محرم کی پہلی تاریخ قرار پائی اب وہ لوگ کہ جنہوں نے خلاف حکم مفتی و شہادت دوسرے روز عید کی تھی طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ کیا اکتیس کا چاند ہوا؟ جمعرات کے روز کی عید قربانی کچھ بھی نہیں ہوئی کیا ان کا یہ قول صحیح ہے فی الواقع جمعرات کی عید نہیں ہوئی؟ باوجودیکہ اس کا دارومدار حجت شرعی یعنی شہادت معتبرہ شرعیہ پر ہے یا کہنے والے غلطی پر ہیں علاوہ ازیں شاہدوں پر غیر واقع بہتان لگاتے ہیں حالانکہ ان میں صفت عدالت (اجتناب عن الکبائر و عدم اصرار علی الصغائر وغیرہ) موجود ہے پس ثبوت رویت ہلال ازروئے شہادت یقین کی حد کو پہنچا جن لوگوں نے اس شہادت کے حکم کے خلاف کیا وہ مورد ملامت ہیں بادیگر جملہ اہل شہر کہ جنہوں نے حسب الشہادۃ حکم شرعی کی تعمیل کی؟ جو لوگ کہ شاہدوں پر بہتان باندھتے ہوں ان کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے بالفرض اگر کسی شخص سے کسی زمانے میں کسی ناجائز امر کا صدور ہوا ہو تو بعد تائب ہونے کے بھی مقبول الشہادۃ ہوگیا یا نہیں؟

(جواب ۲۳۶) مفتی صاحب کا حکم اس صورت میں کہ آسمان پر ابر غلیظ موجود تھا اور دو آدمیوں نے

---

(۱) رای هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدته، وافطر، قال فی المحیط: اختلفوا فی لزوم الکفارة، والاکثر علی الوجوب (بزازیة علی هامش الهندیة، کتاب الصوم، فصل فیما یفسده وما لا یفسده الخ ۴/ ۱۰۰ ط کوئٹه)

جو معتبر اور عادل تھے رویت کی شہادۃ دی صحیح تھا (۱) اور اس کا اعتبار اور اس پر عمل کرنا لازم تھا جن لوگوں نے اسکے خلاف کیا وہ خود مورد ملامت ہیں نہ کہ مفتی صاحب اور ان کے حکم کے موافق عمل کرنے والے کیونکہ عمل کا مبنی حجت شرعیہ ہے عدالت شہود کی معتبر تعریف یہ ہے کہ کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو (۲) اور اس کے حسنات سیئات پر غالب ہوں اگر کسی وقت کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے اور اس سے توبہ کرلے تو بعد توبہ اس کی شہادت مقبول ہے اور پچھلا گناہ جس سے توبہ کرلی ہے اس کی عدالت میں مضر نہیں سوائے محدود فی القذف کے (۳) چار شنبہ کو محرم کا چاند نہ ہونا کچھ مضر نہیں مگر تاریخ پہلی جمعرات کی ہوگی کیونکہ تیس دن پورے کرنے سے دوسرا مہینہ شروع ہو جائے گا خواہ کسی وجہ سے رویت نہ ہو (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) امارت شرعیہ پھلواری شریف کے اشتہار کی خبر سے عید کرنا
(۲) امارت شرعیہ کا عید کی اطلاع کے لئے ایک آدمی کا بھیجنا کافی ہے

(سوال) (۱) کیا امارت شرعیہ پھلواری شریف کا اپنی جگہ پر شرعی اصول پر ہلال عید یا اضحیٰ کی شہادت لیکر بذریعہ اشتہار کے لوگوں کو نماز عید اور افطار یا نماز اضحیٰ یا اضحیہ کی خبر دینی صحیح ہے؟ اور لوگوں کو محض اس اشتہار پر افطار اور قربانی کرنا صحیح ہے؟

(۲) امارت شرعیہ پھلواری شریف کا عید اضحیٰ وغیرہ کی رویت کی خبر کے لئے ایک مبلغ کا کسی جگہ پر بھیج دینا وہاں کے لوگوں کی نماز و قربانی کے لئے حجت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس کا محض یہاں آکر یہ بیان کرنا کہ امیر صاحب کے روبرو رویت کی مستند شہادت گزر چکی ہے رویت کے ثبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟

المستفتی (مولانا) عبدالصمد رحمانی (مونگیر)

---

(۱) وشرط للفطر مع العلة، والعدالة نصاب الشهادة، ولفظ اشهد، و عدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد قوله، و نصاب الشهادة ای علی الاموال وهو رجلان، او رجل، وامر اتان، اما الفطر فهو نفع دنیوی للعباد، فاشبه سائر حقوقهم، فیشترط ما یشترط فیها (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/۳۸٦ ط سعید)

(۲) قوله: خبر عدل الخ العدالة ملكة تحمل علی ملازمة التقوی، والمروۃ الشرط ادناها، وهو ترك الكبائر، والا صرار علی الصغائر، وما یخل بالمروءة، و یلزم مسلما عاقلا بالغا بحر (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/۳۸۵ ط سعید)

(۳) دیکھیں حاشیہ نمبر ۱

(۴) کیونکہ اسلامی مہینے ۲۹ یا ۳۰ دن کے ہوتے ہیں تیس دن سے زائد کا کوئی ماہ نہیں عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ ذکر رمضان، فضرب بیده، فقال الشهر هكذا، وهكذا، ثم عقد ابهامه فی الثالثة، صوموا لرؤيته، وافطروا لرؤيته، فان اغمی علیکم، فاقدروا له ثلاثين (مسلم، کتاب الصيام، باب وجوب رمضان الرؤية الهلال ۱/۳٤۷ قدیمی)

واذا شهد علی هلال رمضان شاهدان، والسماء متغيمة، و قبل القاضی شهادتهما، وصاموا ثلاثين يوما، فلم يروا هلال شوال، ان كانت السماء متغيمة يفطرون من الغد بالاتفاق وان كانت مصحية يفطرون ايضا علی الصحيح، كذا فی المحيط، (هندية، کتاب الصوم، باب رؤية الهلال ۱/۱۹۸ کوئٹہ)

(**جواب ۲۳۷**) (۱) اگر اشتہار ایسی صورت سے طبع کرایا جائے جس میں جعل و تزویر کا احتمال باقی نہ رہے یعنی اس قسم کا اشتہار کوئی دوسرا شخص عادۃً و قانوناً نہ چھپوا سکتا ہو تو وہ اشتہار لوگوں کے لئے غلبہ ظن کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہو سکتا ہے اگرچہ وہ حجت قطعیہ کا درجہ اس وقت بھی نہیں رکھتا (۲) ایک مبلغ کا ارسال کافی نہیں ہے بلکہ دو آدمی بھیجنے چاہئیں اور کتاب القاضی الی القاضی کو ملحوظ رکھنا چاہئے(۱)

(۱) ٹیلی فون کی خبر پر چاند کے ثبوت کا حکم دینا
(۲) ٹیلی فون پر حلفیہ بیان لیکر بھی عید کا حکم دینا جائز نہیں
(۳) ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے ؟

(**سوال**) (۱) دربارہ رویت ہلال ٹیلی فون کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور دوست آشنا جن کی آواز کو شناخت بھی کر سکتے ہیں کہ ہاں یہ زید ہے یا عمرو ہے اور ٹیلی فون کے ذریعے سے ہزاروں روپے کا کاروبار چلتا رہتا ہے تو وہ مسلمان ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر کریں ٹیلی فون سے تخمیناً ۴۰۰ یا ۵۰۰ میل سے تو اس پر عید کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) جب دوسرے شہر سے خبر دی ٹیلی فون میں تو یہ شہر والے پھر ٹیلی فون میں ان کی شہادت حلفاً لے لیویں ؟

(۳) جب دوسرے شہر سے خبر ملی ٹیلی فون میں اس پر قلیل آدمیوں نے روزہ نہ رکھا تو ان پر قضا لازم ہے ؟ **المستفتی نمبر ۲۰۸** مولوی سید عبدالقادر ' پی ایم برگ ناٹال (افریقہ) ۳۰ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء

(**جواب ۲۳۸**) ٹیلی فون کی خبر پر رویت کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے کیونکہ ٹیلی فون پر بات کرنا شہادت شرعیہ کی حدود میں داخل نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے تاہم اشتباہ سے خالی نہیں اور مشتبہ چیز پر رویت کا حکم نہیں دیا جا سکتا ٹیلی فون پر تجارت بلکہ حکومت کا کاروبار چلتا ہو پھر بھی ٹیلی فون پر کوئی جج گواہی نہیں لے سکتا اور قانون شہادت کی رو سے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں ہو سکتی پس قانون شریعت میں بھی حکم کے لئے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں(۲)

(۲) جب ٹیلی فون کا ذریعہ اور واسطہ معتبر نہیں تو حلف لینا نہ لینا برابر ہے اور وہ حلف بھی معتبر

---

(۱) اور کتاب القاضی الی القاضی میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے ' ولا یقبل الکتاب الا بشهادة رجلین او رجل ' وامرأتین (هدایه ' کتاب ادب القاضی ' باب کتاب القاضی الی القاضی ۳/۱۳۹ امدادیه ' ملتان)

(۲) ولا یشهد علی محجب بسماعه منه الا اذا تبین لقائل بان لم یکن فی البیت غیره ...... او یری شخصها ای للقائلة مع شهادة اثنین بانها فلانة بنت فلان ابن فلان ' الخ (الدر المختار ' کتاب الشهادات ۵/۴۶۸ طبع سعید)

نہیں یعنی یہ ثابت نہ ہوگا کہ حلف کون کر رہا ہے یا حلفی شہادت کون دے رہا ہے اس لئے اس خبر پر عید کرنے کا حکم کرنا درست نہ ہوگا(۱)

(۳)اگر دوسرے شہر سے کسی شخص کو رمضان کے چاند کی خبر ٹیلی فون پر ملے اور اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں شخص کی آواز ہے اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہے تو یہ شخص اپنے اس یقین پر اپنے نفس کے لئے عمل کر سکتا ہے یعنی خود روزہ رکھ سکتا ہے(۲) لیکن دوسروں کو نہیں کہہ سکتا کہ تم روزہ رکھو اور نہ عام طور پر رمضان کے ثبوت کا حکم دیا جا سکتا ہے اور اگر عید کے چاند کی خبر کسی کو ٹیلی فون پر ملے تو وہ باوجود آواز پہچاننے اور یقین ہو جانے کے بھی روزہ نہ چھوڑے بلکہ لوگوں کے ساتھ خود بھی روزہ رکھے اور جب عید کے چاند کی رویت ہو جائے یا رویت کا شرعی شہادت سے ثبوت ہو جائے اور سب عید منائیں تو یہ بھی عید منائے (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

(۱)معتبر داڑھی منڈھے اور دھوتی باندھنے والے کی گواہی

(۲)شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں مفتی یا امام مسجد چاند کی گواہی لے تو بھی شہادت کی شرائط کی رعایت ضروری ہے

(۳)مختلف خطوط سے اگر چاند کا یقین ہو جائے

(سوال) (۱) اس زمانے میں جب کہ ڈاڑھی منڈوں کی کثرت ہے پس اگر کوئی ڈاڑھی منڈانے والا رویت کی شہادت دے اور وہ عرفاً ثقہ اور معتمد سمجھا جاتا ہو پس آیا شرعاً اس کی گواہی مان لی جائے اسی طرح داڑھی والا نمازی جب کہ تہمد یا دھوتی باندھے ہوئے ہو۔

(۲) جب کہ اس زمانے میں حاکم مسلم نہیں ہے تو آیا مفتی یا امام مسجد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند میں بلا لفظ شہادت گواہی کو مان لے تو کیا حرج ہے ؟

(۳)جب کہ دو خط ایسے آجائیں جن میں اشتباہ نہ ہو اور دل کو اطمینان ہو جائے تو آیا ان دو خطوں کی بناء پر عید الاضحیٰ بحساب ۲۹ ہو سکتی ہے ؟مثلاً برما کے شہر ٹانگو میں ایک خط رنگون کے دار الافتا سے بنام امام مسجد جواباً گیا کہ یہاں عید کلکتہ وغیرہ کی رویت کی بنا پر روز دو شنبہ بحساب انتیس ہوگی اور دوسرا خط اسی امام مسجد ٹانگو کے نام جواباً امام جامع مسجد مانڈلے کی طرف سے گیا کہ یہاں باہر کے دو معتمد

---

(۱)ولا یشهد علی محجب بسماعه منه الا اذا تبین لقائل بان لم یکن فی البیت غیره ..... او یری شخصها ای للقائلة مع شهادة اثنین بانها فلانة بنت فلان ابن فلان، الخ (الدر المختار، کتاب الشهادات ٥/٤٦٨ طبع سعید)

(۲) انه لایلزم لثبوت رمضان الشهادة الشرعیة بل یکفی خبر عدل، والخبر علی التلفون معتبر اذا عرف المتکلم، وهو ثقة فلیتفکر (آلات جدیدة ص ١٩٤ ادارة المعارف، کراچی)

(۳) رجل رای هلال الفطر، وشهد، ولم تقبل شهادته کان علیه ان یصوم، فان افطر کان علیه القضاء (هندیه، کتاب الصوم، باب الثانی فی رؤیة الهلال ١/١٩٨ کوئته)

گواہوں کی شہادت رویت کی بنا پر بروز دو شنبہ عید الاضحیٰ ہو گی پس آیا ان دونوں معروضہ بالا خطوط کی بنا پر شہر ٹانگو کے مسلمانوں کو عید کرنا جائز تھا یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۸۶** مولانا عبدالخالق صاحب رنگون ۲ صفر ۱۳۵۳ھ م ۷ مئی ۱۹۳۴ء

(**جواب ۲۳۹**) (۱) ڈاڑھی منڈانے والا اگرچہ عرفاً ثقہ اور قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو اس کی گواہی شرعاً غیر مقبول ہے (۱) لیکن اگر قاضی قبول کرلے اور حاکم کر دے تو حکم صحیح ہو جائے گا (۲)

(۲) نمازی اور داڑھی والا شخص اگر دھوتی باندھے تو اس کی گواہی قابل قبول ہے (۳)

(۳) بوجہ حاکم مسلم نہ ہونے کے امام یا مفتی قائم مقام قاضی کے تو ہو سکتا ہے (۴) لیکن باقی ان تمام امور کی رعایت کرنی ہو گی جو خود قاضی کے لئے واجب الرعایۃ تھے اور لفظ شہادت فطر و اضحیٰ کے لئے ضروری ہیں (۵) اگر گواہ ناواقفیت کی بناء پر خود نہ کہے تو اس سے کہلوا لئے جائیں۔

(۴) خطوط کی بنا پر ذاتی طور پر عمل تو کیا جا سکتا ہے جب کہ خطوط پر اعتماد ہو لیکن حکم کے لئے خطوط اگرچہ قابل اعتماد ہوں کافی نہیں ہیں (۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ٹیلی فون کی خبر شہادت کے باب میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس میں تصویر بھی نظر آئے

(**سوال**) ہمارے شہر میں جو کہ ساحل بحر پر نشیب میں واقع ہے اور اکثر مطلع بھی صاف نہیں ہوتا بدیں وجہ چاند نظر نہیں آتا مگر ہمارے شہر کے قریب ڈربن نامی مقام سے میرے دوست نے مجھ کو ۲۹ رمضان کے مغرب اور عشا کے درمیان بذریعہ ٹیلی فون خبر دی کہ میں نے ہلال فطر دیکھ لیا ہے میں نے ان سے مزید تاکید کے لئے کہا کیا صرف آپ نے دیکھا یا آپ کے ساتھ کسی اور نے بھی دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ تین چار آدمیوں نے بھی دیکھا ہے میں نے اپنے دوست سے کہا کہ وہ اگر آدمی بھی ٹیلی فون پر آکر ہلال کی رویت کے متعلق مجھ کو اطلاع دیں تو ہم کو تسلی تشفی ہو جائے گی چنانچہ میرے دوست نے ان کو بلوایا اور انہوں نے چاند کی رویت کی اطلاع مجھ کو دی اور یہ خبر دینے والے چار

---

(۱) سئل فی شهادة محلوق اللحية هل تقبل' ام لا ؟ الجواب' لم اجد' فحيث ادمن على فعل هذا المحرم يفسق الخ (فتاوى تنقيح حامديه' الشهادة اذا بطلت الخ ۱/ ۳۵۱ مكتبه حاجى عبدالغفار' قندهار' افغانستان)

(۲) فلو قضى بشهادة فاسق نفذ واثم قوله بشهادة فاسق نفذ' قال فى جامع الفتاوى' واما شهادة الفاسق' فان تحرى القاضى الصدق فى شهادته تقبل' والا لا-اه' و فى فتاوى القاعدية' هذا اذا غلب على ظنه صدقه الخ (رد المحتار' كتاب الشهادات ٥/ ٤٦٦ ط سعيد)

(۳) دھوتی باندھنا کوئی گناہ نہیں اس لئے شہادت میں کوئی خلل نہیں آتا

(٤) والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه (عمدة الرعاية' على شرح الوقاية' كتاب الصوم ۱/ ٢٤٦ سعيد كمپنى)

(٥) أما فى العيد فيشترط لفظ الشهادة (البحر الرائق' كتاب الصوم ۲/ ۲۸۳ بيروت)

(۶) کیونکہ یہ شرعاً حجت نہیں اور کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط مفقود ہیں

آدمی معتبر قابل اعتماد عند الشرع ہیں اور چونکہ روزمرہ تجارتی کاموں میں ان لوگوں کے ٹیلی فون آتے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کی آواز کو بخوبی میں پہچانتا ہوں۔

اسی طرح اور کئی مقامات مثل میرس برگ، لیڈ سمتھ، نیو کاسل، جوہانسبرگ وغیرہ سے بھی ٹیلی فون پر آکر متعدد ثقہ معتبر اشخاص نے ہلال عید کی خبر دی جن کی آوازوں کو روزمرہ کاروبار کی وجہ سے میں خوب پہنچانتا ہوں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ایسی صورت میں ان خبروں کو معتبر شمار کیا جائے یا نہیں؟ اور عام حکم دیا جائے یا نہیں؟ جب کہ تواتر کے ساتھ تمام مقامات والے برابر خبر دے رہے ہیں فطر کی طرح روزہ رکھنے کے بارے میں ثبوت رمضان کے لئے بھی ٹیلی فون کا اعتبار کیا جاوے یا نہیں یہ امر قابل توجہ ہے کہ یہاں کے تجارتی اور خانگی تمام کام بذریعہ ٹیلی فون کے ہوتے ہیں جو ہمیشہ معتبر شمار کئے جاتے ہیں اب تو یہ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والے کا فوٹو بھی جس سے گفتگو ہوتی ہے اس کے سامنے آیا کرے گا اگرچہ اب تک رائج نہیں ہے موجودہ شکل میں اور جو آئندہ آنے والی ہے کچھ فرق ہے یا نہیں ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۸۸** مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب، راندیر ضلع سورت ۶ صفر ۱۳۵۳ھ م ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۰) ٹیلی فون کی حیثیت اگرچہ ٹیلی گراف سے مختلف ہے لیکن شہادت کے موقع پر دونوں کا حکم شرعی ایک ہے جس طرح کہ تار کے ذریعہ سے شہادت ادا نہیں کی جاسکتی اسی طرح ٹیلی فون بھی ادائے شہادت کے لئے مفید ومقبول نہیں (۱) قانونی عدالتیں بھی تار یا ٹیلی فون پر شہادت قبول نہیں کرتیں اگر آئندہ فون پر بات کرنے والے کا فوٹو بھی سامنے آجائے تب بھی باب شہادت میں وہ ناقابل اعتبار رہے گا تمام کاروبار کا اس پر مدار ہونا اور روزانہ لوگوں کا تجارتی اور نجی کاموں میں اس کو معتبر سمجھنا اس کے لئے کافی نہیں کہ شہادت میں بھی اس پر اعتبار کیا جائے جیسے کہ حکومت ہند کے اہم سے اہم کام تار کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں لیکن ایگزیکٹو (انتظامی) صیغہ میں تار پر بھروسہ کرنے کے باوجود جوڈیشنل (عدالتی) صیغہ میں اس کو معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

ہاں جب کہ کثرت تار یا ٹیلی فون کی وجہ سے کسی کو خبر کا یقین ہو جائے تو وہ شخصی طور پر عمل کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن حکم کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس پر رویت ہلال یا افطار یا عید کا عام حکم نہیں دیا جاسکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ ۲

(۲) رویت ہلال رمضان کے لئے شہادت ضروری نہیں بلکہ خبر کافی ہے البتہ عید کے لئے شہادت ضروری ہے لہذا ٹیلی فون وغیرہ سے اگر یقین ہو جائے تو رمضان کا حکم لگادیا جائے گا لیکن عید کا نہیں کیونکہ ٹیلی فون میں شروط شہادت مفقود ہیں قال علمائنا الحنفية فی کتبهم، و یثبت رمضان لرؤية هلاله، و باکمال عدة شعبان ثلاثین، ثم اذا کان فی السماء علة من نحو غيم، او غبار قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل فی ظاهر الرواية، او مستور علی قول مصحح، لا ظاهر فسق اتفاقا سواء جاء ذلك المخبر من المصر، او من خارجه، وشرط هلال الفطر مع علة فی السماء شروط الشهادة (رسائل ابن عابدين، رسالة تاسعة ۱/ ۲۳۴ سهيل اکیڈمی)

ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے ؟

(سوال) (۱)اگر رویت ہلال مختلف مقامات سے ٹیلی فون کے ذریعے آوے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز کو شناخت بھی کر لیا جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز کو وہ شخص شناخت کر سکتا ہے جس کو اس کا کام پڑتا ہے اور اس وجہ سے ٹیلی فون کی خبر کو ٹیلی گرام سے زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے اور پھر سننے والے کو متفرق مقامات کی خبریں سننے سے اس کا اطمینان بھی ہو جائے کہ یہ خبریں پہنچی ہیں اور ضرور چاند ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار کر کے روزہ رکھنے یا افطار کا شرعاً حکم دے سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۲)اگر کوئی جگہ نشیب میں واقع ہو جیسے ڈربن (ناٹال ساؤتھ افریقہ) کہ اس کی مغرب کی طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں چنانچہ سال بھر میں شاید ہی ایک دو دفعہ رویت ہلال ہوتی ہو گی اور وہاں رویت ہلال کی کوئی صورت نہیں دوسری جگہ آس پاس سے بھی زبانی شہادت آنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ ٹیلی فون کے ذریعے سے خبر آوے۔ المستفتی نمبر ۳۷۴ مولوی محمد کفایت اللہ مدرسہ عربی کٹھور ضلع سورت ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲٤۱) ٹیلی فون کی خبر شرعی شہادت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی البتہ جس شخص کو یقین ہو کہ ٹیلی فون پر بولنے والا فلاں شخص ہے اور وہ رویت کی خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور یا اتنے ٹیلی فون آجائیں کہ ان سے چاند ہونے کا غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو جس کو یہ یقین حاصل ہو جائے وہ خود عمل کر سکتا ہے لیکن اس ذریعے کو شہادت قرار دیکر عام حکم نہیں دیا جا سکتا(۱) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

احناف کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں

(سوال) رویت ہلال کی شہادت بذریعہ تار اور خطوط نیز ٹیلی فون سے معتبر ہے یا نہیں ؟اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک مطلع کی حد یا رقبہ کتنے میل کا شمار ہو گا المستفتی نمبر ۳۹۲ محمد امیر (پالن پور) ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲٤۲) رویت ہلال میں تار ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں یعنی حکم کے لئے کافی نہیں اختلاف مطالع کا حنفیہ کے نزدیک اعتبار نہیں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیس رمضان کو غروب سے کچھ دیر قبل چاند دیکھا تو وہ آئندہ شب کا ہو گا

(سوال) اگر رمضان شریف کی انتیسویں تاریخ کو باوجود مطلع صاف ہونے کے اور انتہائی کوشش کے

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر۲ (۲) واختلاف المطالع' ورؤیته نهارا قبل الزوال' و بعده غیر معتبر علی ظاهر المذهب' و علیه اکثر المشایخ' و علیه الفتوی' بحر عن الخلاصه (الدر المختار' کتاب الصوم ۲/۳۹۳ ط سعید)

عید کا چاند نظر نہ آئے اور تیس تاریخ کو سورج غروب ہونے سے آدھ گھنٹہ پہلے نظر آجائے تو آیا روزہ اسی وقت چاند دیکھ کر افطار کر دینا چاہئیے یا وقت افطار کا انتظار کرنا چاہئیے المستفتی نمبر ۶۹۴ سید جمال الدین پھگواڑہ ۲۸ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۳) غروب آفتاب کے کچھ پہلے چاند نظر آجائے تو وہ چاند آئندہ شب کا چاند قرار دیا جائے گا گزشتہ شب کا نہ ہوگا اور قبل غروب دیکھنے والے کو جائز نہیں کہ وہ غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کرلے روزہ آفتاب غروب ہونے پر حسب قاعدہ افطار کرنا چاہئیے اگر پہلے افطار کرلیا جائے تو یہ روزہ نہ ہوگا(۱) اور اس کی قضا رکھنی ہوگی محمد کفایت اللہ

ایک مقام پر اگر چاند نظر آجائے تو دوسرے مقام والوں کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے

(سوال) شہر اوجین میں ۲۹ شعبان المعظم کو مطلع بالکل صاف تھا اور باوجود پوری کوشش سے دیکھنے کے چاند نظر نہیں آیا مگر دوسرے مقامات سے اب یہ اطلاعات پہنچ رہی ہیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا مثلاً جریدہ الجمعیۃ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۱۹۵۵ء میں موضع کھرالہ کی عینی شہادت پر حضرت مفتی صاحب نے دہلی میں دوشنبہ کی پہلی تاریخ قرار دیکر تعین لیلۃ القدر اور ایک روزہ قضا رکھنے کا اعلان شائع فرمایا ہے اسی طرح اسی اعلان کے نیچے امارت شرعیہ پھلواری شریف کا ایک اعلان شائع ہوا ہے ان ہر دو مقامات پر ابر ہونا بھی تصدیق ہوتا ہے مگر جہاں مطلع بالکل صاف ہو اور ہزاروں میں سے ایک شخص کو بھی چاند نظر نہ آیا ہو ایسی صورت میں کیا مندرجہ صدر تصدیقات پر روزہ قضا رکھا جائے۔ المستفتی نمبر ۱۲۵۶۔ ۲۸ رمضان ۱۳۵۵ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۴۴) رویت کی شہادت اگر معتبر ہو تو پھر اس کا اعتبار ہوگا(۲) اور نہ دیکھنے والے خواہ کتنے ہی کثیر ہوں ان کو بھی روزہ رکھنا ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں
(۲) خط، ٹیلی فون اور تار وغیرہ سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے؟
(۳) مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کرنا جائز ہے

(سوال) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور اس میں قول صحیح ظاہر الروایت مفتی بہ کیا

---

(۱) اور کفارہ بھی دینا ہوگا دیکھیں صفحہ نمبر ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۱

(۲) واختلاف المطالع غير معتبر على المذهب، فيلزم اهل المشرق لرؤيته اهل المغرب (تنوير الابصار، كتاب الصوم ۲/ ۳۹۳، ۳۹٤ طبع سعيد)

ہے ؟

(۲) اگر کسی شہر میں رویت صحیح ثابت نہ ہوئی ہو بس دوسرے شہروں سے کہ جہاں رویت تحقیق ثابت ہو اخبارات یا خطوط متواترہ یا تار برقی یا ٹیلی فون کے ذریعہ خبر منگا کر روزہ افطار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) باوجود بالکل مطلع صاف ہونے کے اس زمانہ میں دو عادل آدمیوں کی شہادت شرعاً معتبر ہے یا نہیں اگر نہیں تو عبارت ذیل در مختار و شامی کا کیا جواب ہے **وعن الامام انه یکتفی بشاهدین واختاره فی البحر (درمختار)** (۱) **حیث قال و ینبغی العمل علے هذه الروایة فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاهلة الخ اقول وانت خبیر بان کثیراً من الاحکام تغیرت لتغیر الازمان ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم ان لا یصوم الناس الا بعد لیلتین او ثلاث لما هو مشاهد من تکاسل الناس بل کثیرا ماراینا هم یشتمون من یشهد بالشهر ویؤذونه (حینئذ فلیس فی شهادة الاثنین تفرد من بین الجم الغفیر حتی یظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الروایة فتعین الافتاء بالروایة الاخری شامی ص ۱۰۱ ج ۲** (۲)

المستفتی نمبر ۱۳۲۰ مولانا محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ جامعہ اسلامیہ شہر ملتان ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۳۰ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۵) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں اور حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہی ہے (۳)

(۲) دوسرے شہروں کی رویت کی شہادت بطریق شرعی آجائے تو مقام موصول الیہ میں بھی صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا اخبارات اور خطوط اور تار برقی اور ٹیلی فون اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبہ ظن کو مفید ہوں تو صوم اور افطار کا حکم دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر اتنی کثرت اس حد تک نہ پہنچے تو ان پر حکم دینا جائز نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کو کسی خاص خبر یا خط سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے وہ اپنے حق میں اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن عام طور پر ان ذرائع سے حاصل شدہ خبر پر حکم نہیں دیا جاسکتا (٤)

(۳) دو آدمیوں کی جب کہ وہ عادل ہوں اور ان کی شہادت کے ساتھ قرائن صدق بھی ہوں شہادت بول کر لینا جائز ہے اور اس پر حکم کر دینا بھی درست ہے خواہ شہادت رویت ہلال صوم کے متعلق ہو، یا ہلال فطر کے متعلق (٥) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید

(۲) کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۹ حاشیہ نمبر ۲

(۴) دیکھئے صفحہ ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲

(۵) و عن الامام، انه یکتفی بشاهدین، واختاره فی البحر ' الخ حیث قال، و ینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا، لتکاسل الناس .... فانتفت علة ظاهر الروایة، فتعین الافتاء بالروایة الاخری، الخ (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید)

(۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر سے عید کرنا جائز نہیں
(۲) مطلع صاف ہو تو بھی دو عادل گواہوں کی گواہی معتبر ہے
(۳) مطلع صاف ہو تو عید کے چاند کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے ؟
(۴) رمضان کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی بھی معتبر ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو

(سوال) (۱) انتیسویں رمضان المبارک کو تار یا ٹیلی فون کے ذریعے سے رویت ہلال شوال المکرم کی خبر ملنے پر تیسویں کا روزہ افطار کرنا اور عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) انتیسویں رمضان المبارک کو گاؤں کے بہت سے آدمی چاند دیکھنے کے واسطے شہر سے باہر جنگل میں گئے اور مطلع بالکل صاف تھا کسی کو چاند نظر نہیں آیا ایک دو آدمی کہیں کہ ہم کو چاند نظر آتا ہے دوسروں کو بلا لیتے ہیں تو کسی کو نظر نہیں آتا اب جس کو چاند نظر آتا ہے اس کو تیسویں کا روزہ رکھنا چاہئیے یا افطار کرنا چاہئیے اور گاؤں کے لوگوں کو ان چاند دیکھنے والوں کی گواہی قبول کرنی جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) اگر مطلع صاف ہو تو انتیسویں رمضان المبارک کو چاند کے واسطے کتنے گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہے

(۴) امسال ۲۹ رمضان المبارک کو مطلع بالکل صاف تھا بہت سے اشخاص دیکھ رہے تھے ایک دو شخص نے خواہ مخواہ کہہ دیا کہ چاند نظر آگیا ۳۰ رمضان المبارک کو سب نے روزے رکھ لئے تھے مگر علی الصبح ایک پیر صاحب نے اپنے دوست کو تار دیا کہ ”عید مبارک“ ان دو کی گواہی اور اس تار کی خبر پر کہ عید ہو گئی چند لوگوں نے بغیر کسی کے دریافت کرنے کے روزے افطار کر لئے اور بہتوں کے کرا دیئے خوب کھا پی کر عید منا کر نماز کے لئے تیار ہوئے جب زیادہ شور و شغب ہوا ایک مولوی صاحب سے دریافت کرنے گئے کہ اب کیا کرنا چاہئیے مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم امساک کر لو تمہارا روزہ ہے کوئی بات نہیں لہذا صائم بن گئے تاکہ اس قسم کی آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو **المستفتی** نمبر ۲۱۹۹ مولوی محمد عمر صاحب (اڑیسہ) ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲٤٦) (۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر رویت ہلال میں معتبر نہیں عینی شہادت ہونی چاہئیے (۱)

(۲) اگر یہ چاند دیکھنے والے معتبر اور نیک پابند شرع لوگ ہوں تو ان کی شہادت مقبول ہوگی (۲)

(۳) مطلع صاف ہو تو اتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے کہ اس سے چاند ہونے کا یقین ہو جائے تعداد قاضی کی رائے پر مفوض ہے (۳)

---

(۱) کیونکہ عید کے چاند کے لئے شہادت ضروری ہے اور شہادت روبرو دینا ضروری ہے اس لئے ٹیلی فون پر شہادت جائز نہیں دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲ (۲) فی الدر المختار، وعن الامام، انه یکتفی بشاهدین، واختاره فی البحر وفی الشامیة، واختاره فی البحر حیث قال و ینبغی العمل علی هذه الرؤیة فی زماننا الخ (رد المحتار، کتاب الصوم ۲/۳۸۸ سعید) (۳) والصحیح من هذه کله انه مفوض الی رای الامام ان وقع فی قلبه صحة ما شهدوا به (رد المحتار، کتاب الصوم، ۲/۳۸۸ طبع الحاج محمد سعید)

(۴) رمضان المبارک کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی قبول کرلی جاتی ہے جن کا فسق ظاہر نہ ہو محض تار کی خبر پر روزے افطار کرلینا جائز نہ تھا اور دو آدمی اگر نیک اور قابل اعتماد تھے تو ان کی گواہی قبول کی جاسکتی تھی (۱) بسا اوقات مطلع پر ایسا غبار یا غیر مرئی ابر ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مطلع صاف ہے حالانکہ وہ صاف نہیں ہوتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘ دہلی

رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا

(سوال) یہاں رمضان المبارک کا چاند انتیس کو نظر نہیں آیا ابر کافی تھا رات کے ساڑھے بارہ بجے پڑوس میں معلوم ہوا کہ ریڈیو سے خبر آئی ہے کہ کہیں کہیں چاند ہوگیا (شہر کے پیش امام یا عالم نے کوئی حکم نہیں دیا تھا) کچھ لوگ سحری کو جگانے آئے اور زید یہ سمجھا کہ کسی فیصلے کے بعد سحری کے لئے جگایا جارہا ہے‘ زید نے روزہ رکھ لیا دوسرے دن تقریباً بارہ بجے یہ معلوم ہوا کہ ریڈیو کی خبر نہیں مانی جاتی اور آج کا روزہ افطار کرنا چاہئیے زید نے یہ سن کر نیت نفل روزے کی کرلی اور روزہ نہیں افطار کیا زید کا یہ فعل درست ہے ؟

اب پندرہ دن بعد یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ چاند انتیس کا ہوا ہے اور یہاں کے مسلمانوں پر قضا واجب ہے کیا یہ صحیح ہے ؟ اس حالت میں کیا زید کا روزہ رمضان میں شمار ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی حاجی شبیر حسن دہلوی فوٹوگرافر

(جواب ۲۴۷) ہاں زید کا وہ روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا (۲) ریڈیو کی خبر پر اگر دل کو یقین ہوجائے تو خود عمل کرسکتا ہے دوسرے لوگوں کے لئے حجت نہیں (۳) روزہ منگل سے ہوا ہے دہلی میں بھی چاند دیکھا گیا تھا اور عام طور پر لوگوں نے دیکھا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

اختلاف مطالع واقع ہے مگر شریعت میں اس کا اعتبار نہیں

(سوال) متعلقہ اختلاف مطالع

(جواب ۲۴۸) جناب محترم مکرم دام مجدہم بعد سلام مسنون۔ میں آپ کے تمام خطوں کا جواب مرسلہ کتابوں کی تفصیل‘ حمائل میرٹھی نہ ہونے کی اطلاع سب لکھ چکا ہوں صرف رویت کے متعلق

---

(۱) حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۲۲۲

(۲) و بمطلق النیۃ‘ و بنیۃ النفل لعدم المزاحم‘ و بخطا فی وصف‘ کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط‘ لتعینہ بتعین الشارع الخ و لو صام مقیم عن غیر رمضان ‘ ولو لجھلہ بہ ای برمضان فھو عنہ‘ لا عما نوی لحدیث الا اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان الخ (الدر المختار‘ کتاب الصوم ۲/۳۷۷‘ ۳۷۹ ط سعید)

(۳) ویشھد علی محجب بسما عہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ الخ (الدر المختار‘ کتاب الشھادات ۵/٤٦٨ ط سعید)

جو امر آپ نے دریافت فرمایا تھا وہ لکھنا باقی تھا' جواب لکھ رہا ہوں۔

حنفیہ نے احکام میں اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں کیا(۱) نہ یہ کہ وہ در حقیقت اختلاف مطالع کے منکر ہیں فی الواقع مطالع میں اختلاف ہوتا ہے لیکن احکام شرعیہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے(۲) حنفیہ کا استدلال حدیث صومو الرؤیته وافطر والرؤیته (۳) سے ہے یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے اور صحیح ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو صوموا کا خطاب عام ہے تمام مکلفین اس میں داخل ہیں اور رویت کا لفظ لرؤیته میں مصدر ہے جس کا فاعل مذکور نہیں کہ کس کے دیکھنے پر روزہ رکھو پس اگر مخاطبین کو ہی فاعل مانا جائے اور معنی یہ ہوں کہ جو دیکھے وہ روزہ رکھے تو یہ خرابی ہے کہ بہت سے مکلفین بھی روزے سے بچ جائیں گے جنہوں نے باوجود شہر میں رہنے اور شہر میں رویت ہونے کے بھی چاند نہیں دیکھا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے کہ جو اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھے اس پر روزہ نہ ہو پس لا محالہ رویت کا فاعل بھی عام لینا ہوگا کہ کسی دیکھنے والے کے دیکھنے پر روزہ رکھو خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں جب کہ رویت کا ثبوت ہو جائے کہ کسی نے چاند دیکھا ہے خواہ کہیں دیکھا ہو تمام مکلفین پر روزہ فرض ہو گیا اس حدیث میں جیسے رویت کا فاعل مذکور نہیں ایسے ہی محل رویت بھی مذکور نہیں اس لئے وہ بھی عام ہے کہ کہیں دیکھا جائے صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ دیکھنا ثابت ہو جائے اور ثبوت کا طریق شہادت شرعیہ ہے جو رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی بھی کافی ہے اور عید کے لئے دو آدمیوں کی ضروری ہے یہ جب کہ مطلع صاف نہ ہو ابر غبار وغیرہ ہو اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان و عید دونوں کے لئے جم غفیر شرط ہے (۴)

حضرت عبداللہ بن عباس کا واقعہ کہ انہوں نے خبر رویت قبول نہ کی حنفیہ کے مخالف نہیں ہے کہ اول تو وہ حسب قاعدہ شرعیہ شہادت نہیں تھی دوسرے یہ کہ جب تک وہ امام کے سامنے پیش نہ ہوتی اور امام حکم نہ کرتا اس وقت تک ابن عباس کا یہ فرمانا کہ فلانزال نصوم حتی نراہ او نکمل ثلاثین یوما (۵) بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اسی کے مکلف ہیں اور اگرچہ ایک شخص کی شہادت

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۲۰ حاشیہ نمبر ۲

(۲) اعلم ان نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی انہ قد یکون بین البلدتین بعد' بحیث یطلع الھلال لیلة کذا فی احد البلدتین' واما الخلاف فی اعتبار اختلاف المطالع بمعنی انہ ھل یجب علی کل قوم اعتبار مطلعھم الخ (رد المحتار' کتاب الصوم' مطلب فی اختلاف المطالع ۲/۳۹۳ سعید)

(۳) ترمذی' کتاب الصوم' باب ماجاء ان الصوم لرؤیة الھلال' والافطار لہ ۱/۱٤۸ سعید)

(٤) و شرط للفطر نصاب الشھادة و لفظ اشھد........' و بلا علة جمع عظیم یقع العلم بخبر ھم' وھو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد الخ (تنویر الابصار' کتاب الصوم ۲/۳۸٦' ۳۸۷ ۳۸۸ طبع محمد سعید)

(٥) اخبرنی کریب' ان ام الفضل بنت الحارث بعثتہ الی معاویة بالشام' فقضیت حاجتھا واستھل علی ھلال رمضان' وانا بالشام فراینا الھلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشھر' فسالنی ابن عباس' ثم ذکر الھلال فقال متی رأیتم الھلال' فقلت رایناہ لیلة الجمعة فقال' انت رایتہ لیلة الجمعة' فقلت رآہ الناس' و صاموا' و صام معاویة' قال لکن رایناہ لیلة السبت' فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین یوما' او نراہ فقلت' الا تکتفی برؤیة معاویة' و صیامہ قال' لا ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء لکل اھل بلد رؤیتھم' ۱/۱٤۸ طبع سعید)

معتبر ہے لیکن جب کہ امام کے سامنے پیش ہو اور وہ قبول کر کے حکم دیدے اور یہ بات ابھی تک حاصل نہ ہوئی تھی جب کہ حضرت ابن عباس کے سامنے کریبؒ یہ تذکرہ کر رہے تھے۔

علاوہ ازیں شریعت میں کوئی حد اس امر کی مقرر نہیں کی گئی کہ کتنی مسافت کی رویت معتبر ہے اور کس قدر فاصلے کی معتبر نہیں اگر کوئی فاصلہ ایسا ہوتا کہ اس کی رویت کا اعتبار نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کو بیان کیا جاتا ابن عباس کی روایت سے بھی فقط لا اور هکذا امرنا الخ (۱) کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتا اور یہ اس کے لئے کافی نہیں ہے کہ فاصلے کی کوئی تحدید کی جا سکے اور اگر عام چھوڑ دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ دو تین کوس کے فاصلے کی رویت بھی معتبر نہ ہو وهذا باطل جدا فقط محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ سنہری مسجد، دہلی

دوسرے شہر میں چاند کا نظر آنا جب تک شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو مقامی رؤیت ہی کا اعتبار ہوگا

(سوال) اکثر عام طور پر تو رویت ہلال ماہ رمضان چار شنبہ کو ہوئی ہے اور پہلا روزہ جمعرات کا ہوا لیکن بعض بعض جگہ کی خبریں رؤیت ہلال بروز منگل اور پہلا روزہ بدھ کا سننے میں آئی ہیں نہ معلوم پہلا روزہ بدھ کا صحیح ہے یا یوں ہی غل غپاڑہ ہے اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ آپ کو شہادت پختہ کون سی پہنچی ہے آپ نے شہادت بدھ کے روزہ کی قبول فرمائی ہے یا نہیں؟ اگر واقعی پہلا روزہ بدھ کا ہے تو تیس رمضان کو جمعرات ہوتی ہے اگر تیس تاریخ بروز جمعرات گرد و غبار یا ابر ہوا یا مطلع صاف بھی ہوا اور پھر چاند شوال کا نظر نہ آیا تو اس صورت میں جمعہ کو عید کی جائے یا روزہ رکھا جائے؟

المستفتی فیض الحسن از جونڈلہ ضلع کرنال

(جواب ۲۴۹) یہاں دہلی میں معتبر شہادت پر پہلا روزہ بدھ کا رکھا گیا آپ اپنے یہاں کی رؤیت پر جب تک شرعی ثبوت اس کے خلاف نہ ہو عمل کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شرعی شہادت سے ہی روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہئے عام خبر کا اعتبار نہیں

(سوال) زید بظاہر ایک دیندار شخص ہے اور مولوی بھی ہے وہ خود کسی پیر کا مرید بھی ہے اور خود ان کے بھی مرید ہیں ان کا یہ قاعدہ ہے کہ رمضان شریف کا چاند نظر آنے سے پہلے یعنی ۲۹ شعبان کو کبھی ۲۸ شعبان کو رمضان شریف کا روزہ رکھنا شروع کرتا ہے مولوی صاحب کے حکم کے مطابق ان کے مرید بھی روزہ رکھتے ہیں اس گنتی کے حساب سے ۲۸ یا ۲۹ رمضان کو تیس روزے پورے کر کے عید الفطر

---

(۱) فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب (الدر المختار، کتاب الصوم ۲/ ۳۹۴ سعید)

کرتے ہیں جب کوئی مولوی صاحب سے کہے کہ آپ سب لوگوں کے خلاف ہلال رمضان سے پہلے رمضان کے روزے کیوں رکھتے ہیں اسی طرح ہلال شوال سے پہلے کیوں افطار کرتے ہیں جواباً مولوی صاحب فرماتے ہیں چونکہ ہمارا ملک چھوٹا ہے یہاں چاند نہیں ہو سکتا بڑے بڑے ملکوں میں انہی تاریخوں میں چاند نظر آتے ہیں اس کی بابت مجھ کو میرے پیر صاحب جہاں کہیں بھی ہوں خبر دیتے ہیں الغرض مولوی صاحب کے رویہ پر لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو رہا ہے لہذا چاند نظر آئے یا کہیں سے خبر آنے سے پہلے ایسی باتوں پر اعتبار کر کے روزہ رکھنا اور افطار کرنا قرآن و حدیث وائمہ دین سے ثابت ہے یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر فرمائیے المستفتی نمبر ۲۷۲۹ محمد سلطان ولد علی داؤد ساکن خاپولو ریاست کشمیر وارد حال دہلی۔ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ ۹ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۵۰) مولوی صاحب کا یہ عمل شریعت کے احکام کے خلاف ہے اور ان کا جواب بھی شرعی اصول کے لحاظ سے درست نہیں رمضان کا چاند دیکھ کر یا رویت کی معتبر ذریعہ سے خبر پا کر رمضان المبارک کا روزہ رکھنا چاہئے اور فطر کا چاند دیکھ کر یا رویت کی شہادت معتبرہ پر روزے ختم کرنے چاہئیں۔

صحیح حدیث شریف میں ہے صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ (۱) ان کا یہ کہنا کہ میرے پیر مجھے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں شرعاً ناقابل اعتماد ہے یعنی ایسی خبر حکم رویت کے لئے شرعاً معتبر نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں

(سوال) (۱) فی زماننا چونکہ عدالت کالعدم ہے پس ہلال رمضان و شوال کے لئے کیسے آدمی کی شہادت معتبر ہے (۲) انتیس رمضان ۱۳۳۴ھ کو آسمان پر ابر تھا اور سوائے تین شخصوں کے کسی نے ہلال نہیں دیکھا انہوں نے تین عالموں کے پاس آکر شہادت دی کہ ہم نے ہلال شوال دیکھا ہے ان میں سے ایک گواہ نے کہا کہ میں نماز ہمیشہ پڑھتا ہوں اور دو گواہوں نے کہا کہ ہم کبھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے اس پر دو عالموں نے کہا کہ چونکہ عدالت شرط ہے اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی پس شرع میں ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ایک عالم نے کہا کہ اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے کہ اگر طبیعت کا رجحان گواہوں کی سچائی پر ہو تو ان کی گواہی معتبر ہے ورنہ نہیں بعد ازاں دو عالموں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ لوگ سچے معلوم ہوتے ہیں اور ایک عالم نے کہا کہ میں نہ سچا سمجھتا ہوں نہ جھوٹا کسی جانب کو ترجیح نہیں

---

(۱) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا قبل رمضان، صوموا لرؤیتہ، وافطر والرؤیتہ، فان حالت دونہ غیابۃ، فاکملوا ثلثین یوما قال ابو عیسی، حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح قدروی عنہ من غیر وجہ (ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء ان الصوم لرؤیۃ الھلال، والافطار لہ، ۱/۱۴۸ ط سعید)

دیتا ہوں بعد ازاں چونکہ دو عالموں کی رائے میں یہ لوگ سچے ٹھہرے اس واسطے اعلان کیا گیا کہ کل صبح کو عید الفطر ہے اس بنا پر شہر کے اکثر مسلمانوں نے علما کی اتباع کا خیال کر کے دوگانہ ادا کیا اور تھوڑے لوگوں نے بایں خیال کہ ان علما کا حکم مطابق شرع شریف نہیں ہے عید نہیں کی اور روزہ رکھا پس اس صورت میں کون غلطی پر ہے۔ **المستفتی** فقیر بلدار خاں الملقب بہ نبی بخش چشتی مالیگاؤں

(**جواب ۲۵۱**) (۱) و (۲) عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی ضرورت ہے بغیر ایسی گواہی کے افطار کا حکم دینا صحیح نہیں صورت مذکورہ فی السوال میں شہادت معتبرہ نہیں تھی اور حکم افطار صحیح نہیں تھا اور اس بنا پر جن لوگوں نے افطار نہیں کیا اور عید کی نماز نہیں پڑھی ان پر کوئی شرعی الزام نہیں شہر کا مفتی یا بڑا عالم جو قاعدہ شرعیہ کے موافق حکم صوم یا افطار کرے اس بارے میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے(۱) **محمد کفایت اللہ** غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ دہلی سنہری مسجد

الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۷ ۲ شعبان ۱۳۳۳ھ

ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جاتی ہو

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(**سوال**) چند مسلمان ایک شہر سے جو انچاس (۴۹) میل کے فاصلے پر ہے بذریعہ ٹیلی فون کے رمضان مبارک کے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ان حضرات کی آوازیں بھی پہچانی جاتی ہیں کیا ان کی خبر پر اعتبار کیا جائے گا؟

(**جواب ۲۵۲**) ٹیلی گراف اور ٹیلی فون رویت ہلال کی خبر اور شہادت کے لئے ناقابل قبول ہیں اگرچہ ٹیلی فون پر آواز پہچانی جاتی ہو کیونکہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے اور جب تک اشتباہ قائم ہے خبر یا شہادت کے موقع پر اعتبار کے قابل نہیں ہے ہاں زیادہ سے زیادہ جس شخص نے خبر دینے والے کی آواز پہچان لی ہے وہ اس کے نزدیک معتبر شخص ہے اور اپنی رویت کی خبر دیتا ہے تو اس آواز کو پہچاننے والے کے حق میں ہلال رمضان کے بارے میں عمل کر لینا اور روزہ رکھ لینا جائز ہے مگر نہ تو عام حکم دیا جا سکتا ہے اور نہ اس شخص پر بھی وجوب صوم کا حکم ہو سکتا ہے(۲) **محمد کفایت اللہ** غفرلہ'

مختلف فیہ مسئلے میں بادشاہ کا حکم نافذ ہو گا (چند متفرق مسائل)

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء)

(**سوال**) جس ملک میں ہم سائلان مقیم ہیں یہ سارا ملک مذہب اسلام امام شافعیؒ کے پیرو ہیں سلطان

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۴ حاشیہ نمبر ۱

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۱

بھی مسلم ہے لیکن انتظامی حکومت ڈچ ہے تاہم سلطان اپنی خاص رعایا کے مقدمات شرعی و غیر شرعی خود ہی فیصل کیا کرتا ہے صرف ہم غیر حکومت کی رعایا کا مقدمہ ڈچ حکومت کرتی ہیں اور بارش قریب قریب ہمیشہ ہوا کرتی ہے اگر بارش نہیں بھی ہوتی تو ابر کثرت سے رہتا ہے جس کی وجہ سے چاند دیکھنا امر محال ہے بایں وجہ رمضان شریف کے روزے کے لئے سلطان اپنے عالموں سے جو کہ حساب فلکی کے ماہر ہوتے ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں کہ چاند کس تاریخ کو ہوگا لہذا ہمیشہ علماء ۲۹ تاریخ ہونا بتلاتے ہیں چونکہ علما کے بتائے ہوئے دن کو سلطان دو چار روز پہلے ہی اعلان کر دیتا ہے کہ فلاں روز روزہ رکھنا ہوگا اسی اعلان پر لوگ روزہ رکھتے ہیں اب ہم سائلان کو یہ دشواری ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ کے پیرو ہیں اور امام صاحب کا حکم ہے کہ بغیر دیکھے رمضان شریف کا روزہ رکھنا حرام ہے اگر ہم ۳۰ تاریخ کو چاند قرار دیکر روزہ رکھتے ہیں تو ہماری عید ایک روز بعد کو ہوگی جس روز یہاں والے عید کریں گے ہم لوگ روزے سے ہوں گے لہذا حسب ذیل جوابات نمبروار عطا فرمایئے۔

(۱) کیا ہم سلطان کے اعلان پر روزہ رکھیں (۲) اور یہ امام ابو حنیفہ کے مسلک کے خلاف ہوگا یا نہیں ؟ (۳) اگر امام صاحب کے خلاف ہے تو ہم گناہ گار تو نہیں ہوں گے ؟ (۴) اگر ہم بروئے مذہب حنفیہ تیس کا چاند قرار دیکر روزہ رکھیں تو کیا ہمارا روزہ حرام ہوگا ؟ (۵) بالفرض انکی عید کے دن ہمارا روزہ حرام نہ بھی ہو تو کیا اس تفریق کے مرتکب ہم لوگ نہ ہوں گے ؟

(جواب ۲۵۳) (۱) ہاں سلطان کے اعلان کے موافق روزہ رکھنا چاہئیے (۱) (۲) اس صورت میں صاحب الامر یعنی سلطان کے حکم کی اطاعت حنفی مذہب کے خلاف نہیں (۲) (۳) گناہ گار نہیں ہوں گے (۳) (۴) نہیں ایسا اختلاف نہیں کرنا چاہئیے سب کو روزہ اور عید میں متفق رہنا چاہئیے (۴) (۵) یہ تفریق صحیح نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

رمضان اور عیدین کی چاند کے لئے شرائط

(سوال) ترجمہ اردو در مختار جلد اول ص ۵۰۳ میں ہے وشرط للفطر مع العلة والعدالة (نصاب الشهادة و لفظ اشهد) و عدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد (۵) (ترجمہ) اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے ہوئے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو

---

(۱) واما الامير فمتى صادف فصلد مجتهدا' نفذ امره
وفی الشامية' فقول الشارح نفذ امره بمعنی وجب امتثاله الخ (رد المحتار' کتاب القضاء ۵/۴۰۹ طبع سعید)

(۲) کیونکہ احناف کے ہاں بھی مسئلہ مجتہد فیہا میں سلطان کا حکم رفع اختلاف کا فائدہ دیتا ہے بحوالہ بالا

(۳) جب خلاف نہیں تو گناہ گار بھی نہیں

(۴) اختلاف کی ضرورت باقی نہیں

(۵) کتاب الصوم ۲/۳۸۶ طبع محمد سعید

عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہ ہونا شرط ہے کیونکہ نفع بندہ کا تعلق ہے“

اور عدالت وہ ملکہ ہے کہ ہمیشہ تقویٰ اور مروت پر قائم رہے اور یہاں ادنی درجہ شرط ہے یعنی کبائر کا ترک اور عدم اصرار صغائر پر مروت کے خلاف سے بچنا اور لازم ہے کہ مسلمان عاقل بالغ ہو۔

یہاں پر دیہات میں عدالت بالکل مفقود ہے یعنی اکثر لوگ داڑھی منڈے ہیں اور جو داڑھی والے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جوا کھیلتے ہیں اور ناچ دیکھنے والے اور تعزیہ دیکھنے والے اور قوالی سننے والے ہیں اگرچہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور وعظ بھی سنتے ہیں یہاں پر چار مسجدیں اور عیدگاہ بھی ہے لیکن کسی مسجد میں کوئی امام و مؤذن مقرر نہیں ہے جمعہ و عیدین اور پنج وقتہ نماز میں آپس میں لوگ خود ہی امام و مؤذن بن جاتے ہیں مغرب و عشا کی جماعت ہوتی ہے بقیہ وقتوں میں اگر آدمی جمع ہو گئے تو جماعت ہو گئی ورنہ لوگ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر چلے جاتے ہیں کوئی کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے غرض کہ یہ لوگ مستور الحال بھی نہیں ہیں بلکہ ان کی بھلائی برائی نظروں کے سامنے ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی عید کا چاند دیکھے تو بوجہ عدالت نہ ہونے کے ان کی شہادت رد کر کے رمضان شریف کے تیس روزے پورے کر کے عید کریں یا شہادت قبول کرنے میں شرعاً کوئی گنجائش ہے؟

لفظ اشہد کی جو شرط ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ مثلاً چاند دیکھنے والا یوں کہے کہ اشہد میں نے چاند دیکھا ہے یا یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں یا شہادت دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے شہادت لینے کا طریقہ کیا ہے؟ **المستفتی** مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۵٤) ان لوگوں میں سے کسی کا صادق ہونا قاضی کے نزدیک متحقق ہو اور وہ شہادت قبول کر لے تو اسے اس کا حق ہے (۱) اشہد عربی لفظ کہنا ضروری نہیں بلکہ میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں کافی ہے رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی کی شہادت بھی کافی ہے یہ آدمی مستور الحال بھی ہو تو بھی گواہی مقبول ہے (۲) عیدین کے لئے دو ثقہ آدمیوں کی لفظ شہادت سے حلفیہ ہونی چاہئے اس میں ظاہر الفسق یا مستور کی شہادت کافی نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ایک فقہی لطیفہ

ایک دفعہ ریاست چترال سے ایک تار برائے دریافت رویت ہلال عید حضرت مفتی صاحب

---

(۱) یعنی اگر قاضی اس کی گواہی قبول کر کے رمضان کا حکم دے تو سب کو روزہ رکھنا لازم ہوگا ولو شهد فاسق و قبلها الامام او اصر الناس بالصوم، فافطر هو، وواحد من اهل بلدة قال عامة المشائخ، تلزمه الكفارة (عالمگيرية، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال ۱۹۸/۱ كوئٹه)

(۲) و قيل بلا دعوى، و لفظ اشهد للصوم مع علة كغيم خبر عدل، او مستور على ما صححه بزازى على خلاف ظاهر الرواية، لا فاسق اتفاقا الخ (الدر المختار، كتاب الصوم ۳۸۵/۲ طبع سعيد)

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۴، حاشیہ نمبر ۱

کے نام آیا حضرت موصوف سفر میں تھے مدرسے میں چند چترالی طالب علم تھے انہوں نے تار کا جواب دے دیا کہ "چاند ہو گیا" اس کے بعد چترال کا مندرجہ ذیل خط آیا

۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ از چترال اسٹیٹ

معدن فضل و کمال، مخزن علم و افضال مولانائے اکرم مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب مکرم و معظم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون خیر الانام مکشوف ضمیر منیر آنکہ بحصول مراسلہ گرامی ازیاد آوری آں جناب بہجت و سرور و ممنونیت حاصل شد اگر بایں طریق مراسلت واز دعاہا یاد آوری بفرمانید عین سعادت خود خواہیم دانست

در قران عید الفطر فقہائے مادر بحثے افتادہ بودند کہ آیا برائے ہلال عید بہ خبر تاربرقی اعتبار جائز است یانہ ؟ در سند عدم جواز خبر تاربرقی یک رسالہ تالیف آن جناب را حوالہ می دادن، مگر عجب اتفاق افتاد کہ عین در اثنائے نزاع آنہا از جانب آنجناب تار در رسید کہ "ہلال عید را دیدہ شد"

وایں خبر نزاع آنہا را فیصلہ کرد زیادہ آداب فقط

مخلص صادق شجاع الملک ہزہائینس والئی چترال

(ترجمہ) بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہو کر موجب مسرت وامتنان ہوا اگر اسی طریقہ سے آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تو ہماری سعادت ہو گی

عید الفطر کے قریب ہمارے فقہاء و علماء کے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا رویت ہلال عید کے لئے تار کی خبر قابل اعتبار ہے یا نہیں ؟

عدم جواز کی سند میں آپ کے مرتب کردہ رسالے کا حوالہ دیا جارہا تھا مگر عجیب اتفاق ہوا کہ آنجناب کا ٹیلی گرام پہنچا کہ "عید کا چاند دیکھ لیا گیا" اور اس خبر نے علماء کے اختلاف و نزاع کا فیصلہ کر دیا زیادہ حد ادب

مخلص صادق شجاع الملک ہزہائینس والئی چترال

حضرت مفتی اعظم نے فوراً مذکورہ بالا خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ "یہ واقعہ جو آنجناب نے اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا ہے اس امر کی بہت بڑی قوی دلیل ہے کہ تار کی خبر ہر گز قابل اعتبار نہیں کیونکہ نہ مجھے آپ کا تار ملا نہ آپ نے کوئی تار بھیجا اب آپ ہی کے خط سے معلوم ہوا کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تار موصول ہوا تھا" (۱)

---

(۱) یعنی حضرت نے عدم اعتبار کا الزامی جواب دیا کیونکہ نہ تو یہ تار حضرت نے بھیجا تھا اور نہ ہی حضرت کو اس کی خبر تھی

استفتاء

ٹیلی گراف، خط کی خبر اور خبر مستفیض کی تحقیق

(منقول از رسالہ البیان الکافی مرتبہ مولانا حکیم ابراہیم راندیری)

مطبوعہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماقولكم (متع الله المسلمين بعلومكم) فی اختلاف جرىٰ بين علمائنا فی هلال رمضان والفطر حين غم انه اذا ورد فی بلدة تلغراف زائد علی الخمسة الی العشرة من بلدة او بلاد متباينة مختلفة المطالع و متفقتها علیٰ رجل او رجال مكتوب فيه راينا او روی عندنا الهلال او ذكر فيه كلمة علی حسب اصطلاح وقع بين الطرفين بانه اذا ترىٰ الهلال نذكر كلمة مثلاً ”بغداد“ ليا من من التخليط والتغيير والا شتباه فمنهم من يقول بالتعويل علیٰ هذا الخبر مستدلا انه خبر مستفيض والخبر والمستفيض يعول عليه فی امر الهلال فقد ذكر فی الدر المختار نعم لو استفاض الخبر فی البلدة لزمهم علی الصحيح من المذهب (۱) وقال ابن عابدين فی حاشيته ناقلاً عن شمس الائمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة (۲) علیٰ انه قد تعارف بين الناس التعويل عليه فی معاملا تهم حتی فی الموت والولادة وامثالهما من الامور المهمة وهذا يدل علی انه يفيد غلبة الظن لا سيما اذا كان متعددا وغلبة الظن موجبة للعمل وخالفهم اخرون وقالوا لايعول علی هذا الخبر مع تسليم استفاضته و شيوعه بوجوه ما (اولاً) فلانه يشترط فی الخبر المستفيض الاسلام لان اهل الاصول عدوه فی الاخبار الاحاد والخبر الواحد لا يقبل الا بنقل عدل والعدل ماخوذ فی تعريفه الاسلام كما لا يخفی قال ابن عابدين فی رد المحتار و فی عدم اشتراط الاسلام نظر لانه ليس المراد هنا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعی حتی لايشترط له ذلك بل ما يوجب غلبة الظن كما ياتی و عدم اشتراط الاسلام له لا بدله من نقل صريح انتهیٰ (۳) و خبر التلغراف انمايتلقاه من مخبره من هو قائم بدق السلك و نقره فيخبربه من كان فی الجانب الاخر بنقراته فيستنبط منها هذا الخبر و يكتبه و يؤديه الیٰ من ضرب له التلغراف وهؤلاء غالبهم من المخالفين لملة الاسلام (وثانيا) فلان الخبر المستفيض انمايكون حجة لكونه نقلا عن

---

(۱) كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد
(۲) كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد
(۳) رد المحتار، كتاب الصوم ۲ / ۳۸۸ طبع سعيد

قضاء القاضی و حکمه کما قال ابن عابدین فی حاشیته علی الدران هذه الا ستفاضة لیس فیها شهادة علی قضاء قاضٍ ولا علی شهادة لکن لماکانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاکم شرعی عادةً فلا بد من ان یکون صومهم مبنیاً علی حکم حاکمهم الشرعی فکانت تلك الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور انتهی (۱) ولا یخفی علیکم ان هذه البلاد لیس فیها حاکم شرعی ولا قاضٍ فلا یکون الحکم المستفاد من التلغراف نقلاً عن قضاء القاضی و حکمه بل انما هو حکایة عن الرؤیة والا عتماد علیها لا یجوز کما فی الدر لالو شهد وا برؤیة غیر هم لانه حکایة (۲) قال ابن عابدین فانهم لم یشهد وابا لرؤیة ولا علی شهادة غیر هم وانما حکوارویة غیر هم کذافی فتح القدیر قلت وکذا لو شهدوابرؤیة غیر هم وان قاضی تلك المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حکایة لفعل القاضی ایضاً و لیس بحجة بخلاف قضائه (۳) وقال فی البحر لو شهدجماعة ان اهل بلد کذار ؤ ا هلال رمضان قبلکم بیوم فصا موا وهذا الیوم ثلاثون بحسابهم ولم یروا هؤلاء الهلال لا یباح فطر غدو لا تترك التراویح هذه اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهد وابا لرویة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوارویة غیر هم (۴) (وثالثا) فقال ابن عابدین فی حواشیه علی البحر اعلم ان المراد بالا ستفاضة تواتر الخبر من الواردین من بلدة الثبوت الی البلدة التی لم یثبت بها لا مجرد الا ستفاضة انتهی (۵) ولا اظنکم شاکین ان الخبر المستفیض الحاصل بالتلغراف لا یکون من الواردین من بلدة ثبوت بل من جهة الکتاب المکتوب علی التلغراف المعهود بین اهله وقد ذکر الفقهاء ان کتاب شهادة لا یعول علیه مالم یکن له شاهد ان عالمان بمافیه من الشهادة فی الهدایة لا یقبل الکتاب الا بشهادة رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب یشبه الکتاب فلا یثبت الا بحجة تامة وهذا لانه ملزم فلا بدمن الحجة (۶) (ورابعاً) فلان العوام وان کانوا یثقون فی معاملا تهم بالتلغراف لکن الحکومة البرطانیة مع مخالفتها للدیانة الاسلامیة لا تعتمد علیه فی امرالشهادة و لعل ذلك بسبب احتمال تطرق الخطاء الیه و عدم الانکشاف التام عن احوال الشهود به والتنقب عن کیفیة شهادتهم هذا اذا کان

---

(۱) رد المحتار' کتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعید

(۲) الدر المختار' کتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعید

(۳) رد المحتار کتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعید

(۴) البحر الرائق' کتاب الصوم' ۲ / ۲۹۰ طبع بیروت

(۵) منحة الخلائق علی البحر الرائق' کتاب الصوم ۲ / ۲۹۱ طبع بیروت

(۶) الهدایة' کتاب ادب القاضی' باب کتاب القاضی الی القاضی ۳ / ۱۳۹ طبع مکتبه شرکت علمیه ملتان

التلغراف زائد على الخمسة الى العشرة واما اذا كان واحد فی هلال رمضان واثنين فی الفطر وقد غم الهلال فهل يكفی كفاية الواحد العدل فی رمضان والحرين العدلين فی الفطر وهل يقاس الكتاب المرسل بالبوسطة على التلغراف فيما ذكر من الصور وهل ينزل امام المسجد الجامع او غيره منزلة القاضی فی القضاء بثبوت الهلال خاصة بتراضی المسلمين فی بلاد لا يوجد فيها الحاكم الشرعی ولا القاضی فما كان الحق عند كم افيدوه بالتی تطمئن بها القلوب و تثلج بها الصدور ليزول النزاع من البين و يتيسر العمل بالصحيح من القولين ولكم الحسنى و زيادة؛ كتبه عبدالحی خطيب جامع رنگون

(الجواب) اعلموا رحمنا الله و اياكم ان فی الخبر التلغرافی وجوها من الشبهة الوجه الاول انه لايحصل العلم للمرسل اليه بان المرسل فی الواقع هو الذی اظهر اسمه فی الخبر ام غيره فانه يمكن ان يذهب زيد مثلا الى البوسطة و يقول للعامل ان ارسل من عمر والى فلان انی رايت الهلال ليلة الجمعة مثلا فيرسل العامل من غير ان يستفسره من انك انت عمرو او رسوله او مفتر عليه وقد شاهدنامرارا ان الذی اظهر فی الخبر التلغرافی مرسلا لم يكن مرسلا وانما ارسل على لسانه والوجه الثانی انه ربما يقع الغلط فی الفهم من العامل المرسل اوالعامل المرسل لديه اوالمرسل اليه نفسه بانه يفهم الانشاء خبر الحذف اداة الانشاء او بوجه اخر والوجه الثالث ان المرسل اليه لا يحصل له العلم بعدالة المرسل والوجه الرابع ان المرسل ربما لا يذهب الى البوسطة بل يرسل مضمون الخبر مع خادمه الغير العدل فهذه الوجوه وامثالها موجودة فی الخبر التلغرافی ولا يصح ان يحكم بقبول هذا الخبر مع وجود هذه الشبه فيه نعم لو فرض خلوه عن هذه الشبهات حكمنا بقبوله لكن من المعلوم ان خلوه من هذه الشبهات امر عسيرو تعدد الطرق غير نافع فان الاحتمالات اللتی ذكرنا ها سالفا لا يدفعها التعدد وما لم تندفع عنه هذه الاحتمالات لا يكون هذا الخبر مع تعدد طرقه مستفيضا فان معنى الاستفاضة علىٰ ما نقله العلامة الشامی عن الرحمتی ان تأتی من تلك البلدة (ای بلدة الروية) جماعات متعد دون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية (۱)ومن البين ان هذه الخبر وان كان بحسب الظاهر من المخبر المتعين المعلوم لكنه بحسب الواقع ليس كذلك لعدم الا من من تبدل المخبر كما قد علمت فهذا داخل تحت قول العلامة لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخباريتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها (۲) واذا تقرر هذا فنقول ان المجوزين الحاكمين بقبول هذا الخبر لم يمعنوا النظر فی احواله؛

(۱ - ۲) رد المحتار؛ كتاب الصوم ۲ / ۳۹۰ طبع سعيد

و قولهم بانه مستفیض ناش عن عدم التدبر فی معنی الا ستفاضة فان الاستفاضة کما قد علمت ان یجیئ الواردون بالخبر و یخبرون به اهل بلدة وردوها وکانوا من المسلمین وهذا منتف فیما هنا لك اما الا ستفاضة بمعنی الشیوع مطلقا فموجودة لکنها لا تجد نفعاً اما قولهم انه قد تعارف بین الناس التعویل علیه فی معاملا تهم حتی فی الموت والولادة الخ فهذا ایضا لا یفید فان تعویل الناس علی امر لیس بحجة شرعیة الا تری انهم یعولون فی معاملا تهم علی اخبار احاد الکفار من عبدة الاوثان وغیر هم و یتیقنون باخبارهم مع ان خبر احاد الکفار غیر معتبر اتفاقاً و این غلبة الظن مع وجود الشبهات المذکورة ولو سلم ان الغلبة تحصل به لم ینفع فیما هنالك فان الظن اذا کان ناشیا من المظان الشرعیة کان موجبا للعمل اما اذا کان ناشیا من المظان الغیر الشرعیة لم یعتد به مع کونه اشد واقوی الا تری انه لو کان فی البلد احد من الکفار امینا وصدوقا علما فی الصدق بحیث لایکذب اصلا فیخبر برؤیة الهلال لم یلتفت الی خبره مع حصول الظن الغالب بل الیقین ولم یهمل هذا الخبر والشهادة مع وجود غلبة الظن الا لکون الظن به ناشیا عن المظان الغیر الشرعیة وأنت خبیر بان التلغراف مع وسائطه لیس من المظان الشرعیة فلاینفع الظن الحاصل به هذا واذا لم یعتمد علیه مع تعدد طرقه فکیف یجوز الاعتماد علیه اذا کان واحدا او اثنین

اما الکتاب المرسل بالبوسطة فهو وان کان اقوی من التلغراف ایضاً غیر معتبر اذا لم یبلغ حد الشهرة اما اذا تعدد الکتب وزادت علی الخمسة و تیقن المرسل الیه انها مکتوبة بخط المرسل نفسه و جزم بعدالته وکانت بلفظ یصلح للشهادة علی الرؤیة فینبغی ان یعتمد علیها فان الشبهات اللتی فی الکتاب اقل منها فی التلغراف و مع ذلك فلا نحکم بقبوله جزما لان رعایة شروط القبول لا یتیسر لکل احدٍ- اما نزول امام الجامع او الخطیب مقام القاضی فی بلاد لیس فیها حاکم شرعی بتراضی المسلمین فامر ثابت حق (۱) فان الامام اذا ارتضاه المسلمون لاقامة امر دینهم یصلح ان ینوب عن السلطان کما فی امر الجمعة فان السلطان او نائبه من شروط اقامتها ومع ذلك حکم الفقهاء فی بلاد لیس فیها حاکم شرعی ان الامام اذا اجتمع الناس علیه وصلے بهم جاز وذلك لان الاهمال فی تلك المواضع یوجب ترك فریضة هی من شعائر الاسلام

قال فی رد المحتار (۲) نقلا عن التتارخانیة واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۷ حاشیہ نمبر ۴

(۲) کتاب القضاء، ۵/۳۶۹ طبع سعید

للمسلمين اقامة الجمع . . . . - - - والاعياد و يصير القاضي قاضيابتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليامسلما منهم انتهى و فيه نقلا عن الفتح واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كماهو فى بعض بلاد المسلمين كقرطبة الأن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى قاضيا ويكون هو الذى يقضى بينهم وكذا ينصبوا امامايصلى بهم الجمعة انتهى ومن البين ان المسلمين اذا ولوا امرهم رجلا من المسلمين كان هذا مواضعة محضة فان تولية الامارة الحقيقية مع وجود سلطان كافر متغلب ليست بممكنة ولما صحت تولية الامارة من المسلمين فاولى ان تصح عنهم تولية القضاء و دلت عبارة التتارخانية على الصحة هذا والله اعلم بالصواب و اليه المرجع والمأب كتبه الراجى رحمة مولاه كفاية الله الشاهجهانفورى مدرس مدرسة الامينية الدهلويه

(ترجمہ) علمائے شرع متین (خدا تعالیٰ آپ کے علوم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے) اس اختلاف میں کیا فرماتے ہیں جو آج کل ہمارے علماء میں دربارہ رویت ہلال رمضان و عید ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی وجہ سے کسی شہر میں رویت ہلال نہ ہو اور دوسرے مقامات سے جن کے مطالع اس شہر کے مطالع سے مختلف یا متفق ہوں ایک شخص یا چند شخصوں کے پاس پانچ سے دس تک تار آجائیں جن میں یہ لکھا ہو کہ ہم نے چاند دیکھا یا ہمارے یہاں چاند دیکھا گیا یا اور کوئی اصطلاحی لفظ ذکر کیا گیا ہو مثلاً طرفین نے یہ اصطلاح مقرر کرلی ہو کہ جب رؤیت ہلال کی خبر دینی ہوگی تو ہم لفظ بغداد تار میں لکھ دیا کریں گے تاکہ تبدیل و تخلیط کا احتمال نہ رہے۔

تو ایسے تاروں کے اعتبار کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو رہا ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا تار خبر معتبر ہے کیونکہ یہ خبر مستفیض ہے اور خبر مستفیض رویت ہلال کے بارے میں قابل اعتبار ہے در مختار میں ہے (ہاں جب کہ کسی شہر میں خبر مستفیض ہو جائے تو وہاں کے لوگوں کو (روزہ) مذہب کی صحیح روایت پر لازم ہو جائے گا انتہے) اور علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا ہے (ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کسی شہر میں خبر جب مستفیض اور متحقق ہو جائے تو ان پر بلدہ رویت کا حکم لازم ہو جائے گا انتہی) اس کے علاوہ لوگوں میں تار کی خبر امور مہمہ میں معتبر سمجھی جاتی ہے موت اور ولادت میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ متعدد طریقوں سے حاصل ہو اور غلبہ ظن پر عمل واجب ہے اور علماء کا دوسرا فریق اس کا مخالف ہے اور کہتا ہے کہ یہ خبر باوجود مستفیض شائع تسلیم کئے جانے کے چند وجوہ غیر معتبر ہے' (۱) یہ کہ خبر مستفیض میں مخبرین کا مسلمان ہونا شرط ہے

ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کے اعلان کے متعلق علمائے ہند کا اجتماعی فیصلہ کتاب الحظر والاباحہ سولہویں باب میں دیکھو

کیونکہ اہل اصول نے اس کو اخبار احاد میں شمار کیا ہے اور اخبار احاد کے مقبول ہونے کے لئے ناقلین کا عادل ہونا ضروری ہے اور عادل کی تعریف میں اسلام بھی داخل ہے اور یہ سب ظاہر ہے علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں کہتے ہیں (کہ مستفیض میں اسلام مخبرین کا شرط ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہاں جمع عظیم سے وہ جمع عظیم مراد نہیں ہے جو حد تواتر تک پہنچ جائے اور علم قطعی کا فائدہ دے اور اس میں اسلام کی شرط نہ ہو بلکہ صرف اس قدر مراد ہے کہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے جیسا کہ قریب آئے گا اور ایسی صورت میں بھی اسلام کی شرط نہ ہونے کے لئے کوئی نقل صریح ضروری ہے انتہی اور تار خبر اصل مخبر سے وہ تار بابو لیتا ہے جو تار دینے پر متعین ہے اور دوسری جانب کے تار بابو کو خبر دیتا ہے اور وہ اسے حاصل کر کے ایک کاغذ پر اس شخص کے حوالہ کرتا ہے جو اسے مکتوب الیہ تک پہنچادے اور یہ تمام واسطے بسا اوقات غیر مسلم ہوتے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ یہ خبر مستفیض کا حجت ہونا بھی اس بنا پر تھا کہ وہ قضاء قاضی کی نقل ہوتی تھی جیسا کہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں (کہ اس استفاضہ میں نہ تو شہادت علی القضاء ہے نہ شہادت علی الشہادت لیکن چونکہ وہ بمنزلہ خبر متواتر کے ہے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں روز روزہ رکھا گیا تو اس پر عمل لازم ہو گیا کیونکہ اکثری طور پر شہر حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتے تو ضروری ہے کہ شہر والوں کا روزہ ان کے حاکم کے حکم سے ہوا ہو گا یہ استفاضہ درحقیقت حکم حاکم کی نقل ہے انتہی) اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ہمارے ان شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی موجود نہیں پس تار خبر باوجود استفاضہ کے قضاء قاضی کی نقل نہیں ہوئی بلکہ محض حکایت رویت ہوئی اور حکایت رویت پر اعتماد جائز نہیں درمختار میں ہے (اگر لوگ محض دوسروں کی رویت بیان کریں تو یہ ناقابل اعتبار ہے کیونکہ محض حکایت ہے) اور علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں (کیونکہ نہ انہوں نے رویت کی شہادت دی اور نہ شہادت پر شہادت دی بلکہ صرف رویت کی حکایت کی ہے کذافی فتح القدیر۔ میں کہتا ہوں ایسی ہی یہ صورت ہے کہ وہ شہادت دیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا اور اس شہر کے قاضی نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم کیا کیونکہ یہ بھی فعل قاضی کی حکایت ہے اور حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور بحر میں ہے کہ اگر ایک جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر والوں نے چاند رمضان کا تم سے ایک روز قبل دیکھا تھا اور روزہ رکھا تھا اور آج ان کے حساب سے تیس تاریخ ہے اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کو جائز نہیں کہ یہ کل روزہ نہ رکھیں اور نہ اس رات کی تراویح چھوڑی جاوے کیونکہ جماعت مذکورہ نے رویت کی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ نہیں دی ہے بلکہ صرف حکایت رویت کی ہے) (۳) یہ کہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں (جاننا چاہئے کہ استفاضہ سے یہ مراد ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے وہاں کی رویت بیان کریں نہ صرف کیف ما اتفق خبر کا پھیل جانا انتہی) اور اس میں آپ کو شک نہ ہوگا کہ تار خبر ایسی نہیں ہے یعنی جو بلدہ رویت سے بکثرت آنے والوں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو بلکہ وہ اس کاغذ یا خط کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے جو کہ تار کی اصطلاح معہود کے

ذریعہ سے لکھا اور بھیجا جاتا ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ کتاب شہادت اسوقت تک معتبر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے لئے دو گواہ اسے جاننے والے نہ ہوں ہدایہ میں ہے (کہ کتاب یعنی خط جب تک کہ اس پر دو گواہ مرد یا ایک مرد دو عورتیں نہ ہوں مقبول نہیں کیونکہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے پس بغیر حجت تامہ کے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ اس لئے کہ وہ ملزم ہے اور الزام بغیر حجت کے نہیں ہوتا ۔(۴) اگرچہ عوام اپنے معاملات میں تار خبر کا اعتبار کرتے ہیں لیکن برٹش گورنمنٹ باوجود غیر مسلم ہونے کے شہادت میں تار کا اعتبار نہیں کرتی اور شاید اس کا منشاء یہی ہے کہ تار میں تطرق خطا کا احتمال موجود ہے اور گواہوں کی حالت پوری طور پر منکشف نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت شہادت کی چھان بین نہیں ہو سکتی۔

یہ تمام کلام اس تقدیر پر ہے کہ تار پانچ سے زیادہ دس تک ہوں لیکن اگر صرف ایک تار ہو تو وہ رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے اور دو ہوں تو عید کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک گواہ عادل یا دو گواہوں عادل کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور ڈاک کے ذریعہ سے بھیجا ہوا خط تار پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور جن شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی نہیں ہے ان میں امام جامع مسجد یا اور کوئی شخص حکم ثبوت ہلال میں قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں جو بات حق ہو اس کو ایسے طور پر بیان فرمائیں کہ قلوب مطمئن ہو جائیں اور باہمی نزاع مرتفع ہو جائے اور صحیح قول پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔

ولکم الحسنی و زیادۃ کتبہ عبدالحی خطیب جامع رنگون

(الجواب) (ترجمہ) جان لو (خدا تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحمت نازل فرمائے) کہ تار خبر میں کئی قسم کے شبہات ہیں اول یہ کہ مکتوب الیہ کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ تار بھیجنے والا فی الواقع وہی شخص ہے جس کا نام تار میں ظاہر کیا گیا ہے یا کوئی دوسرا کیونکہ ممکن ہے کہ مثلاً زید تار آفس میں جاکر تار بابو سے کہے کہ عمرو کی طرف سے فلاں شخص کو یہ تار بھیج دے کہ میں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اور تار بابو اس مضمون کا تار بغیر دریافت اور تحقیق کے روانہ کردے کہ آیا تم خود عمر ہو یا اس کے قاصد ہو یا اس پر بہتان باندھنے والے ہو اور اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ جس شخص کا نام تار بھیجنے والے کی حیثیت میں ظاہر کیا گیا وہ خود بھیجنے والا نہ تھا بلکہ اس کی طرف سے کسی دوسرے نے بھیج دیا تھا دوم یہ کہ تار دینے والے بابو یا تار لینے والے بابو یا خود مرسل الیہ سے غلطی ہو جائے کہ وہ انشاء کو خبر سمجھ لے یا اور کسی وجہ سے غلطی واقع ہو جائے سوم یہ کہ مرسل الیہ کو مرسل کی عدالت کا علم حاصل نہیں ہوتا چہارم یہ کہ تار دینے والا بسا اوقات خود تار آفس کو نہیں جاتا بلکہ مضمون خبر اپنے ملازم غیر عادل کے ذریعہ سے تار آفس کو بھیج دیتا ہے پس یہ اور اسی قسم کی بہت سی وجوہ شبہ تار خبر میں موجود ہیں اور ان شبہات کے ہوتے ہوئے اس کے مقبول ہونے کا حکم دینا صحیح نہیں ہاں اگر یہ خبر ان شبہات سے خالی فرض کرلی جائے تو اس کے قبول

کرنے کا حکم دینا ممکن ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ اس کا ان شبہات سے خالی ہونا ایک دشوار امر ہے اور تعدد طرق کچھ نافع نہیں کیونکہ یہ احتمالات جو ہم نے ذکر کئے تعدد طرق سے مندفع نہیں ہوتے اور جب تک کہ یہ احتمالات دفع نہ ہوں اس وقت تک یہ خبر باوجود تعدد طرق کے جب تک کہ حد تواتر کو نہ پہنچے مستفیض نہیں ہو سکتی کیونکہ جیسا علامہ شامی نے رحمتی سے نقل کیا ہے استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے یہ بیان کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خبر اگرچہ بظاہر ایک مخبر معلوم متعین کی جانب سے حاصل ہوئی ہے لیکن واقع میں ایسی نہیں ہے کیونکہ مخبر کے تبدل کا احتمال موجود ہے جیسا کہ تم اوپر معلوم کر چکے ہو پس یہ صورت علامہ شامی کے اس قول کے ذیل میں داخل ہے (کہ مجرد شیوع کا اعتبار نہیں ہے کہ شائع کنندہ کا علم نہ ہو جیسا کہ بعض خبریں ایسی پھیل جاتی ہیں کہ تمام شہر والوں کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں اور اصل شائع کنندہ کا پتہ نہیں چلتا) جب کہ یہ بات ثابت ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے تار خبر کے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے اس کے حالات کو بنظر غور نہیں دیکھا ان کا یہ کہنا کہ یہ خبر مستفیض ہے استفاضہ کے معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے خبر رویت کو بیان کریں اور جس شہر میں آئے ہیں اس کے لوگوں کو رویت کی خبر دیں اور مسلمان بھی ہوں اور یہ بات تار کی خبر میں منتفی ہے ہاں استفاضہ بمعنی مطلق شیوع پایا جاتا ہے لیکن وہ نافع نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ لوگ اس خبر کا اپنے معاملات حتی کہ موت اور ولادت میں اعتبار کرتے ہیں الخ یہ بھی مفید نہیں کیونکہ لوگوں کا کسی شے پر اعتبار کر لینا حجت شرعیہ نہیں ہے آپ کو معلوم نہیں کہ لوگ اپنے معاملات میں احاد کفار کی خبروں پر اعتبار کر لیا کرتے ہیں خواہ وہ بت پرست ہوں یا اور کوئی اور ان کی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں حالانکہ کفار کی خبر دیانات میں اتفاقاً ناقابل اعتبار ہے اور غلبہ ظن باوجود ان شبہات محتملہ کے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور اگر غلبہ ظن کا حصول تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم نافع نہیں کیونکہ عمل اسی غلبہ ظن پر واجب ہوتا ہے جو مظان شرعیہ سے حاصل ہو اور اگر غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہو تو خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو معتبر نہیں ہوتا دیکھو اگر شہر میں کوئی کافر اعلیٰ درجہ کا صادق اور امانتدار ہو اور اپنی سچائی میں ایسا مشہور ہو کہ کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور وہ رویت ہلال کی خبر دے تو باوجودیکہ اس کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا لیکن ہرگز اس کی طرف التفات اور توجہ نہ کی جائے گی اور یہ کیوں صرف اس لئے کہ یہ غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہوا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ ٹیلی گراف مع اپنے تمام وسائط کے مظان شرعیہ میں داخل نہیں ہے پس اس سے حاصل ہونے والا غلبہ ظن مفید نہیں اور جب کہ یہ خبر باوجود تعدد طرق کے ناقابل اعتبار ہے تو صرف ایک یا دو طریقوں سے حاصل ہونے کی صورت میں کیسے معتبر ہو سکتی ہے اور خطوط جو ڈاکخانہ کے ذریعے سے آتے ہیں وہ اگرچہ تار سے قوی ہیں پھر بھی غیر معتبر ہیں جب تک کہ حد شہرت کو نہ

پہنچیں ہاں اگر متعدد طریقوں سے حاصل ہوں اور پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور مرسل الیہ کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ بھیجنے والے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور اس کی عدالت کا بھی یقین ہو جائے اور ایسے الفاظ سے لکھے گئے ہوں جن میں شہادت رویت کی صلاحیت ہو تو مناسب ہے کہ (صرف مرسل الیہ کے لئے) ان پر اعتماد کر لیا جائے کیونکہ خطوط میں جو شبہات ہیں وہ تار کے شبہات سے کم ہیں اور باوجود اس کے ہم یہ حکم نہیں کرتے کہ یقیناً یہ مقبول ہیں کیونکہ شروط کی رعایت ہر شخص کے لئے آسان نہیں اور امام جامع مسجد یا خطیب کا ایسے شہروں میں قاضی کے قائم مقام ہو جانا جہاں حاکم شرعی نہ ہو ثابت اور حق ہے کیونکہ جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کر کے مقرر کر لیں وہ سلطان کا نائب ہو جانے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ جمعہ میں ہوا ہے کہ سلطان یا اس کا نائب جمعہ کی شروط میں داخل تھا باوجود اس کے فقہاء نے حکم دیدیا کہ جس جگہ حاکم شرعی نہ ہو جب وہاں مسلمان کسی شخص کو اتفاقاً اپنا امام بنالیں اور وہ جمعہ پڑھاوے تو جائز ہے اور یہ اس لئے کہ ایسے مقامات میں اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو ایک ایسا فرض جو شعائر اسلام میں سے ہے چھوٹ جاتا ہے رد المحتار میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے **واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والا عیاد و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلما منهم انتهی** اور اسی میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے **واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین کقرطبة الان یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا ویکون هو الذی یقضی بینهم و کذا ینصبوا اماما یصلی بهم الجمعة انتهی** اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان کسی شخص کو اپنا والی بنائیں گے تو یہ محض ایک قرارداد ہوگی ورنہ یہ ناممکن ہے کہ سلطان کافر متغلب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حقیقی والی بنالیں تو جب کہ مسلمانوں کا کسی شخص کو والی بنالینا جائز ہے تو قاضی بنالینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا اور تاتارخانیہ کی عبارت اس کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ الراجی رحمة مولاہ محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری، صدر مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی (مہر)
الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، الجواب صحیح۔ محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی
الجواب صحیح۔ انظار حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ما احسن الجواب۔ بندہ محمد امین الدین، مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی
الجواب صحیح۔ بندہ محمود صدر مدرس مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح۔ محمد عبدالغفور مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

دوسرا باب
قضاو کفارہ

بلاعذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق اور منکر کافر ہے

(سوال) زید مسلمان نے رمضان المبارک میں عام دعوت کی اور بلاعذر شرعی روزہ نہ رکھا اور بعض کا روزہ تڑوادیا اور حقہ اور پان مہمانوں کو علانیہ طور پر کھلایا صبح سے شام تک کھانا کھلانا اور تقسیم کرنا جاری رہا شہر میں اس کا بڑا چرچا ہوا اور اہل ہنود نے بھی طعن کیا اور یہ بھی کہا کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں ہے ایسا شخص فاسق ہے یا کافر؟ اور السلام علیک اسے کرنا چاہئیے یا نہیں؟ بیعت اس کے ہاتھ پر مسلمان کریں یا نہ کریں اور پہلے جس جس مسلمان نے بیعت کی تھی وہ باقی ہے یا ٹوٹ گئی اور جس مسلمان نے روزہ رکھ کر دوپہر یا عصر کے وقت بسبب غلبہ بھوک و پیاس کے روزہ توڑ دیا اس پر کیا حکم ہے اور توبہ ایسے شخص کی اعلان سے ہو یا تنہائی میں درست ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۵۶) جو شخص بغیر کسی عذر کے روزہ نہ رکھے وہ فاسق ہے(۱) اور رکھ کر توڑ ڈالے اس پر قضاو کفارہ دونوں واجب ہیں اذا اکل متعمداً ما یتغذی به اویتد اوی به یلزمه الکفارة (هندیه ص ۲۱۸ ج ۱)(۲) اور جو شخص یہ کہے کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں وہ شخص کافر ہے(۳) ایسے شخص کی بیعت گزشتہ فسخ ہوگئی اور آئندہ اس سے بیعت کرنا حرام ہے اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے بھی روزہ پورا نہ ہو سکے تو بھی رمضان المبارک میں کھانا پینا شام تک ممنوع ہے تو بلاعذر کھلم کھلا کھانے پینے کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے وکذا من وجب علیه الصوم فی اول النهار لوجود سبب الوجوب والاهلیة ثم تعذر علیه المضی فیه بان افطر متعمداً واصبح یوم الشك مفطرا ثم تبین انه من رمضان او تسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع ثم تبین انه طالع فانه یجب علیه الامساك فی بقیة الیوم تشبهاً بالصائمین کذافی البدائع فی فصل حکم صوم الموقت (هندیه ص ۲۲۸ ج ۲)(۴) اور ان لوگوں کی توبہ بھی اسی اعلان کے ساتھ ضروری ہے۔

---

(۱) اعلم ان الفرض' حتی یکفر جاحده' و یفسق تارکه بلا عذر (رد المحتار' کتاب الاضحیة ۶/۳۱۳ سعید)

(۲) کتاب الصوم' الباب الرابع' النوع الثانی' یوجب القضاء والکفارة ۱/۲۰۵ مکتبه رشیدیه' کوئٹه)

(۳) اعلم ان صوم رمضان فریضة' لقوله تعالیٰ: کتب علیکم الصیام' و علی فرضیة انعقد الاجماع' ولهذا یکفر جاحده (هندیة' کتاب الصوم ۱/۲۱۱ شرکت علمیه ملتان)

(۴) کتاب الصوم' المتفرقات ۱/۲۱۴ مکتبه رشیدیه' کوئٹه)

کفارہ کے روزے اگر چاند کے حساب سے رکھے تو دو ماہ ضروری ہے اگرچہ ساٹھ سے کم ہو

(سوال) روزہ رمضان کے کفارہ میں دو مہینے پے در پے روزہ چاند کی پہلی تاریخ سے شروع کرے تو دو مہینے چاند کے حساب سے کافی ہیں یا دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے رکھنا ضروری ہے ؟

(جواب ۲۵۷) اگر چاند دیکھ کر کفارہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو ساٹھ روزے پورے کرنا ضروری نہیں بلکہ پورے دو مہینے کے روزے رکھنا کافی ہے خواہ وہ ساٹھ ہوں یا ساٹھ سے کم ہوں **وان لم یجد المظاہر ما تعتق صام شہرین ولو ثمانیۃ و خمسین بالهلال والا فستین یوماً متتابعین وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع** (۱)**(درمختار ملتقطا) قولہ وکذا کل صوم الخ ککفارۃ قتل او افطار الخ (رد المحتار)** (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) قضاء روزوں کی اس طرح نیت "میرے ذمے جتنے قضاء روزے ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں" صحیح ہے

(۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے

(سوال) (۱) قضا روزوں کی نیت اس طرح کرنا کہ میرے ذمہ جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں صحیح ہے یا نہیں ؟ (۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے کا کفارہ بصورت غلہ یا نقد ادا کر سکتا ہے یا نہیں اگر ادا کر سکتا ہے تو کس طرح ادا کرے ۔ **المستفتی** نمبر ۳۰۴ امانت علی صاحب (روڑکی ضلع سہارنپور) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۲۱ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۸) (۱) قضا روزوں کی یہ نیت درست ہے کہ میرے جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ قضا رکھتا ہوں (۳) (۲) کفارہ کے روزے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان کا کفارہ بصورت نقد یا بصورت غلہ ادا کرنا جائز ہے (۴) ساٹھ روزوں کے کفارہ کا غلہ فی روزہ پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے ادا کیا جائے یا اتنی مقدار کی قیمت دی جائے (۵) ایک روزہ توڑنے کا کفارہ گیہوں کی صورت میں ایک

---

(۱) باب الکفارۃ ۳/۴۷۵ طبع سعید

(۲) باب الکفارۃ' ۳/۴۷۶ طبع سعید

(۳) کثرت الفوائد نوی اول ظہر علیہ' او آخرہ (الدر المختار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ۲/۷۶ سعید)

(۴) و کفر ککفارۃ المظاہر' قولہ' ککفارۃ المظاہر' و کفر ای مثلہا فی الترتیب' فیعتق اولا فان لم یجد صام شہرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا' لحدیث الاعرابی المعروف فی الکتب الستۃ الخ (رد المحتار' کتاب الصوم' مطلب فی الکفارۃ ۲/۴۱۲ سعید)

(۵) وان عجز عن الصوم اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ' قولہ کالفطرۃ ای نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعیر (ردالمحتار' باب الکفارۃ ۳/۴۷۸ سعید)

من ۲۵ سیر گیہوں ہوئے ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک دن پونے دو سیر پونے دو سیر گیہوں دے دیئے جائیں یا ایک مسکین کو ہر روز پونے دو سیر گیہوں دے دیئے جائیں ساٹھ دن تک دیتے رہیں(۱) مجموعی قیمت کسی مدرسہ کو بھیجیں تو اس میں بھی تصریح کردیں کہ یہ کفارہ کی رقم ہے تاکہ قاعدہ کے موافق صرف کی جاسکے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا بعد میں چاند ہونے کی تحقیق ہو جائے تو قضاء ضروری ہے

(سوال) صوبہ بمبئی میں ۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ یوم جمعرات بعد نماز مغرب عام طور پر چاند نہیں دیکھا گیا چنانچہ صوبہ بمبئی میں سنیچر کے روز روزہ رکھا گیا سات یوم کے بعد احمد آباد جو تقریباً ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے اور جام نگر جو تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے وہاں کی اطلاع دو عینی شہادت پر مبنی تھی موصول ہوئی اور جمعیۃ العلماء بمبئی نے بلا حدود قائم کیے ہوئے فتویٰ جاری کیا کہ ایک روزہ قضا رکھا جائے اور چاند ۲۹ شعبان کا مانا جائے لہذا ایک ورق اشتہار منسلک تحریر ہذا بنابر تحقیق وصدور فتویٰ ارسال ہے براہ کرم مطلع فرمائیں کہ ہم اس روزہ کی قضا کریں یا نہیں اور یہ ہم پر واجب ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۱۴۴ عبدالرحمٰن میمن باندرہ (بمبئی) ۲۱ شوال ۱۳۵۶ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۹) ہاں ثبوت رؤیت کے بعد ایک روزہ کی قضا واجب ہے اور اشتہار مطبوعہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ صحیح ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بوس وکنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) اگر کوئی شخص روزے میں جان بوجھ کر عورت یا مرد سے لپٹ جائے اور اس کو شہوت ہو اور انزال ہو جائے تو روزہ کی قضا واجب آئی یا کفارہ بھی ؟

(جواب ۲۶۰) اس صورت میں روزے کی قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) قے ہوئی تو اس خیال سے کہ اب روزہ نہ رہا پانی پی لیا تو صرف قضا ضروری ہے !

---

(۱) کماجاز لو اطعم واحد استین یوما (تنویر الابصار' باب الکفارات ۴۷۹/۳ سعید)

(۲) فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئك بطریق موجب کما مر الخ (الدر المختار' کتاب الصوم' ۳۹۴/۲ طبع سعید)

(۳) و کذا فی تقبیل الامة' والغلام' و تقبیلها زوجها اذا رات بللاً' وان وجدت لذة' ولم تر بللاً فسد عند ابی یوسف الخ (هندیة' کتاب الصوم' الباب الرابع فی ما یفسد ومالایفسد ۲۰۴/۱ مکتبه رشیدیه' کوئٹه)

(۲) پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے!

سوال) (۱) ہیضہ پھیلا ہوا تھا ایک شخص کو قے اور دست آنے لگے رمضان شریف کا مہینہ تھا وہ روزہ سے تھا جب قے آئی تو وہ شخص یعنی مریض خود اور اس کے پاس والوں نے یہ سمجھا کہ اب روزہ ٹوٹ گیا ہے مریض نے پانی مانگا لوگوں نے پانی پلا دیا اب اس کے ذمے کفارہ اور قضا دونوں ہیں یا صرف قضا ؟(۱)
۲) اسی طرح ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا وہ رمضان شریف میں روزے سے تھا لوگوں نے اس کو مجبور کر کے دوا پلا دی حالانکہ وہ انکار کر رہا تھا گھر والوں نے کہا کہ جو کچھ کفارہ کے بدلے میں فدیہ دینا ہوگا ہم دے دیں گے اب اس پر قضا و کفارہ دونوں ہیں یا صرف قضا (۲) ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف ماں، جگن پور ضلع فیض آباد

جواب ۲۶۱) دونوں کے ذمے صرف قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نیسویں کو غروب سے پہلے چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں

سوال) امسال رمضان شریف کی تیسویں تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے چاند نکل آیا تھا ض جاہلوں نے چاند دیکھتے ہی فوراً روزہ افطار کر لیا ان پر اس دن کی صرف قضا ضروری ہے یا قضاء کفارہ ونوں ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور

جواب ۲۶۲) جن لوگوں نے غروب سے پہلے افطار کر لیا ان پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں (۳)
مد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

تیسرا باب
اعتکاف

تکف کا ٹھنڈک کے لئے غسل کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں

سوال) معتکف کو محض تبرید اور دفع گرمی کی وجہ سے غسل خانہ مسجد میں غسل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب ۲۶۳) معتکف کو محض تبرید اور دفع گرمی کے واسطے غسل خانہ مسجد میں جو خارج مسجد ہو تا ہے جانا درست نہیں اگر جائے گا تو اس کا اعتکاف جاتا رہے گا ثم ان امکنه الاغتسال فی المسجد

) وكذا لو ذرعه القئ و ظن انه يفطره فافطر، فلا كفارة عليه، لوجود شبهة الاشتباه فان القئ والا ستسقاء شابهان الخ (رد المحتار، كتاب الصوم ۲/۲۰۲ طبع سعيد)

) و مفطر لو مكرها، او خطاء، و صبی بلغ و كافر اسلم، و كلهم يقضون الخ (الدر المختار، كتاب الصوم /۴۰۸ طبع سعيد)

۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۳ حاشیہ نمبر ۱

من غیران یتلوث المسجد فلا باس والا فیخرج و یغتسل و یعود الی المسجد (عالمگیری ص ۲۲۶ ج ۱)(۱) اور یہ حکم غسل واجب کا ہے کہ اس کے لئے بھی نکلنا اس شرط سے جائز ہے کہ مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھ کر اس میں غسل نہ کر سکے اور اگر کوئی ٹب یا لگن ایسی میسر ہو کہ اس میں غسل کرنے سے مسجد ملوث نہ ہوتی ہو تو غسل واجب بھی مسجد میں ہی کرنا ضروری ہے

(۱) معتبر شہادت سے معلوم ہو جائے کہ انتیس کو چاند ہو گیا تھا تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں
(۲) معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا
(۳) معتکف کو سگریٹ یا حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں
(۴) معتکف اگر مریض دیکھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا
(۵) اعتکاف کے دوران تلاوت، نماز اور درود شریف بہترین اشغال ہیں

(سوال) (۱) مظفر نگر کی رویت ہلال سے روزہ سہ شنبہ کا ہوا کیا اسی حساب سے اعتکاف شروع کیا جائے؟
(۲) اگر معتکف کسی ایسے موضع کی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو کیا وہ جمعہ پڑھنے کے لئے قصبہ میں یا کسی ایسے قریبی مقام پر جا سکتا ہے جہاں جمعہ بھی ہوتا ہو، یا کیا حکم ہے یا اس جمعہ کا وجوب ہی نہیں ہوتا یا کسی ایسی جگہ اعتکاف کرنا چاہئے جہاں جمعہ ہوتا ہو یا کیا بہر حال افضلیت بھی ظاہر فرمادی جائے (۳) معتکف اگر حقہ یا سگریٹ کا عادی ہے، وہ مسجد سے باہر اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے یا نہیں یا مسجد ہی کے بیرونی فرش پر اس صورت سے کہ حقہ باہر رکھا ہو اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے، یا حقہ پینے کی اسے قطعاً اجازت نہیں (۴) معتکف طبابت پیشہ ہے اور کسی ایسے اہم اور ضروری مریض کو وہ دیکھنے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں خصوصاً جب کہ وہاں کوئی دوسرا شخص اس کام کو کرنے والا نہ ہو، یا مریض کا دوسرے پر اطمینان نہ ہو (۵) معتکف کو دوران اعتکاف میں زیادہ تر کس ورد کو کرنا چاہئے یا کثرت تلاوت کافی ہوگی، یا کوئی خاص دعا جس کا ورد رکھا جانا نافع ہو۔ المستفتی نمبر ۱۲۴۸ حکیم محمود الحسن صاحب مظفر نگر ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۴) (۱) پیر کے پہلے روزے یعنی اتوار کی رویت کی خبریں اب اتنی جگہ سے آگئی ہیں کہ ان سے ظن غالب حاصل ہو گیا ہے کہ اتوار کی رویت درست اور پیر کا پہلا روزہ صحیح ہوا اس لئے اگرچہ یہاں سہہ شنبہ کا پہلا روزہ ہوا ہے اور ابھی تک اتوار کی رویت کا حکم عام نہیں دیا گیا مگر اعتکاف شروع

---

(۱) کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف ۱/۲۱۳ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

کرنے میں احتیاط یہ ہے کہ اتوار کی رویت کے حساب سے شروع کیا جائے (۱)

(۲) اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا بہتر ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو (۲) اگر ایسے گاؤں میں اعتکاف کیا جائے کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تو معتکف کو دوسرے قصبہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہو جانا جائز نہیں مقامی مسجد جامع میں جمعہ کے لئے جانا جائز ہے (۳)

(۳) حقہ اور سگریٹ مسجد میں بیٹھ کر پینا جائز نہیں اور معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں اگر معتکف ان چیزوں کا عادی ہے تو اسے مدت اعتکاف میں ان چیزوں کو ترک کر دینا چاہئیے (۴)

(۴) مریض کو دیکھنے کے لئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جا سکتا یعنی اگر ضرورۃً جانا پڑے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور ضرورت کی وجہ سے ابطال اعتکاف کا گناہ نہ ہو گا (۵)

(۵) تلاوت، نماز، درود شریف بہترین اشغال ہیں (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شب قدر مقامی روزوں کے حساب سے سمجھی جائے

(سوال) دہلی میں اتوار کا روزہ ہوا ہے اور دوسرے بعض مقامات پر ہفتہ کا، تو شب قدر یہاں کے روزوں کے حساب سے شمار کی جائے گی یا دوسرے مقامات کے بیسویں روزہ اکیسویں شب یا انیسویں روزہ اور بیسویں شب۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۶۵) یہاں کے حساب سے ہی شب قدر سمجھی جائے اور اگر کوئی احتیاطاً دوسری جگہ کی رویت کا حساب کر کے ان راتوں کو بھی جاگے اور عبادت کرے تو بہتر ہے (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یعنی اعتکاف ۲۰ تاریخ کی شام سے شروع ہوتا ہے تو پیر کو پہلے روزہ کے حساب سے ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا جائے اگرچہ مقامی روزہ کے اعتبار سے انیسویں تاریخ بن جائے فقط

(۲) واما افضل الاعتکاف ففی المسجد الحرام، ثم فی مسجده، ثم فی المسجد الاقصی، ثم فی الجامع قیل، اذا ان یصلی فیه، بجماعة فان لم یکن، ففی مسجده افضل، لئلا یحتاج الی الخروج، ثم ماکان اهله اکثر (رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ۲/۴۴۱ سعید)

(۳) و حرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان طبعیة کبول، و غائط، او شرعیة، کعید، واذان لو مؤذنا، و باب المنارة خارج المسجد، و الجمعة وقت الزوال الخ (الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ۲/۴۴۴ سعید)

(۴) حقہ اور سگریٹ وغیرہ کو فقہاء نے اعذار میں شمار نہیں کیا لہذا اس کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے

(۵) عیادۃ المریض کی طرح علاج المریض بھی حوائج میں داخل نہیں اس لئے فاسد ہو گا ولو خرج لجنازة یفسد اعتکافه، و کذا لصلاتها ولو تعینت علیه، اولا نجاء الغریق، اوا لحریق الخ (هندیه، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ۱/ ۲۱۲ کوئٹه)

(۶) ان سب کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں قرآن میں بھی اور احادیث میں بھی ویلازم التلاوة، والحدیث، والعلم، و تدریسه، و سیر النبی ﷺ الخ (هندیه، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ۱/۲۱۲ کوئٹه)

(۷) جیسے روزے میں مقامی رؤیت کا اعتبار کیا جاتا ہے ایسے ہی شب قدر کے لئے بھی مقامی رویت کا اعتبار ہو گا، الا یہ کہ شرعی شہادت سے دوسرے مقام کی رؤیت ثابت ہو جائے

(۱) معتکف غسل کے لئے مسجد سے باہر جائے، تو پانی وغیرہ بھی لا سکتا ہے
(۲) مسجد میں غسل خانہ نہ ہو تو قریب تالاب میں غسل کے لئے جا سکتا ہے
(۳) مدرسے کے طلباء ضرورت کے وقت کھانا پکانے کے لئے مطبخ جا سکتا ہے

(سوال) (۱) معتکف کو جنابت لاحق ہوئی اس نے غسل خانے میں جا کر غسل کیا اور ساتھ ساتھ اس ناپاک کپڑے کو بھی جو جنابت کے وقت ناپاک ہو گیا تھا اسی غسل خانے میں نہایت عجلت کے ساتھ صاف کر لیا اور فراغت کے بعد واپس آتے وقت پانی کے اس مٹکے سے جو غسل خانہ کے متصل موجود ہے لوٹا بھر کر اپنی ضروریات کے لئے لایا اب اس صورت میں معتکف مذکور کا اعتکاف فاسد ہو گیا یا باقی رہا اور فاسد ہونے کی تقدیر پر مابقی ایام کو اعتکاف کے ساتھ گزارے تو اس کے ذمے سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا یا دوبارہ اس کی قضا لازم آئے گی؟

(۲) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں غسل خانہ نہیں ہے بلکہ اس کے قریب تالاب ہے اس تالاب میں ناپاک کپڑا پہن کر اتر کر غسل کرتے وقت پانی کے اندر کھڑے ہو کر اس ناپاک کپڑے کو پاک کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر طلبہ دار العلوم مسجد دار العلوم میں اعتکاف کریں اور دوسرا بغیر کہے ان کو مطبخ دار العلوم سے ان کا کھانا نہیں پہنچاتا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے کو تکلیف نہ دے کر معتکفین خود مطبخ میں حاضر ہو کر اپنا کھانا لا سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۷۵ محمد اظہر الاسلام، نواکھالی، دار العلوم دیوبند ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۶) اگر اعتکاف واجب النذر تھا تو اس میں صرف غسل کرنے کی مقدار مسجد سے باہر گزارنے کی اجازت ہے کپڑا دھونا یا پانی بھرنے کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور اس صورت میں اس کو اعتکاف واجب کی قضا کرنی پڑے گی (۱) اور اگر اعتکاف نفل ہو (اس میں اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ رمضان بھی شامل ہے) تو اس میں کپڑا دھو لینے اور لوٹا بھر لینے کی گنجائش ہے بشرطیکہ خروج من المسجد غسل کے لئے ہوا ہو (۲)

(۲) یہی حکم سوال دوم میں بھی سمجھا جائے گا

(۳) اگر مسجد میں کھانا پہنچانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا لینے کے لئے جانا اور کھانا لیکر فوراً واپس آجانا

---

(۱) و یرجع الی المسجد کما فرغ من الوضوء ولو مکث فی بیتہ ساعۃً فسد اعتکافہ عند ابی حنیفۃ (ھندیۃ کتاب الصوم، باب الاعتکاف ۱/۲۱۲ ط کوئٹہ) یہ اس صورت میں ہے جب اس کے پاس دوسرے کپڑے موجود ہوں اور اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے موجود نہ ہوں تو اس کے لئے کپڑے صاف کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حاجت انسان میں داخل ہے

(۲) ولیس کالمکث بعد ھا ما لو خرج لھا ثم ذھب لعیادۃ المریض او صلاۃ جنازۃ من غیر ان یکون خرج لذا قصداً فانہ جائز (رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ۲/۴۴۵ ط سعید)

چاہئیے (۱) مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے باہر کھانا نہ کھایا جائے (۲) اور مسجد میں کھانا پہنچنے کی سبیل ہو تو پھر کھانا خود لینے بھی نہ جائے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چوتھا باب
افطار و سحری

غیر مسلم کی بھیجی ہوئی افطاری سے افطار کرنا جائز ہے

(سوال) بموقع افطار روزہ اگر کوئی غیر مسلم کھجور یا مٹھائی وغیرہ روزہ داروں کے واسطے مسجد میں برائے افطاری بھیجے تو قبول کی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۹۵ شیخ چراغ الدین پھگواڑہ ۵ شوال ۱۳۵۴ھ م یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۷) غیر مسلم کی بھیجی ہوئی اشیاء قبول کرنا اور ان اشیاء کو افطار کے وقت استعمال کرنا جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ

نقارے کی آواز سن کر افطار کرنا جائز ہے

(سوال) ایک گاؤں میں ایام سلف سے دو محلے ہیں ایک محلے میں زمانہ سابق سے تاحال جامع مسجد ہے دوسرے محلے میں خالص پنج وقتی کے لئے مسجد تعمیر کی گئی ہے امسال دوسرے محلے والوں نے رمضان شریف کے ایام میں روزہ افطاری کے لئے پہلے نقارہ بجا کر روزہ افطار کرنے کے بعد پھر اذان دیتے ہیں جامع مسجد والوں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ روزہ افطاری کے لئے بجز اذان کے اور کوئی حکم نہیں مذہب کی کسی کتاب میں نقارہ کی آواز پر روزہ افطار کرنا نظر نہیں آتا دونوں محلے والے مقلد شافعیہ ہیں سوال یہ ہے کہ آیا شافعی مذہب کی رو سے روزہ افطار کرنے کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۷۰۰ امیر الدین شیخ (ضلع قلابہ) ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۸) نقارہ بجانا غروب شمس کی عام اطلاع کے لئے ہوتا ہے اور جب کہ نقارہ غیر مشتبہ طور پر سنا جائے اور ظن غالب ہو کہ یہ نقارہ وہی ہے جو اطلاع افطار کے لئے بجایا جاتا ہے تو اس کی آواز سن کر افطار کر لینا مذہب حنفی اور شافعی دونوں میں جائز ہے علامہ قلیوبی نے شرح منہاج الطالبین کے حاشیہ

---

(۱) قولہ 'الا لحاجة الانسان الخ ولا يمكث بعد فراغه من الطهور الخ (رد المحتار' كتاب الصوم' باب الاعتكاف' ۲/ ۴۴۵ طبع سعيد)

(۲) واما الاكل' والشرب' والنوم' فيكون في معتكفه (هنديه' كتاب الصوم' باب الاعتكاف ۱/ ۲۱۲ كوئٹه

(۳) پاک غذا ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں فقط

میں لکھا ہے و منه سماع الطبول و ضرب الدفوف و نحو ذلك ممايعتاد فعله اول الشهر واخره اه، قلت و کذا اول الصوم واخره(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جماع کے ذریعے افطار کرنا

(سوال) کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ صحابہ کرامؓ نے رمضان شریف کا روز جماع سے افطار کیا ہو اور نماز مغرب میں تاخیر ہو گئی ہو المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبد القدوس امام (ترکمان دروازہ دہلی)۶ اربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۹) ایسی حدیث خیال میں نہیں فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سحری وافطاری کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا اور نقارہ بجانا جائز ہے

(سوال) رمضان شریف میں افطاری و سحری کے لئے نقارہ بجانا ٹھیک ہے یا گولہ چھوڑنا بہتر ہے کیونک اگر گولہ چھوڑا جائے تو آٹھ میل تک دیہات کے لوگ ہیں وہ بھی سن سکتے ہیں اور نقارہ سوائے محلّہ کے سنائی نہیں دیتا گزشتہ سال میں لوگوں کو افطاری سحری کا بذریعہ گولہ پتہ لگ جاتا تھا اس واسطے دیہات او شہر کے اکثر لوگوں کا خیال گولہ چھوڑنے کا ہے کیا گولہ منگایا جائے یا نقارہ ؟ شریعت میں تو اذان ہی کا ذ ہے(۲) المستفتی نمبر ۱۹۱۱ محمد موسیٰ صاحب امام مسجد پنجن آباد (بہاولپور) ۷ا شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۰) سحری اور افطار کے وقت کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا جائز ہے نقارہ بجانا بھی جا ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو چار منٹ تاخیر کی گنجائش ہے

(سوال) وقت نماز مغرب و افطار کب سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت نماز و افطار میں کس قدر د کر سکتے ہیں ؟ یا جلدی کرنا چاہئیے المستفتی نمبر ۱۹۲۲ حاجی غلام احمد ولد عیسیٰ (مارواڑ) ۱۹ شعبا ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۱) غروب آفتاب کے بعد وقت افطار شروع ہو جاتا ہے اور یہی نماز مغرب کا وقت ہے

---

(۱) حاشیه قلیوبی علی شرح منهاج الطالبین، کتاب الصیام، ۲/ ۴۹ دار احیاء الکتب العربیه، مصر)

(۲) اذان کی مشروعیت نماز کے لئے ہے افطار کے لئے نہیں لیکن چونکہ مغرب کی اذان غروب آفتاب سے پہلے درست نہیں با آفتاب غروب ہونے پر دی جاتی ہے اور وہی وقت افطار کا بھی ہوتا ہے لہذا جیسے اذان سے افطار کا اندازہ ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر کسی اور جا ذریعے سے افطار کا اندازہ ہوتا ہو تو جائز ہے

افطار میں دوچار منٹ کی تاخیر ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر افضل ہے

(سوال) قوله عليه السلام ثلاث من اخلاق الانبياء تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع يده اليمنى على اليسرى تحت السرة فی الصلوٰة (۲) بعض نادان لوگ سحری کو اٹھتے نہیں اور یونہی روزہ رکھ لیتے ہیں بعض بارہ ایک بجے کھاپی کر سو رہتے ہیں ایسا کرنا خلاف شریعت ہے یا نہیں ؟
المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۲۷۲) یہ صحیح ہے کہ افطار میں آفتاب غروب ہونے کے بعد دیر نہ کرنی چاہئیے بلکہ آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہئیے (۳) اور یہ بھی صحیح ہے کہ سحری جس قدر دیر کر کے کھائی جائے بشر طیکہ صبح صادق ہونے سے پہلے کھالے تو بہتر ہے یہ دونوں باتیں حدیثوں سے ثابت ہیں (۴) بہت پہلے سحری کھالینا اچھا نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندو کے مال سے افطار جائز ہے

(سوال) ہندو کے مال سے روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۳) ہندو کے مال سے جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو یا اس سے بقیمت خریدا ہو روزہ افطار کرنا جائز ہے (۵) محمد کفایت اللہ

حالت جنابت میں سحری کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر اس سے روزے میں کچھ خلل نہیں آتا

(سوال) رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اسے یقین ہے کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی سے غسل نہیں کیا اور کھانا کھالیا تو اس کا روزہ ہو گا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانے سے گناہ گار ہو گیا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں اگر

---

(۱) مگر بہتر یہ ہے کہ جیسے ہی افطار کا وقت ہو فوراً افطار کریں عن سهل بن سعدؓ قال : قال رسول الله ﷺ : لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی تعجيل الافطار ۱/ ۱۵۰ ط سعيد)

(۲) لم اجد بهذه الالفاظ' انما رايته ببعض تغير الالفاظ' ثلاث من اخلاق النبوة' تعجيل الافطار و تاخير السحور و وضع اليمين على الشمال فی الصلوة (مجمع الزوائد' باب وضع اليد على الاخرى ۲/ ۱۰۵ دار الفكر' بيروت)

(۳)عن سهل بن سعدؓ قال : قال رسول الله ﷺ : لايزال الناس بخير ما عجلوا الفطر (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی تعجيل الافطار ۱/ ۱۵۰ طبع سعيد)

(۴) ثم تاخير السحور مستحب كذافی النهاية' ويكره تاخير السحور الى وقت وقع فيه الشك (هنديه' كتاب الصوم' باب ما يكره للصائم' وما لايكره ۱/ ۲۰۰ رشيديه' كوئٹه)

(۵) ہندو کا دیا ہوا مال پاک ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں

جائز ہے تو کس طرح سے کھائے وضو کر کے یا ہاتھ دھو کے کھائے؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۷۴) حالت جنابت میں بغیر منہ ہاتھ دھوئے ہوئے یا وضو کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان میں خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو سحری کھاتے ہوئے مناسب تو یہ ہے کہ غسل کر ڈالے یا وضو کر لے یا کم از کم ہاتھ دھو ڈالے (۱) واللہ اعلم

صرف وضو کرنا اور نماز نہ پڑھنا، اور صرف سحری کھانا اور روزہ نہ رکھنا

(سوال) ایک شخص دن میں پچاس ساٹھ بار وضو کرتا ہے اور ہمیشہ سحری کھاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے نہ کبھی روزہ رکھتا ہے تو کیا یہ شخص وضو و سحری کا ثواب پانے کا مستحق ہے؟ المستفتی نمبر ۲۷۶۵ حکیم محمد ایوب، سنبھل ضلع مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

(جواب ۲۷۵) ہاں اس کو وضو کرنے اور سحری کھانے کا ثواب اس شرط سے ملے گا کہ ان افعال کو بہ نیت قربت و ادائے سنت عمل میں لاتا ہو (۲) یہ دوسری بات ہے کہ ترک فرائض کے عذاب کے مقابلہ میں ان سنتوں کی ادائیگی کا ثواب کچھ کار آمد اور مفید نہ ہو جیسے کوئی شخص ایک گلاس پانی میں دو تولے شہد ملائے تو اس کی شیرینی بجائے خود مفید اور پانی کو میٹھا کر دینے والی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ دو تولے ایلوا بھی ملا دے تو شکر کی شیرینی اور فائدہ مغلوب ہو جائے گا اسی طرح معصیت کی شدت یا کثرت فضائل اعمال کے ثواب کو مغلوب کر دے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

افطار کا وقت ہوتے ہی افطار کرنا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) وقت ہوتے ہی دعائے ماثورہ پڑھ کر روزہ افطار کرنے کی فضیلت آئی ہے لیکن وقت ہونے کے بعد فاتحہ پڑھنا بھی ازروئے ادلہ شرعیہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۷۶) افطار کا وقت ہو جانے کے بعد فوراً روزہ افطار کر لینا افضل اور بہتر ہے (۳) فاتحہ پڑھنے سے آپ کا مطلب کیا ہے، اگر مراد ایصال ثواب کی غرض سے کچھ پڑھنا اور ثواب بخشنا ہے تو افطار کر لینے کے بعد بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) ولا باس للجنب ان ینام وان اراد ان یاکل او یشرب فینبغی' ان یتمضمض' و یغسل یدیہ (ھندیہ' کتاب الطہارۃ' فصل المعانی الموجبۃ للغسل ۱/۱۶ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۲) انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی' الخ (صحیح بخاری' باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ۱/۲ قدیمی کتب خانہ

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۴۹ حاشیہ نمبر ۳

پانچواں باب

نفلی روزہ

مسافر و مریض کا رمضان میں غیر رمضان کا روزہ رکھنا

(سوال) مسافر یا مریض رمضان میں نفل وغیرہ کی نیت سے روزہ رکھیں تو انکا نفلی وغیرہ روزہ ہو گیا یا فرضی؟

(جواب ۲۷۷) مسافر یا مریض رمضان میں اگر نفل کی نیت سے روزہ رکھیں گے تو وہ رمضان کا ہی ہو گا لیکن اگر مسافر کسی دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھے گا تو وہ اسی واجب کا ہو گا مریض کا اس صورت میں رمضان کا ہی روزہ ہو گا فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجباً اٰخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیة عن البرهان انه الا صح (درمختار) (۱) قوله الصحیح وقوع الکل عن رمضان الخ المراد بالکل ماذا نوی المریض النفل اواطلق او نوی واجبا اٰخر وما اذا نوی المسافر کذلك الا اذا نوی واجبا اٰخر فانه یقع عنه لا عن رمضان لان المسافر له ان لا یصوم فله ان یصرفه الی واجب اٰخر لان الرخصة متعلقة بمظنة العجز وهو السفر وذلك موجود بخلاف المریض فانها متعلقة بحقیقة العجز فاذا تبین انه غیر عاجز (ردالمحتار) (۲)

دس ذوالحجہ کو روزہ رکھنا

(سوال) عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور دہلی میں عرفہ دوشنبہ کا ہے اور دوشنبہ کو بعض مقامات پر عید ہو گی اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ دوشنبہ کے دن عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں کہ نہیں المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۷۸) ہاں چاند کی خبر آجانے کے بعد نویں تاریخ کو جو دوسری جگہ کی دسویں ہو گی روزہ نہ رکھنا چاہئیے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عاشورہ کے دن کوئی خاص نماز مشروع نہیں البتہ روزہ مستحب ہے۔

(سوال) عاشورہ کے دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص نماز کسی خاص وضع کے ساتھ ثابت ہے یا

---

(۱) كتاب الصوم ۲/۳۷۸ طبع سعيد

(۲) كتاب الصوم ۲/۳۷۸ طبع سعيد (۳) کیونکہ عرفہ نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اور دس ذی الحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے "والمکروہ تحریما کالعیدین" (الدر المختار کتاب الصوم ۲/۳۷۵ طبع سعيد)

نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۴۵۷ منشی الطاف حسین صاحب' وزیر گنج' گونڈہ ۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۷۹) عاشورے (۱۰ محرم) کے روز روزہ رکھنا مسنون ہے اس روزے کا بہت ثواب ہے (۱) اور یہ بھی مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت کے موافق اس روز اپنے بال بچوں کو اور دنوں سے اچھا کھانا کھلائے (۲) کوئی خاص نماز اس دن میں ثابت نہیں۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

چھٹا باب
سفر اور دیگر عذر

(۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں
(۲) عذر کی وجہ سے روزے رہ گئے تو قضاء کرنے پر پورا ثواب ملے گا

(سوال) (۱) اگر سفر میں کوئی شخص روزہ رکھتا ہے تو یہ مکروہ تو نہیں ہے اس کو رکھنے کی اجازت ہے ؟ (۲) کسی عذر سے اگر رمضان میں روزے نہ رکھے اور اس کی گنتی رمضان کے بعد پوری کر لے تو اس کو رمضان کی طرح ثواب ملے گا یا کچھ فرق ہوگا؟ **المستفتی** مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۲۸۰) (۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں نہ رکھنے کی اجازت ہے ضروری نہیں کہ افطار کرے (۳) (۲) اگر عذر صحیح ہے تو بے شک اس کو روزوں کا پورا ثواب ملے گا (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

---

(۱) عن ابی قتادة ان النبی ﷺ قال : صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله (ترمذی ابواب الصوم' باب ماجاء فی الحث' علی صوم یوم عاشوراء ۱/۱۵۸ طبع سعید)

(۲) قوله حدیث التوسعة الخ وهو (من وسع علی عیاله یوم عاشوراء' وسع الله علیه السنة کلها) قال جابر : جربته اربعین عاما الخ (رد المحتار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم' وما لایفسد مطلب فی حدیث التوسعة علی العیال ۲/۴۱۸ ط سعید)

(۳) عن عائشةؓ ان حمزة بن عمرو الا سلمی سال رسول الله ﷺ عن الصوم فی السفر' وکان یسرد الصوم' فقال رسول الله ﷺ ان شئت' فصم وان شئت فافطر (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی الرخصة' فی الصوم فی السفر ۱/۱۵۲ سعید)

(۴) یعنی اگر عذر شرعاً معتبر ہو مثلاً بیماری وغیرہ یعنی اگر بیمار نہ ہوتا تو رمضان کا روزہ رکھتا لہٰذا بعد میں رکھنے سے بھی اللہ کے فضل سے امید ہے کہ پورا ثواب عطاء فرمائے گا۔

ساتواں باب

مفسدات وغیر مفسدات روزہ

انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

(سوال) ماہ رمضان کے روزوں میں روزہ دار شخص انجکشن یعنی سوالگوائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں اگر فاسد ہو جاتا ہے تو صرف روزہ کی قضا ہے یا کفارہ بھی دینا لازم ہے ؟ **المستفتی نمبر ۲۰۰۵** مولوی محمد غالب (وزیرستان) ۶ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸۱) **انجکشن** سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ قضا واجب ہوتی ہے نہ کفارہ(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پیشاب وپاخانہ کی جگہ دوائی ڈالنا اورانجکشن لگوانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ حقنہ (اینما) اورا

(جواب ۲۸۲) پاخانہ کے مقام میں دوا پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۲) مرد اپنے ذکر کے سوراخ میں دوا ڈال سکتا ہے (۳) **انجکشن** سے دوا اگر سینہ یا پیٹ میں نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ

روزے میں عود، لوبان اوراگربتی سلگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) اگر قرآن مجید پڑھتے وقت کوئی روزہ دار عود لوبان یا اگربتی سلگا کر پاس رکھے یا ایسے مقام پر کوئی روزہ دار جا کر بیٹھے تو عمداً سونگھنے یا دھواں داخل کرنے کا اطلاق اس پر ہو گا یا نہیں ؟

---

(۱) انجکشن سے منافذ کے ذریعے جوف بطن یا جوف دماغ میں کچھ نہیں پہنچتا ہے اور روزہ فاسد اس وقت ہوتا ہے جب منافذ کے ذریعے جوف دماغ یا جوف بطن میں کچھ پہنچے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جب روزہ نہیں ٹوٹتا تو قضا و کفارہ بھی نہیں، فی تنویر الابصار، اوادهن او اکتحل اواحتجم، وان وجد طعمه فی حلقه، و فی الشامية، لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن، والمفطر، انما هو الداخل من المنافذ الخ (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده ۲/۳۹۵ سعيد)

(۲) ومن احتقن او استعط، او اقطر فی اذنه دهنا، افطر ولا كفارة عليه، هكذا فی الهداية (هنديه، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد ۱/۲۰٤ رشيديه، كوئٹه)

(۳) واذا اقطر فی احليله، لا يفسد صومه عند ابی حنيفة و محمدؒ (هنديه، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسده ۱/۲۰٤ رشيديه، كوئٹه) (۴) اسی طرح اگر مسام کے ذریعے پہنچے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر (هنديه، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسد ۱/۲۰۳ كوئٹه)

(جواب ۲۸۳) عود، لوبان، اگربتی وغیرہ سلگانا اور اس کے قریب بیٹھ کر تلاوت کرنا روزے میں ناجائز نہیں ہے عمداً سونگھنا بھی روزے میں ناجائز نہیں کیونکہ یہ صورت دھواں داخل کرانے کی نہیں ہوتی (۱) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے اور رمضان کا مہینہ ہے بعض روزہ داروں نے روزہ کی حالت میں بخیال حفظان صحت سوئی لگوائی یعنی بذریعہ انجکشن دوا جسم کے اندر داخل کی گئی روزہ جاتا رہا یا نہیں ؟

(جواب ۲۸۴) انجکشن (جس کے ذریعہ سے دوا براہ راست منفذ غذا و دوا اور بطن میں نہ پہنچے) موجب افطار صوم نہیں اگرچہ عروق میں دوا پہنچتی ہے مگر یہ موجب افطار نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ

(جواب ۲۸۵) انجکشن کے ذریعہ سے اگر دوا کا جسم جوف بدن میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ دوا کا اثر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہو (۳) محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

---

(۱) ولو دخل حلقه غبارا لطاحونة...... اوالدخان...... واشباه ذلك، لم يفطر (هندية، حواله بالا)

(۲-۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ۱

کتاب الزکوٰۃ والصدقات

پہلا باب
کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے

مال تجارت میں نفع شامل کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے

(سوال) ایک شخص نے ہزار روپے ایک کاروبار میں لگائے اور اس ہزار روپے سے وقتاً فوقتاً خرید و فروخت کرتا رہا سال بھر کے بعد اس کو تین سو روپے فائدہ ہوا تو زکوٰۃ ہزار روپے پر نکالی جائے گی یا تیرہ سو روپے پر ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۸۶) مال تجارت اگر ابتدا میں مقدار نصاب ہو تو بعد حولان حول اس کے ساتھ منافع کی بھی زکوٰۃ دینا چاہیئے(۱) فقط

زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں

(سوال) میرا انگریزی چھاپہ خانہ تقریباً بیس ہزار روپے کا بلا شرکت غیر سے ہے اور سود بٹا و ہر قسم کے بار کفالت سے پاک وصاف ہے آٹھ عدد مشین و دیگر سامان سے مرتب ہے مشین و دیگر سامان گھسنے اور ٹوٹ پھوٹ ہونے والا ہے اور جو مشین و دیگر سامان خرید کیا جاتا ہے وہ اگر فروخت کیا جائے تو نصف قیمت یا کم و بیش پر فروخت ہوتا ہے اور بعد پرانا ہونے کے تو بہت کم قیمت رہ جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ نیاز مند امیر مرزا

(جواب ۲۸۷) چھاپہ خانہ اور اس کی مشینیں مال تجارت نہیں ہیں بلکہ آلات طبع ہیں ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ان سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر بشروط معینہ معلومہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا جو سامان کہ فروخت کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہو یا خریدا جاتا ہو یا تبادلہ میں آتا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی(۲) واللہ اعلم

سونا، چاندی کے زیور میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) جس چاندی سونے کے زیور میں جواہرات جڑے ہوئے ہوں اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا

---

(۱) من کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الی ماله وزکاه سواء کان المستفاد من نمائه اولا (هندیه، کتاب الزکاة ۱/۱۷۵ رشیدیه، کوئٹه) (۲) یعنی آلات پر تو زکوٰۃ واجب نہیں البتہ جو آمدنی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی و لیس فی دور السکنی، و ثیاب البدن .... و سلاح الاستعمال زکوٰة لانها مشغولة بالحاجة الاصلية، و ليست بنامية ايضاً، و على هذا كتب العلم لا هلها، وآلات المحترفين، لما قلنا الخ (الهداية، كتاب الزكاة ۱/۱۸٦ مكتبه شركت علميه)

نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۰۶ حافظ نور جمال امام مسجد سمرالہ ضلع لدھیانہ، ۲ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۸) زیور جو چاندی اور سونے کا ہو اس میں بقدر چاندی سونے کے زکوٰۃ فرض ہے(۱) یعنی اگر اس میں جواہرات ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے(۲) صرف چاندی سونے کی مالیت پر زکوٰۃ ہے کیمیائے سعادت میں زکوٰۃ کا مسئلہ امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھا ہے کیونکہ مصنف اس کے شافعی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

سود کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں

(سوال) سیونگ بینک سے جو سود وصول کیا جائے اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۶۵ ماسٹر یونس خاں لاہور ۸ محرم ۱۳۵۳ھ م ۲۳ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۹) سود کی خالص رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ ساری رقم واجب التصدق ہے(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نوٹ پر زکوٰۃ

(سوال) اگر کسی شخص کے پاس نقد روپیہ نہ ہو بلکہ دو چار سو روپے کے نوٹ ہوں اور سال بھر گزر چکا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ نیز نوٹ کی زکوٰۃ میں نوٹ دے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا **المستفتی** نمبر ۴۱۵ محمد سلیمان میواتی، ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۹۰) جس کے پاس نقد روپے کی جگہ کرنسی نوٹ ہیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے زکوٰۃ میں نوٹ دینا جائز ہے مگر جس کو نوٹ دیا ہے جب وہ اس کو کام میں لے آئے اس وقت زکوٰۃ ادا ہو گی اگر نقد روپیہ زکوٰۃ میں دیا جائے تو دیتے ہوئے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) واللازم فی مضروب کل منهما، و معموله، و لو تبرا، او حلیا مطلقا ...... لانهما خلقا اثمانا،فیز کیها کیف کانا الخ (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکوٰة المال ۲/۲۹۸ طبع سعید)

(۲) لازکاة فی اللآلی، والجواهر، وان ساوت الفا اتفاقا، الا ان تکون للتجارة، والا صل ان ما عدا الحجرین، والسوائم انما یزکی بنیة التجارة الخ (الدر المختار، کتاب الزکاة ۲/۲۷۳ سعید)

(۳) فان علم عین الحرام، لا یحل له، و یتصدق به بنیة صاحبه الخ (رد المحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما ۵/۹۹ سعید)

(۴) یہ حکم اس وقت تھا کہ جب کرنسی کے پیچھے سونا ہوتا تھا لیکن اب اس کرنسی نوٹ کے پیچھے سونا نہیں ہوتا بلکہ اب یہ خود ثمن بن گیا ہے لہذا کرنسی نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، چاہے لینے والا اس کو کام میں لائے یا نہیں

تنخواہ جو بچتی نہ ہو اور مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) زید ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے اور بہت عرصے سے ملازمت کرتا ہے جتنی اس کی تنخواہ ہے وہی اس کا خرچ ہے اتنے عرصے میں وہ تنخواہ میں سے کچھ بھی اپنے یا اپنے بچوں کے لئے پس انداز نہیں کر سکا اس کی گھر والی کے پاس آٹھ نو سو روپے کا زیور ہے جس کی وہ برابر زکوٰۃ دیتا رہتا ہے مگر زیور پہننے سے ٹوٹ گیا ہے اور چار پانچ سال سے رکھا ہوا ہے اور وہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے بنوا نہیں سکا اب اس نے وہ زیور فروخت کر کے اور چار پانچ سو روپے بلا سود قرض لیکر ایک مکان خرید لیا جس کے دس روپے ماہوار آمدنی ہے اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۵۱۱** مہر الٰہی صدر بازار دہلی ' ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۱) اس مکان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۱) اور اس کی کرایہ کی آمدنی پر بھی جب کہ وہ خرچ ہوتی رہتی ہے ' جمع نہ ہوتی ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے (۲) فقط **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '**

شیئرز پر زکوٰۃ

(سوال) بعض لوگ کسی کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور وہ کمپنی تاجر ہوتی ہے پھر ان کو سالانہ آمدنی سے بطور حصہ رسدی منافع دیتی ہے مثلاً دو ہزار روپے کے شیئرز خرید کئے اور سالانہ نفع اس کا ہم کو تیس روپے ملا جو بقدر زکوٰۃ شرعی بھی نہیں ہے کیونکہ دو ہزار کی زکوٰۃ پچاس روپے ہوتی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ان شیئرز کے نفع پر ہے یا اصل رقم پر جو ہم نے کمپنی کو جمع کرائی ہے۔ **المستفتی نمبر ۶۵۰** ابو محمد عبد الجبار (رنگون) ۲۳ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۲) کمپنی تجارت کرتی ہے تو زکوٰۃ جمع شدہ رقم پر ہوگی اور اگر کرایہ وصول کرنے کی کمپنی ہے تو جمع شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں بلکہ حاصل شدہ نفع پر ہوگی (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '**

زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہے کیا اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ **المستفتی نمبر ۶۵۸** مجیدی دواخانہ بمبئی ۷ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۶ حاشیہ نمبر ۴ کرایہ کا مکان مال نامی نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نامی ہونا شرط ہے و منها كون النصاب ناميا الخ (هندية' كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۴ ط كوئٹه)

(۲) و منها فراغ المال عن حاجته الاصلية' الخ (هنديه' كتاب الزكوة ۱/ ۱۷۲ مكتبه رشيديه' كوئٹه)

(۳) یعنی کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر چیزوں ہی کو فروخت کرتی ہو لہٰذا جمع شدہ مال' مال تجارت ہوگا اور اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر ان کو فروخت نہیں کرتی بلکہ لوگوں کو کرایہ پر دیتی ہے تو یہ خرید کردہ چیزیں مال تجارت نہ ہوئیں تو زکوٰۃ بھی صرف منافع پر ہوگی

(جواب ۲۹۳) زکوۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوۃ واجب نہیں (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

اولاد کی شادی کے اخراجات مانع زکوۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے اور ظاہری اسباب معاش اولاد کے واسطے بھی نہیں ہیں ضروریات مذکورہ باقی حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۶۸۳ مولوی اعظم الدین زنجبار (افریقہ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۴ھ ۹ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۴) اولاد نابالغ یا بالغ معذورین کا نفقہ تو باپ کے ذمہ ہے (۲) اس لئے محض نفقہ حوائج اصلیہ میں داخل ہے لیکن ان کی شادیوں کے رسمی اخراجات کا تصور حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے اور نہ وہ مانع وجوب زکوۃ ہے **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

واجب الزکوۃ چیز پر ہر سال زکوۃ واجب ہے

(سوال) ایک رقم یا شئی واجب الزکوۃ پر زکوۃ صرف ایک مرتبہ دینی چاہئیے یا جب تک وہ شے یا رقم مالک کے پاس رہے ہر سال برابر اس کی زکوۃ دینا ضروری ہے مثلاً زید کے پاس یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو سو روپے کی رقم یا سو روپے کا زیور فراہم ہوا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ایک سال ختم ہونے پر اس نے اس روپے یا زیور کی زکوۃ ادا کر دی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر یہ روپیہ یا زیور دس سال تک بدستور زید کے پاس رہے اور اس میں اضافہ مطلق نہ ہو تو ان تمام سالوں میں اس پر زکوۃ ادا کرنی چاہئیے یا صرف ایک ہی مرتبہ ؟ اگر دسوں سال دی جائے گی تو اس تمام مدت میں رقم قابل زکوۃ سو روپے ہی رہے گی یا جس قدر رقم زکوۃ کی ادا ہو چکی ہے وہ اس میں سے مجرا کر کے بقیہ رقم قابل زکوۃ متصور ہوگی دسوں سال دینے کی صورت میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ہر سال رقم گھٹتی رہے گی اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہوگی درآنحالیکہ زکوۃ ایسی چیز نہیں جو کمی رقم اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ **المستفتی** نمبر ۶۹۲ مسعود حسن صدیقی (علی گڑھ) ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۵) ہر سال زکوۃ ادا کرنی ہوگی (۳) اور اگر ہر سال تمام پر پوری رقم موجود ہوگی تو

---

(۱) کیونکہ یہ فقراء کا حق ہے اور وہ اب تک مالک نہیں بنے اور ان پر زکوۃ نہیں فی الدر' و سببہ ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی' و فی الشامیة' فلا زکوة فی سوائم الوقف' والخیل المسبلة' لعدم الملک (رد المحتار' کتاب الزکاة ۲/۲۵۹ سعید)

(۲) و نفقة اولاد الصغار علی الاب (هدایه' باب النفقة ۲/٤٤٤' شرکت علمیه' ملتان)

(۳) وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول' وهو فی ملکه' و ثمنیة المال کالدراهم والدنانیر لتعیینهما للتجارة باصل الخلقة' فتلزم الزکاة کیفما امسکهما الخ (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲/۲٦۷' سعید)

موجودہ رقم (یعنی پورے سو روپے) کی زکوٰۃ دینی ہوگی البتہ اگر ایک مرتبہ سو روپے کی زکوٰۃ (مثلاً ۸ /) ادا کرنے کے بعد سو روپے نہ رہیں اور دوسرے سال کے ختم پر ۸ / رہ جائیں تو ۸ / کی زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن اگر سو روپے پر ہی پھر سال گزرا تو سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور روپیہ حقیقۃً رکھنے کے لئے نہیں ہے بلکہ کام کے بڑھانے کے لئے ہے اس کو بیکار محفوظ رکھنا اصل کے خلاف ہے اس لئے اس کے رہنے اور رکھنے میں زکوٰۃ ساقط نہیں ہو سکتی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

(نوٹ از مبوب) زکوٰۃ کا حساب کرنے کے لئے قمری سال کا اعتبار ہوگا(۲)

(۱) بیمہ کمپنی میں جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں
(۲) پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ کرے زکوٰۃ نہیں
(۳) شیئرز پر زکوٰۃ
(۴) ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکیٹ پر زکوٰۃ
(۵) نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں، ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا
(۶) حساب زکوٰۃ کے لئے مہر کی رقم کا اعتبار

(سوال) (۱) زید نے اپنی زندگی کا بیمہ تین ہزار روپے میں کسی کمپنی میں کرایا اور ہر سال ایک سو بتیس روپے (۱۳۲) بیمہ کمپنی کو بھیجتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کو اس قسم کے روپے پر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئیے یا نہیں اور اگر وہ ادا کرنا چاہے تو آیا تین ہزار روپے پر ادا کرنا چاہئیے یا اس روپے پر جو سال میں بھیجا گیا ہے یا اس رقم پر جو ابتدائے بیمہ سے ابھی تک کمپنی کو دی جا چکی ہے (بیمہ کے معمولی قواعد و ضوابط سے آپ غالباً واقف ہوں گے کہ تا انقطاع میعاد مقررہ یا ناگہانی وفات جمع شدہ روپیہ کمپنی سے واپس نہیں لیا جا سکتا)

(۲) زید اپنی تنخواہ سے کچھ روپیہ ماہوار پراویڈنٹ فنڈ نکالتا ہے اور وہ روپیہ خزانہ سرکاری میں جمع ہوتا رہتا ہے اور یہ رقم منہا کر کے تنخواہ ملتی ہے لہذا زید پر اس قسم کے جمع شدہ روپے پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے کسی تجارت کے کمپنی میں تین ہزار روپے کے حصے خریدے ہیں لیکن ابھی تک اس کو نہ کوئی نفع ملا ہے اور نہ حساب سے واقف کیا گیا ہے لہذا ایسی صورت میں زید کو اس روپے پر جو اس نے خریداری حصہ کے لئے کمپنی کو دیئے ہیں زکوٰۃ دینی چاہئیے یا نہیں؟

---

(۱) فی الدر المختار' نام ولو تقديرا بالقدرة على الاستنماء ولو بنائبه وفی الشامية' قوله' نام ولو تقديرا' النماء فی اللغة .... ' وفی الشرع' هو نو عان' حقيقی' و تقديری' فالحقيقی هو الزيادة بالتوالد' والتناسل' والتجارات' والتقديری تمكنه من الزيادة بكون المال فی يده' او يد نائبه' (ردالمحتار كتاب الزكاة ۲/۲۶۳ طبع سعيد)

(۲) و منها حولان الحول على المال' العبرة فی الزكاة للحول القمری' كذافی القنيه(هنديه' كتاب الزكاة' الباب الاول' ۱/۱۷۵ مكتبه رشيديه' كوئنه)

(۴) زید نے ڈاکخانے سے کیش سرٹیفکیٹ خریدا ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو اس روپے پر زکوٰۃ دینا چاہئیے جتنے میں اس نے کیش سرٹیفکیٹ خریدا ہے یا اس پر جو اس وقت اس کی قیمت حساب سے ہوتی ہے ؟

(۵) زید ایک نابالغ بچہ کا ولی ہے اور نابالغ صاحب جائیداد ہے ولی کو نابالغ کے مال میں سے نابالغ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئیے یا نہیں ؟

(۶) حساب زکوٰۃ کے لئے مہر کی رقم بطور قرضہ کے سمجھی جائے گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۲۹ عزیز الرحمٰن عباسی (ضلع جونپور) ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۶) (۱) بیمہ کی رقم پر (تین ہزار مثلاً) یا ادا کردہ رقم پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس کی وصولیابی اس شخص کے لئے متیقن نہیں (۱)

(۲) پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوٰۃ نہیں بعد وصولی کے حولان حول پر زکوٰۃ ہو گی (۲)

(۳) ہاں اس روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی (۳)

(۴) اس پر بھی زکوٰۃ دینی ہو گی اور اتنی رقم کی جتنے کو خریدا ہے (۴)

(۵) نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں نہ اس کا ولی اس کی جائیداد اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے (۵)

(۶) ہاں اگر عورت وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اور خاوند ادا کرنے پر تیار اور قادر ہو (۶) **محمد کفایت اللہ** کان اللہ لہ

بیوی کے زیور کا مالک کون اور زکوٰۃ کس پر ؟

(سوال) (۱) مستورات کے پاس زیورات بمقدار نصاب ہیں جن میں سے کچھ خاوند کی طرف سے چڑھائے ہوئے ہیں اور کچھ اپنے میکے سے لائی ہیں کسی کا زیور الگ الگ خاوند والا اور میکہ والا نصاب کے برابر ہوتا ہے اور کسی کا دونوں مل کر نصاب کے برابر اور ہندوستان میں یہ زیورات خاوند کی ملکیت شمار کی جاتی ہے اس لئے کہ جب کبھی موقع پڑتا ہے گہنے رکھ کر کام چلا لیتا ہے اور چڑھاتے وقت بھی کچھ مشرح نہیں سمجھا جاتا کہ بیوی کی ملکیت بنا دیا ہے یا نہیں محض یہ چرچا ہوتا ہے کہ یہ لڑکی کی سسرال سے آیا ہے یا خاوند کے کنبے والے کہتے ہیں کہ بہو پر اسقدر زیور چڑھایا ہے حضور کو پوری واقفیت ہو گی کہ سب قسم

---

(۱) یعنی بیمہ دار کے لئے وصولی یقینی نہیں ورنہ ورثاء کو بیمہ دار کے وقت مقررہ سے پہلے مر جانے پر ساری رقم مع سود کے واپس مل جاتی ہے فقط

(۲) کیونکہ اب تک یہ مال اس کی ملکیت میں نہیں آیا ہے

(۳) اگرچہ نفع کی تفصیل معلوم نہ ہو

(۴) یعنی وقت اداء زکوٰۃ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا

(۵) قوله عقل، و بلوغ الخ، فلا تجب على مجنون، و صبى، لا نها عبادة محضة، و ليسا مخاطبين بها الخ (رد المحتار، كتاب الزكاة، مطلب فى احكام المعتوه ۲/۲۵۸ سعيد)

(۶) لہذا شوہر زکوٰۃ ادا کرتے وقت بقدر مہر مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

کے گھروں کے کاروبار کا علم ہے کیا ملکیت خاوند کی رہتی ہے یا عورت کی ہو جاتی ہے اور زکوٰۃ خاوند اپنی کمائی سے دے یا بیوی اپنے کسی اندوختہ میں سے یا ہر دو الگ الگ ؟ جب کہ زیور نہ تڑائے جائیں ؟ المستفتی نمبر ۷۳۶ نور محمد ہیڈ ماسٹر (ضلع کرنال) ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۷) جو زیور عورت کے ماں باپ کے یہاں سے آیا ہے وہ تو عورت کی ملک ہے اور جو مرد کے یہاں سے زیور چڑھایا جاتا ہے وہ بھی ہمارے اطراف میں عورت کی ملک ہوتا ہے ہاں اگر دیتے وقت تصریح کر دی جائے کہ زیور عاریت ہیں یا عرف اتنا واضح ہو کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس صورت میں عورت پر صرف اپنے میکے کے زیور کی زکوٰۃ لازم ہو گی اور جو زیور کہ خاوند کی ملک ہے اس کی زکوٰۃ خاوند کو ادا کرنی پڑے گی خاوند کی کمائی سے بھی ادا ہو سکتی ہے بشرطیکہ عورت پر جس قدر زکوٰۃ واجب ہے خاوند اتنی رقم عورت کو دیکر مالک کر دے اور عورت زکوٰۃ ادا کر دے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے

(سوال) کسی شخص کو ہفتہ وار یا ماہوار ساٹھ روپے کی بچت ہو اور کسی ماہ یا ہفتہ کم و بیش ہو تو سال کے بعد وہ کیسے زکوٰۃ دے ؟ حساب باقاعدہ اس کے پاس نہیں ہے ؟ المستفتی نمبر ۸۶۲ علی محمد صاحب (ڈنڈی' اسکاٹ لینڈ) ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۸) ختم سال پر جس قدر مالیت موجود ہو جس میں اصل اور نفع سب شامل ہو گا اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی مثلاً ابتدائے سال میں دو ہزار روپے تھے اور سال ختم ہونے پر دو ہزار پانچ سو کی مالیت تھی تو دو ہزار پانچ سو کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے خواہ نفع کا ماہواری حساب اور مقدار معلوم ہو یا نہ ہو (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امانت پر زکوٰۃ

(سوال) زید کے پاس یتیم' نابالغ کی امانت بصورت روپیہ اور سونے کے ہے زید نے امانت مجنسہ اپنے پاس رکھی ہے اسے اپنے کاروبار میں کبھی نہیں لگایا کیا امانت کے مال پر زید کا فرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۵۲ شیخ محمد صدیق صاحب دہلی ۲۷ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۹) نابالغ کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں زید امین ہے مالک نہیں ہے مالک نابالغ غیر مکلّف ہے اس لئے نہ امین پر اور نہ مالک پر کسی پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) یعنی اس بارے میں عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا اور یہ دونوں علاقے کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں پس جہاں پر عورت کی ملک سمجھا جاتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں (۲) ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله' و زکاه سواء کان المستفاد من نمائه' اولا' و بای وجه استفاد' ضمه الخ (هندیه' کتاب الزکاة ۱۷۵/۱ رشیدیه)

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۰' حاشیہ نمبر ۵

زکوٰۃ سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے

(سوال) زید کے پاس چاندی سونے کی کوئی چیز نہیں اور گزشتہ سال زید مقروض تھا اس سال آٹھ ماہ کے اندر زید کے پاس یکصد سے کم روپے ہیں ابھی مال مذکور پر ایک سال نہیں گزرا ایسی صورت میں تو زید پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۰) ہاں ابھی واجب نہیں سال پورا ہوا اور رقم موجود رہے تو زکوٰۃ واجب الادا ہوگی (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کسی کے قرض لینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) ہندہ بیوہ ہے اور اس کے پاس آٹھ تولے سونا ہے ہندہ کے بھائی وغیرہ ہندہ سے لے کر رہن رکھ دیتے ہیں پھر لا کر دے دیتے ہیں پھر رکھ آتے ہیں مسلسل کئی سال تک یہی کیفیت رہتی ہے اب البتہ تین سال سے ہندہ کے پاس مذکورہ بالا سونے کی چیزیں موجود ہیں ایسی صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کب سے واجب ہے ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۱) جب سے ہندہ ان زیورات کی مالک ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ ، دہلی

شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) میں مبلغ پانچ سو روپے کا قرضدار ہوں اور میری بیوی کے پاس مبلغ ۵۰۰ / صد روپے کا زیور ہے یہ صرف اس کی ملکیت ہے اس کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں نیز یہ کہ میرے پاس کوئی رقم جمع شدہ نہیں ہے اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئیے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۶۱۸ محمد ابو راشد صاحب انصاری پانی پتی ، ضلع کرنال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۱ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۲) زیور کی مالک بیوی ہے وہ قرضدار نہیں زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی اس پر لازم ہے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوٰۃ میں شمار نہیں

(سوال) ایک آدمی مبلغ دو ہزار تین سو روپے کے قریب مقروض ہے اس کے پاس ایک مکان رہائشی

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۳۳ حاشیہ نمبر ۲

(۲) ولو کان الدین علی مقر ...... فوصل الی ملکہ' لزم زکاۃ مامضی (تنویر الابصار' کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۶۶'۲۶۷ سعید)

(۳) کیونکہ شوہر کا قرض اتارنا بیوی کے ذمہ نہیں فقط

قیمت دو ہزار روپے کا ہے اور رہائشی اسٹیٹ کے اندر تین قطعے ہیں، جس کی قیمت تین سو سے زائد ہو گی اور مویشی، گائے، بیل، بھینسا قریب چالیس راس کے ہیں جن کی مجموعی قیمت یہاں دو اڑھائی صد روپے سے زائد نہیں ہے اور قریب دس بارہ راس بکری ہیں علاوہ اس کے گھر کا مصرفی سامان ہے جو مکان دو ہزار روپے کا ہے وہ کرایہ پر دوسرے کو دیا گیا ہے مگر جب ضرورت ہوتی ہے تو خود بھی اس میں رہائش کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگر اس میں نہ رہیں تو پھر دوسرا مکان کرایہ پر لینا پڑتا ہے اور باقی تین مکان اپنی رہائش کے لئے ہیں تو ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہو گا کہ نہیں اور کن کن چیزوں میں اس کو کتنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئیے؟ **المستفتی نمبر ۱۹۹۵ محمد حسین صاحب** (جے پور اسٹیٹ) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۳) مکانات اور گائے بیل، بھینسا، بکریاں اور گھر کے اندر استعمال کرنے کا سامان نصاب زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوتا (۱) جانور اگر سائمہ ہوں یعنی ان کو کھلانا نہ پڑے جنگل میں چر کر زندگی بسر کریں تو ان کی خاص تعداد پر زکوٰۃ آتی ہے مثلاً تیس گائے بھینس (۲) اور چالیس بھیڑ بکری (۳) اور اگر ان کو گھر سے کھلانا پڑے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،** دہلی

(۱) رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوٰۃ نہیں
(۲) ادھار فروخت کئے ہوئے مال پر زکوٰۃ
(۳) زکوٰۃ مکان کی قیمت پر نہیں آمدنی پر ہے
(۴) گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوٰۃ نہیں
(۵) تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ
(۶) تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) (۱) اگر کوئی مکان علاوہ رہائشی مکان کے رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

---

(۱) قولہ وفارغ عن حاجتہ الاصلیہ........، و ھی ما یدفع الھلاک عن الانسان تحقیقاً کالنفقۃ، ودور السکنی، وآلات الحرب، والثیاب المحتاج الیھا لدفع الحرا والبرد، او تقدیراً کالدین، فان المدیون محتاج الی قضائہ........، وکالآلات الحرفۃ، واثاث المنزل، و دواب الرکوب، و کتب العلم لا ھلھا الخ (رد المحتار، کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۲ سعید)

(۲) نصاب البقر والجاموس ثلاثون سائمۃ الخ (تنویر الابصار علی الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر ۲/۲۸۰ سعید)

(۳) نصاب الغنم ضانا، او معزا اربعون، و فیھا شاۃ الخ (تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب زکوٰۃ الغنم ۲/۲۸۱ سعید)

(٤) حتی لو علفھا نصف الحول، لا تکون سائمۃ ولا تجب فیھا الزکاۃ (ھندیہ، کتاب الزکاۃ، باب فی صدقۃ السوائم ۱/۱۷۶ کوئٹہ)

(۲) تاجر لوگ ادھار مال فروخت کرتے رہتے ہیں اور یہ حد نصاب کی زائد رقم کئی کئی سال تک وصول نہیں ہوتی لیکن وصولی کی امید ہوتی ہے اب وصول شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا کل اصل رقم پر ؟

(۳) اگر کوئی مکان بالفرض پانچ ہزار میں خرید کیا جائے اور اس کا کرایہ چالیس روپے سال آتا ہو یا زائد تو زکوٰۃ مکان کی آمدنی پر واجب ہے یا اصل خرید پانچ ہزار پر ؟

(۴) گھر میں علاوہ ضروریات کے غلہ پڑا رہتا ہے نیت فروخت کی نہیں ہوتی لیکن زائد بچنے پر فروخت کر دیا جاتا ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے ؟

(۵) مال تجارت میں اکثر الٹا پلٹی رہتی ہے سال میں ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے تو ڈیڑھ ہزار کا مال ادھار میں چلا جاتا ہے اس صورت میں زکوٰۃ کس طرح دی جائے ؟

(۶) علاوہ رہائشی مکان کے اگر دو تین مکان خرید کئے جائیں اور ان میں کچھ تجارتی سامان ڈال دیا جائے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۰۹۳ حافظ محمد رفیق صاحب** (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ ۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰٤) (۱) مکان پر یا اس کی قیمت پر تو کسی حال میں زکوٰۃ نہیں خواہ رہائشی ہو یا نہ ہو(۱) ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت مال تجارت ہونے کے ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔

(۲) وصول شدہ پر زکوٰۃ اب واجب ہے اور غیر وصول شدہ پر بعد وصولی کے(۲)

(۳) نمبر ا دیکھو

(۴) نہیں ، ایسے غلہ پر جس کو فروخت کرنے کی نیت نہیں ہوتی زکوٰۃ واجب نہیں(۳)

(۵) سال تمام پر جو مال اور نقد موجود ہے اس میں سے قرض منہا کر کے باقی کی زکوٰۃ ادا کی جائے(۴)

(۶) اگر خود مکانوں کو بہ نیت تجارت خرید اگیا ہو تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں(۵) **محمد کفایت اللہ**

---

(۱) کیونکہ یہ مال غیر نامی ہے ، البتہ جب مال تجارت بن جائے تو پھر مال نامی ہوگا ، اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگا ولا .... ، و دور السکنی و نحو ها اذا لم تنو للتجارة (الدر المختار ، کتاب الزکاة ۲/ ۲٦٤ ، ۲٦٥ ، ط سعید)

(۲) ولو کان الدین علی مقر ملیّ ، او علی معسر ، او مفلس ای محکوم با فلاسه .... ، فو صل الی ملکه ، لزم زکاة مامضی الخ (الدرالمختار ، کتاب الزکاة ۲/ ۲٦٦ ، ۲٦۷ طبع سعید)

(۳) تجارت کی نیت کرے تب بھی زکاۃ نہیں ، ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت اس کی قیمت پر زکاۃ واجب ہوگی ومن اشتری جارية ، ونو اها للخدمة ، بطلت عنها الزکاة .... ، وان نواها للتجارة بعد ذلك ، لم تکن للتجارة حتی يبيعها ، فيكون فی ثمنها زکوٰة (هداية ، کتاب الزکاة ، ۱/ ۱۸۷ مکتبه شرکت علميه ، ملتان)

(٤) من کان عليه دين يحيط بما له .... وان کان ماله اکثر من دينه ، زکی الفاضل اذا بلغ نصابا (هدایه ، کتاب الزکوة ۱/ ۱۸٦ شرکت علميه ملتان)

(٥) او نية التجارة فی العروض اما صريحا ، ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة (الدر المختار ، کتاب الزکاة ۲/ ۲٦۷ سعید)

امدادی فنڈ پر زکوٰۃ!

(سوال) متعلقہ زکوٰۃ امدادی فنڈ

(جواب ۳۰۵) محلے کا وہ روپیہ جو جماعت کا مشترک روپیہ ہو اور لوگوں کے کام آنے کے لئے جمع ہو یا مسجد کا روپیہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو روپیہ کسی کی ملکیت ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘ دہلی

سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) کیا سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ دینی آتی ہے (۲) معلوم ہوا ہے کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے کیا ایک شخص حنفی کہلاتا ہوا حضرت امام شافعیؒ کے اجتہاد سے استفادہ کر سکتا ہے ؟

(جواب ۳۰۶) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو یا نہیں ؟ (جو وہ پہنے ہوئے تھی) اس نے کہا نہیں! تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ خدا ان کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے ؟(۲) حنفی کو امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق اس بارے میں عمل کرنا جائز نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

جہیز کی زکوٰۃ اور قربانی بیوی پر ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) دستور دنیاوی کے مطابق بیوی کو جہیز میں زیورات ملتے ہیں وہ خود کوئی روپیہ نہیں کما سکتی اس حالت میں زیور کی زکوٰۃ کس پر عائد ہوتی ہے‘ بیوی پر یا خاوند پر‘ اگر ایسے زیور کی زکوٰۃ خاوند نہ دے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا ؟ اگر خاوند جہیز کے مال اور اپنے کمائے ہوئے روپے سب کی زکوٰۃ خود ادا کرے تو عید الاضحیٰ کی قربانی اسے دو شخصوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ کرنی چاہئیے‘ یا ایک شخص یعنی اپنی طرف سے کرنی

---

(۱) و سببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولى‘ و فى الشامية‘ قوله‘ ملك نصاب ‘ فلا زكاة فى سوائم الوقف‘ والخيل المسبلة‘ لعدم الملك (رد المحتار‘ كتاب الزكاة ۲/۲۵۹ سعيد)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده‘ ان امرا تين اتتا رسول الله ﷺ وفى ايديهما سواران من ذهب‘ فقال لهما‘ اتؤديان زكوته‘ فقالتا‘ لا فقال لهما‘ اتحبان ان يسوركم الله بسوارين من نار‘ قالتا‘ لا‘ قال‘ فاديا زكوته‘ (ترمذى‘ ابواب الزكاة‘ باب ماجاء فى زكاة الحلى ۱/۱۳۸ طبع سعيد)

(۳) کیونکہ دوسرے کے مذہب پر عمل بغیر ضرورت شدیدہ کے جائز نہیں‘ اور یہاں کوئی ضرورت نہیں قوله‘ عند الضرورة‘ ظاهره انه عند عدمها لايجوز (رد المحتار‘ كتاب الصلاة ۱/۳۸۲ ط سعيد)

کافی ہوگی؟

(جواب ۳۰۷) عورت اپنے زیور اور جہیز کی مالک ہوتی ہے اور اسی کے ذمہ اس کی زکوۃ واجب ہوتی ہے (۱) اور چونکہ اس کے پاس زکوۃ ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا اس لئے خاوند سے لے کر ادا کرتی ہے، یا اس کے امر و اجازت سے خاوند ادا کر دیتا ہے، اگر خاوند ادا نہ کرے، نہ روپیہ دے تو عورت پر واجب ہوگا کہ وہ اپنا سامان بیچ کر ادا کرے، کیونکہ واجب اسی کے ذمہ ہے، اسی طرح جب کہ عورت مالک نصاب ہو تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی ایک قربانی دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی (۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ

زکوۃ کن چیزوں پر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) زکوۃ کن چیزوں پر ہے، کیا جائیداد پر بھی ہے؟

(جواب ۳۰۸) چاندی سونے اور مال تجارت پر زکوۃ فرض ہے (۳) جائیداد جو تجارت کے لئے نہ ہو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہے (۴) محمد کفایت اللہ

زکوۃ، قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) روپیہ کسی کو قرض حسنہ دیا گیا اور کسی قسم کا نفع مد نظر نہیں تو اس صورت میں زکوۃ مالک کے ذمہ ہے یا مدیون کے ذمہ؟

(جواب ۳۰۹) روپے کے مالک کو زکوۃ دینی ہوگی قرض لینے والے کے ذمہ زکوۃ نہیں (۵)

محمد کفایت اللہ

---

(۱) الزکاۃ واجبۃ علی الحرا لعاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملکاتاما، و حال علیہ الحول الخ (ھدایۃ، کتاب الزکاۃ ۱/۱۸۵ مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

(۲) قال: الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسہ، و عن ولدہ الصغار (ھدایۃ، کتاب الاضحیۃ، ۴/۴۴۳، شرکت علمیہ، ملتان)

(۳) نصاب الذھب عشرون مثقالا، والفضۃ مائتا درھم ...... او فی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب (تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال ۲/۲۹۵، ۲۹۸ سعید)

(۴) ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیھا لدفع الحر والبرد، ابن ملك، واثاث المنزل، ودور السکنی، و نحوھا اذا لم تنو للتجارۃ (الدر المختار، کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۴، ۲۶۵ سعید)

(۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۴، حاشیہ نمبر ۳

کمپنی کے شیئرز پر زکوٰۃ

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) کسی کمپنی کے شرکاء کو کس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے آیا رقم ادا کردہ پر ؟ یا حصوں کے ڈیویڈینڈ پر جو کمپنی حصہ داروں کو ہر سال کے اختتام پر دیا کرتی ہے واضح ہو کہ کمپنی کے حصوں کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور کبھی کمپنی فیل بھی ہو جاتی ہے جس سے حصہ داران کے راس المال بھی ضائع ہو جاتے ہیں ؟

(جواب ۳۱۰) کمپنی کے شیئرز کی ادا کردہ رقم پر جب کہ تجارتی ہو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں ؟ اگر اس کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے تو اس کے مال سے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ولی اپنے پاس سے دے یا نابالغ کے مال سے نکالے ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۳۱۱) نابالغ کے مال میں زکوٰۃ لازم نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسرا باب
نصاب زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے نصاب کی تحقیق

(سوال) چاندی و سونے کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں نصاب چاندی تولے ساڑھے پانچ ماشے اور نصاب سونا پانچ تولے ڈھائی ماشے تحریر فرمایا ہے (اعلم ان الوزن المعروف فی بلادنا ماهجة و تولجة وهو الذی یقال له تولہ اثنا عشر ماهجة وهو الذی یقال له ماشہ' والماهجة یکون ثمانیة اجزاء کل جزء منها یسمی بالفارسیة سرخ و یقال له بالهندیة رتی و نسمیه بالاحمر وهذا الجزء یکون بقدر اربع شعیرات فیکون المثقال الذی هومائة شعیرة خمسة و عشرین جزء احمر وهو ثلث ماهجة واحمر واحد فیکون نصاب الذهب وهو عشرون مثقالا مقدار خمس تولجة واثنتین و نصف ماهجة کما یعلم من ضرب ثلث ماهجة واحمر فی عشرین هذا فی

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۷ حاشیہ نمبر ۳

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۰' حاشیہ نمبر ۵

الذھب، واما الفضۃ فقد عرفت ان نصابه مائتا درھم و کل درھم اربعة عشر قیراطا یعنی سبعین شعیرۃ فتحصل فی درھم سبعة عشر و نصف احمر و ھوما ھجتان و واحد و نصف من ذلك الاحمر فیکون مقدار مائتی درھم ستاو ثلثین تولجة و نصف ماھجة) (۱) اور مولانا قطب الدین صاحب مرحوم نے مظاہر حق میں ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا ارقام فرمایا ہے (۲) اور آنجناب نے تعلیم الاسلام میں چون تولے دو ماشے چاندی کا نصاب اور سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونے کا نصاب تحریر فرمایا ہے (۳) ان میں سے کون سا قول اصح ہے اور علامہ شامی کی یہ عبارت (ان الدرھم المتعارف اکبر من الشرعی) (٤) کس کی تائید کرتی ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۹۷ محمد یٰسین صاحب اعظم گڑھ ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۱۲) مولانا عبدالحئ صاحبؒ کی یہ تحقیق کہ چاندی کا نصاب تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے' اس نظریہ پر مبنی ہے کہ انہوں نے رتی کو احمر قرار دیکر چار جو کا فرض کرلیا ہے (۵) یہ ایک محض فرضی نظریہ ہے ورنہ آپ کسی احمر (گھونگچی) کو خود معتبر کانٹے میں رکھ کر جو سے وزن کرکے دیکھیں گے تو وہ ڈھائی جو کے برابر ہو گی پس ایک مثقال کے سو جو انہوں نے پچیس رتی یعنی تین ماشے ایک رتی قرار دے لئے حالانکہ ایک مثقال کے سو جو تقریباً چالیس رتی یعنی پانچ ماشے ہوتے ہیں یہ تقریباً کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ احمر پورے ڈھائی جو کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے میں نے خود تول کر اور حساب کرکے وہ وزن لکھا ہے جو تعلیم الاسلام میں درج ہے اور مظاہر حق کے وزن میں اور میرے وزن میں لفظی فرق ہے حقیقۃً دونوں تقریباً برابر ہیں کیونکہ انہوں نے باون تولے چھ ماشے دہلی کے قدیم تولے سے بتایا ہے اور میں نے چون تولے ۲ ماشے روپیہ بھر وزن کے تولہ سے جواب دہلی میں رائج بتایا ہے قدیم تولہ موجودہ انگریزی روپیہ سے بقدر ۲ ۱/۴ رتی کے زیادہ تھا مولانا عبدالحئ درہم کی مقدار ۲ ماشے ۱ ۱/۲ رتی قرار دیتے ہیں اور ہمارے حساب سے تقریباً ساڑھے تین ماشے ہوتی ہے اور درھم متعارف ۴ ۱/۲ ماشے کا ہوتا ہے تو شامی کا یہ قول ان الدرھم المتعارف اکبر من الشرعی ہمارے حساب کے بھی موافق ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قرض اگر مال تجارت سے زائد ہو تو زکوۃ واجب نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص قرضدار ہے اور اس کا کاروبار چل رہا ہے لیکن یہ نہیں کہ اس کا سرمایہ قرضہ کی

---

(۱) کتاب الزکاۃ' بیان نصاب الذھب' والفضۃ ۱/ ۲۲۹ سعید
(۲) کتاب الزکاۃ' باب ما تجب فیه الزکاۃ ۲/ ۹۹ ادارۃ اشاعت دینیات' لاھور
(۳) حصہ چہارم' مال زکوۃ اور نصاب کا بیان ص ۷۸ مکتبہ الشیخ' کراچی
(٤) رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ المال' ۲/ ۲۹٦ طبع سعید
(۵) دیکھیں صفحہ موجودہ حاشیہ نمبر ۱

ادائیگی تک ہے لوائیگی بشر طیکہ وصول بھی ہو جائے تو بھی ہزار تک قرضہ رہے گا لیکن زیور خانگی آٹھ نو سو روپے کا بھی ہے جو ہر طرح سے محفوظ ہے ایک مکان رہائشی بھی ہے علاوہ ازیں حسب حیثیت سامان گھر کا بھی ہے ؟

(جواب ۳۱۳) رہائشی مکان اور گھر کے اسباب خانہ داری میں زکوۃ نہیں ہے(۱) چاندی سونے کے زیور اور گوٹہ ٹھپہ اور مال تجارت میں زکوۃ ہے جبکہ وہ دین سے فارغ ہو(۲) اگر قرض اتنا ہے کہ مال تجارت اور زیور وغیرہ سب کو ادائے قرض میں محسوب کرنے کے بعد بھی قرض باقی رہتا ہے یا نصاب زکوۃ باقی نہیں بچتا تو ان صورتوں میں زکوۃ واجب نہیں ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد اتنا مال بچتا ہو جو نصاب زکوۃ کے برابر ہو اور حاجات ضروریہ پوری ہونے کے بعد اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ واجب ہو گی(۳) فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے
(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

(سوال) زکوٰۃ نکالا ہوا روپیہ دوسرے سال زکوۃ کے لئے احتساب میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ مثلاً ایک شخص نے ایک سو روپے میں ڈھائی روپے زکوۃ کے لئے نکال دیئے پھر دوسرے سال اسی زکوۃ نکالے ہوئے ساڑھے ستانوے پر اگر بچ رہیں تو زکوۃ واجب ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۳۱٤) زکوٰۃ سالانہ وظیفہ ہے' اس لئے جس روپے کی زکوۃ ایک سال ادا کر دی گئی ہے' اگر وہ روپیہ آئندہ سال تک محفوظ رہے اور بقدر نصاب ہو تو پھر اس میں سے زکوۃ ادا کرنی ہو گی جب نصاب سے کم رہ جائے تو پھر زکوۃ نہیں دی جائے گی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ کی ادائیگی
(۲) چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوۃ کی ادائیگی

(سوال) (۱) ایک شخص کے پاس تھوڑا سا اسباب چاندی کا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا سونا بھی ہے اور دونوں علیحدہ علیحدہ نصاب کو نہیں پہنچتے اگر دونوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۵' حاشیہ نمبر ۲

(۲) قال اصحابنا' کل دین له مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکاة الخ (هندیه' کتاب الزکاة' ۱/۱۷۲ مکتبه رشیدیه' کوئٹه)

(۳) ومن کان علیه دین یحیط بماله........' وان کان ماله اکثر من دینه' زکی الفاضل اذا بلغ نصابا (هدایة' کتاب الزکاة ۱/۱۸٦ شرکت علمیه'ملتان)

(٤) و شرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول........' فتلزم الزکاة کیفما امسکها الخ (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲/۲۷٦ ' سعید)

ہے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص کے پاس چاندی کے اسباب اتنے ہیں جو بقدر نصاب ہیں اور وہ زکوٰۃ دیتا بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک تولہ یا دو تولے سونا بھی ہے اور وہ نصاب کو نہیں پہنچتا ہاں اگر اس کی قیمت کا لحاظ کیا جائے تو بے شک چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کو سونے کی زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۳۱۵) (۱) ہاں بہتر یہی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے (۱)

(۲) سونے کی چاندی سے قیمت لگا کر چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ ادا کرے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں

(سوال) ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** مولوی عبدالرؤف خاں جگن پوری

(جواب ۳۱۶) اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوٰۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کر کے زکوٰۃ ادا کرلے (۳) اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کر دینا اولیٰ ہے (۴) اور اگر صرف سونا ہے چاندی نہیں ہے تو اگرچہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) ویضم الذهب الی الفضة، و عکسه بجامع الثمنية قيمة وقالا اجزاء (الدرالمختار کتاب الزکاة، باب زکوة المال ۳۰۳/۲ سعید)

(۲) و تضم قيمة العروض الی الثمنين، والذهب الی الفضة قيمة، کذافی الکنز، حتی لوملك مائة درهم، وخمسة دنانير، او خمسة عشر دينارا و خمسين درهما، تضم اجماعاً (هنديه، کتاب الزکاة ۱۷۹/۱ مکتبه رشيديه، کوئته)

(۳) ویضم الذهب الی الفضة للمجانسة من حيث الثمنية (هداية، کتاب الزکاة، باب زکوة الاموال ۱۹۶/۱ شرکت علميه، ملتان)

(۴) من کان له مائة درهم، و خمسة مثا قيل ذهب، و تبلغ قيمتها مائة درهم، فعليه الزکاة، عنده خلافا لهما (هداية، کتاب الزکاة، باب زکاة الاموال ۱۹۶/۱ شرکت علميه ملتان)

(۵) فاما اذا کان له ذهب مفرد، فلا شئی فيه حتی يبلغ عشرين مثقالا، فاذا بلغ عشرين مثقالا، ففيه نصف مثقال الخ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة ۱۸/۲ سعيد)

تیسرا باب
مصارف زکوٰۃ

مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل و عیال پر خرچ کرنا

(سوال) وہ مہتمم مدرسہ جس کی تنخواہ مدرسہ سے مقرر نہیں اور نہ وہ لیتا ہے اور وہ صاحب حاجت اور قرضدار ہے اس کو اپنے اہل و عیال پر اس کھانے وغیرہ کی چیزوں کا صرف کرنا جو طلبہ کے مال صدقہ اور زکوٰۃ سے لے کر لوگوں نے دی ہیں جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز اگر دہندگان اشیائے صدقہ و زکوٰۃ اس بات کو پسند نہ کریں کہ ہمارا صدقہ و زکوٰۃ کا مال دیا ہوا کوئی سوائے طلبہ کے صرف کرے تب بھی جائز ہے یا نہیں ؟ نیز مدرس مدرسہ بھی اشیائے مذکورہ کو اپنی تنخواہ میں لے سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۷) مہتمم وقف زکوٰۃ صدقہ دینے والوں کا وکیل ہوتا ہے اسکو دینے والوں کی شرط کے خلاف تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں (۱) جب کہ لوگوں نے کچھ اشیاء خاص طالب علموں کے لئے دی ہیں تو مہتمم کو خود یا مدرسین کو استعمال کرنا جائز نہیں نیز زکوٰۃ کا مال مہتمم یا مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا جائز نہیں (۲)

سید کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

(سوال) سید کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟ اور دینے والا گناہ گار تو نہ ہوگا ؟

(جواب ۳۱۸) دینے والا گناہ گار تو نہ ہوگا مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ ادا کرنی ہوگی (۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(۱) غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینا
(۲) بعض علماء کے قول پر عمل کر کے سید کو زکوٰۃ دینا

(سوال) بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ

---

(۱) فی الدر المختار: و للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر و زوجتہ' لا لنفسہ' و فی الشامیۃ ' وھذا الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل ' وقد امرہ بالدفع الی فلان' فلا یملك الدفع الی غیرہ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ ۲/ ۲۶۹ سعید)

(۲) ولو نوی الزکاۃ بمایدفع المعلم الی الخلیفۃ' ولم یستاجرہ ان کان الخلیفۃ بحال لولم یدفعہ یعلم الصبیان ایضا اجزاہ والا فلا (ھندیۃ' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/ ۱۹۰ کوئٹہ) (۳) ولا تدفع الی بنی ھاشم (ھدایۃ' کتاب الزکاۃ' باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز ۱/ ۲۰۶ شرکت علمیہ' ملتان)

مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا ہو گئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو وہ واپس کردے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ میں نے کافر کو زکوۃ دی ہے تو دوبارہ ادا کردے (۱) حوالہ درمختار ص ۱۰۸ ج ۲ ہدایہ ص ۱۸۹ ج ۱

(۲) اگر کئی شخصوں نے چند علمائے حنفیہ سے دریافت کیا کہ سید کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ایسے علماء جیسے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ دیوبندی مولوی عبدالغفور صاحب مدنی شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی و مولوی محمد معصوم صاحب پیش امام مسجد سبیل والی و مولانا مولوی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی اور دیگر علمائے مکی و حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنفین جن کے جواب کی نقل حسب ذیل ہے۔

سوال۔ کیا اس زمانے میں سیدوں کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ جواب۔ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ سادات کو زکوۃ دینی درست نہیں (۲) یہی ظاہر الروایات ہے لیکن اس زمانے میں بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے سادات کا وہ شرعی حصہ جو ان کے لئے مقرر تھا ان کو نہیں ملتا اور نہ بحالت موجودہ اس کا کوئی امکان ہے اس وجہ سے فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ ابو جعفر طحاویؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسی صورت میں سیدوں کو زکوۃ دینا درست ہے (۳) اور شوافع میں امام فخر الدین رازیؒ بھی امام طحاوی کے ہم نوا ہیں امام طحاوی کے فتویٰ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ یا سیدوں کے لئے کوئی مخصوص بندوبست ہونا چاہیئے تاکہ ان کے مفلس اور نادار طبقہ کی ضرورتیں جو قرابت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے گری ہوئی اعانت سے اس لئے محروم کیا گیا ہے کہ قوم ان کے لئے بہتر انتظام کرے جو اس سے پوری کی جائیں ورنہ امام طحاویؒ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے فقہ کا بنیادی اصول یہ ہے **من لم یکن عالما باھل زمانه فھو جاھل** (۴) یعنی جو اہل زمانہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں سے نا آشنا ہے وہ عالم نہیں ہے (بے خبر ہے) اس اصول کے ماتحت بھی ہمیں سیدوں کے نادار طبقہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں کی طرف غور کرنا چاہیئے عرف الشذی شرح ترمذی میں ہے **وفی عقد الجیدافتی**

---

(١) حصہ سوئم 'زکاۃ کا بیان' جن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کا بیان ص ۴۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

(٢) لا تدفع الی بنی ھاشم' بقوله علیه السلام' یا بنی ھاشم' ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم غسالة الناس' واوساخھم الخ (ھدایة' کتاب الزکاة' باب من یجوز دفع الصدقات ومن لا یجوز ۲۰۶/۱ شرکت علمیه)

(٣) وقد اختلف عن ابی حنیفة فی ذالك' فروی عنه' انه قال' لا باس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم' (طحاوی' کتاب الزکاة' الصدقة علی بنی ھاشم ۳۵۲/۱ ط سعید) لیکن راجح یہی ہے کہ امام علامہ طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ اسی صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں قال ابو جعفر' فھذه الآثار کلھا قد جاء ت' بتحریم الصدقة علی بنی ھاشم' ولا نعلم شیئا نسخھا' ولا عارضھا حواله بالا

(٤) رد المحتار' کتاب القضاء ۳۵۹/۵ سعید

الطحاوی من الحنفیة و فخر الدین الرازی من الشافعیة بجواز الزکوة للهاشمی فی هذه الصورة الخ (۱) دستخط عتیق الرحمٰن عثمانی، ندوۃ المصنفین قرول باغ، دہلی

اب حضور عالی سے دریافت طلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مندرجہ بالا حضرات کے فتوے پر عمل کر کے زکوۃ دیدی ہے وہ اپنی زکوۃ لوٹائیں یا نہیں اور نہ لوٹائیں تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں اور جن لوگوں کو پتہ نہیں کہ لوٹانی چاہئیے یا نہیں تو ان کا گناہ بتانے والے پر ہوگا یا نہیں ؟

اور نمبر ایک مسئلہ کو نمبر ۲ والے مسئلہ پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اس میں بھی جائز سمجھ کر یعنی مستحق جان کر غیر مستحق کو دیدی بجز کافر کے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی (لوٹانے کی ضرورت نہیں) ایسے ہی نمبر ۲ والے مسئلہ میں جائز سمجھ کر دی تھی اب بعد میں معلوم ہوا کہ سید کو زکوۃ دینی مفتی بہ (راجح قوی) مذہب نہیں ہے آئندہ نہ دے لیکن جو دے چکا ہے اس کو پھر ادا کرے براہ کرم مدلل تحریر فرمائیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۹) نمبر ایک کا مسئلہ تو اس صورت سے متعلق ہے کہ دینے والے غیر مستحق کو مستحق یعنی غنی کو فقیر اور ہاشمی کو غیر ہاشمی خیال کر کے زکوۃ دیدی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہاشمی کو ہاشمی جانتے ہوئے زکوۃ دی لہذا یہ دونوں صورتیں جدا جدا ہیں (۲) اب جس شخص نے ان علما کے فتوے پر زکوۃ دیدی ہے ان کے ذمہ اعادہ نہیں اور ذمہ داری فتویٰ دینے والے پر ہے آئندہ اگر وہ ناجائز بتانے والے کے فتوے پر عمل کرے تو اسے اختیار ہے گزشتہ کا اعادہ نہ کرنا اس کے لئے مباح ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دوم ۳۲۰) راجح اور قوی مذہب یہی ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ دینی جائز نہیں (۳) ابو عصمہ کی روایت جو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے کی ہے مفتی بہ نہیں ہے پس سید کو زکوۃ نہ دینی چاہئیے اگر پہلے دی جا چکی ہے اور اتنی وسعت ہے کہ دوبارہ دیدے تو دیدے ورنہ کوئی حرج نہیں (۴) وکیل نے اگر دیدی تو اس کی ذمہ داری وکیل پر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) افطاری و شبینہ میں زکوۃ دینا
(۲) زکوۃ کے مال سے مسافروں اور طلباء کو کھانا کھلانا درست ہے
(۳) زکوۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا

---

(۱) ابواب الزکاة، باب کراهیة الصدقة للنبی ﷺ ۱/۱۴۳ طبع سعید

(۲) اور یہ قیاس صحیح نہیں

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۲ حاشیہ نمبر ۲

(٤) عملا علی روایة ابی عصمة، و تسهیلاً علی المزکی، والله اعلم، فقط گلگتی

(۴) زکوٰۃ سے کسی محتاج کا علاج کرانا

(سوال) (۱) زکوٰۃ کا مصرف رمضان شریف کے مہینہ میں مسجد کی افطاری میں یا مسجد میں شبینہ میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ (۲) عام طور سے مسافروں کو یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا کھلایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) اگر کسی ایسے لڑکے کی شادی کہ جو خود قابل کمائی کے ہو اور جو کماتا ہو وہ روزانہ اخراجات والدین اور بہنوں میں صرف کردیتا ہو اور ضرورت اس کو شادی کی ہو تو زکوٰۃ کے روپے سے اس کی شادی کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ (۴) کوئی شخص بیمار ہے علاج کے واسطے والدین کا مقدور نہیں کہ صرف کرسکیں لہذا اس کے علاج کے خرچ میں جو روپیہ ڈاکٹروں کو دیا گیا ہے زکوٰۃ کے نام لکھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۲۱) (۱) رمضان کی افطاری یا شبینہ میں زکوٰۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطاری کھانے والے یا شبینہ کا کھانا کھانے والے مسکین ہوں اور تملیکاً ان کو افطاری یا کھانا تقسیم کردیا جائے(۱) اگر غنی ہوں تو جائز نہیں ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملك نصابا ای مال کان دنا نیر او دارھم او سوائم اوعروضا للتجارۃ او لغیر التجارۃ فاضلا عن حاجته جمیع السنة ھکذا فی الزاھدی (ھندیه) ص ۲۰۰ ج ۱)(۲) (۲) عام طور سے مسافروں یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ و منھا ابن السبیل (ھندیه ص ۲۰۰ ج ۱)(۳) (۳) اگر وہ فی الحال مالک نصاب نہ ہو تو اس کی شادی کے لئے اس کو تملیکاً زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے والحق به کل من ھو غائب عن ماله وان کان فی بلدہ لان الحاجة ھی المعتبرۃ (ھندیه ص ۲۰۰ ج ۱)(۴) لیکن ایک شخص کو مقدار نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعداً وان دفعه جاز کذافی الھدایه (ھندیه ص ۲۰۰ ج ۱)(۵) (۴) کسی غیر مستطیع مریض کو اس کے علاج کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ دیا جاسکتا ہے(۶)

سید کا زکوٰۃ مانگنا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) سید صاحب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے اس پر بھی سید صاحب زکوٰۃ کا پیسہ مانگتے ہیں اس حالت میں اگر انکو زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۲۲) سید صاحب کا یہ جانتے ہوئے کہ سید کو زکوٰۃ لینا حرام ہے زکوٰۃ مانگنا اور لینا سخت گناہ ہے اور جو شخص یہ جان کر کہ یہ سید ہیں انہیں زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی(۷) اس شخص کو دوبارہ زکوٰۃ دینا

---

(۱) فلو اطعم مسکینا ناویا الزکاۃ' لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم' (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۵۷ سعید)
(۲) کتاب الزکاۃ' الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۹ کوئٹه)
(۳ ٤ ۵) کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/۱۸۸ کوئٹه
(٦) لو قضی بھا دین حی او میت بامرہ جاز (فتح القدیر' کتاب الزکاۃ' باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز ۲/۲٦۸ مصطفی مصر)
(۷) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۲ حاشیہ نمبر ۲

پڑے گی۔ **ھکذا فی کتب الفقه واللہ اعلم**

مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکوٰۃ سے خارج کرنے پر حنفیہ پر اشکال کا جواب

(سوال) زید سورہ توبہ کی آیت **انما الصدقات الخ** (۱) سے آٹھ مصارف زکوٰۃ بیان کرتا ہے اور مذہب حنفیہ کے مؤلفۃ القلوب کے ساقط ہونے کی نص طلب کرتا ہے اور تفسیر بیان القرآن مؤلفہ مولانا تھانویؒ سے اجماع صحابہ ہو کر آیہ مؤلفۃ القلوب کا ساقط ہونا ثابت ہے (۲) جس پر زید معترض ہے کہ صریح آیت کے مقابلہ میں اجماع صحابہ حجت نہیں ہے ایسی ہی نص قرآنی سے ثبوت دینا چاہیئے اب گزارش ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے جواب شافی عطا فرمایا جائے بینوا توجروا؟ نیاز مند ممتاز علی (کلانور ضلع رہتک)

(جواب ۳۲۳) مؤلفۃ القلوب کا حصہ باجماع صحابہؓ ساقط ہو گیا ہے تفسیر مدارک میں ہے **و سھم مؤلفة قلوبھم سقط باجماع الصحابة فی صدر خلافة ابی بکرؓ لان اللہ اعز الاسلام و اغنی عنھم والحکم متی ثبت معقولا لمعنی خاص یرتفع و ینتھی بذھاب ذلك المعنی انتھی** (۳) یعنی مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرت ابو بکرؓ کے شروع زمانہ خلافت میں صحابہ کرامؓ کے اتفاق و اجماع سے ساقط ہو گیا اور حکم شرعی جب کہ کسی علت پر مبنی ہو تو اس علت کے اٹھ جانے سے حکم بھی اٹھ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کا مال دینے کی اجازت اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی کمی کی وجہ سے ہو گئی تھی اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور قوت و غلبہ عطا فرما دیا اور مسلمانوں کی جماعت زیادہ ہو گئی تو اجازت ارتفاع علت حکم کی وجہ سے خود مرتفع ہو گئی البرہان شرح مواہب الرحمٰن للشیخ المحدث الفقیہ ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی میں ہے **اخرج ابن ابی شیبة عن عامر الشعبی انما کانت المؤلفة علی عھد رسول اللہ ﷺ فلما ولی ابوبکر انقطعت** (۴) یعنی ابن ابی شیبہ نے عامر شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ مؤلفۃ القلوب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے (یعنی ان کا حصہ قائم تھا) پھر جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو یہ لوگ منقطع ہو گئے (یعنی ان کا حصہ بند ہو گیا)
واللہ اعلم

جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ جائز نہیں

(سوال) تالاب، چاہ، مسجد، مسافر خانہ تعمیر کرنا، اسلامیہ مدارس قائم کرنا، تعلیم میں امداد دینا وغیرہ ان

---

(۱) التوبة : ٦٠

(۲) مستحقین صدقات ۱۱۹/۱ تاج پبلشرز دھلی

(۳) ۲۳۲/۲ ط المکتبة العلمیه لاھور

(٤) کتاب الزکاۃ، باب لمصارف ۵۲۸/۱، ۵۲۹

میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۹ غلام علی معرفت داروغہ جیل دھر مسالہ ضلع کانگڑہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء

(**جواب ۳۲۴**) زکوٰۃ کی رقم میں حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو تملیکاً دی جائے(۱) تو جن صورتوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا اور بنائے مسجد یا تعمیر مسافر خانہ و چاہ وغیرہ میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے (۲) مدارس وغیرہ میں زکوٰۃ کی جو رقم آتی ہیں وہ یا تو طلبہ مساکین پر خرچ کی جاتی ہیں یا پھر تملیک کر کے دوسرے مصارف میں لائی جاتی ہیں واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مہتمم کا بچوں کو بطور تملیک دی گئی رقم لیکر تعمیر پر خرچ کرنا
(۲) مہتمم کا کئی مدات کی رقوم کو ملا کر رکھنا

(سوال) (۱) یتیم خانے میں بالغ نادار لڑکوں کو زکوٰۃ دی جائے پھر مہتمم ان سے لیکر حساب یتیم خانے میں جمع کرے اور مصارف یتیم خانہ مثلاً تعمیر جائیداد وغیرہ میں صرف کرے تو زکوٰۃ دینے والے کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) ایک مدرسہ عربیہ میں چند مدات میں روپیہ وصول ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ، تعمیر مسجد، خیرات اور مہتمم مدرسہ جملہ مدات کا روپیہ ایک جگہ شامل کر کے رکھتا ہے اور حساب میں آمد و جمع علیحدہ علیحدہ کرتا ہے بوقت خرچ جس کھاتے کی رقم ہوتی ہے اس میں خرچ کر ڈالتا ہے اس طریقے میں زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں اور جس نے تعمیر مسجد میں رقم دی تھی اس کی رقم تعمیر مسجد میں لگی کہ نہیں اگر مذکورہ بالا مہتمم نے زکوٰۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف میں خرچ کر دی اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہوئی تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں اور اگر خبر ہو گئی تو زکوٰۃ دہندہ کیا کرے؟ **المستفتی** نمبر ۸۳ حاجی عبداللطیف مجتبائی دہی ۴ رجب ۱۳۵۲ھ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(**جواب**) (از حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی) (۱) زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مہتمم ان کو راضی کر کے یہ رقم ان سے لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کر دے گا تو مہتمم کا یہ فعل بھی جائز ہوگا اور اگر ان سے ناراضگی کی صورت میں لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کرے گا تو گناہ گار ہوگا مگر بہر صورت زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة الخ (هندية، كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ رشيديه)

(۲) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا، لا اباحة، كما مر لا يصرف الى بناء نحو مسجد، ولا إلى كفن ميت، و قضاء دينه، الخ و فى الشامية، قوله نحومسجد، كبناء القناطر، والسقايات، واصلاح الطرقات و كرى الانهار، والحج، والجهاد، و كل مالا تمليك فيه، زيلعى (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/ ۳٤٤ سعيد)

(۲) اگر عرف مخلوط کر دینے مہتمم کا مختلف مدات کی رقوم کو نہ ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا ناجائز و موجب ضمان ہوگا اور اگر عرف ہوگا تو یہ فعل مہتمم کا جائز ہوگا اور موجب ضمان نہ ہوگا بشر طیکہ ان مختلف مدات کی رقوم کے مالکین کو بھی علم اس عرف پر ہوگا اور اس جواز کی صورت میں مہتمم بمقدار رقم ہر مالک مؤکل کے رقوم مخلوطہ میں سے لیکر اس کے مصرف معین پر صرف کر دے گا تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مسجد تعمیر کنندہ کی طرف سے مسجد تعمیر ہو جائے گی اور اگر مہتمم زکوٰۃ کی رقم کو جان کر غیر مصرف میں خرچ کر دے گا اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہو گی تو اس کا مواخذہ اخروی، مہتمم پر ہوگا لیکن زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر زکوٰۃ دہندہ کو خبر ہو جائے گی تو اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ مہتمم سے اپنی رقم تلف شدہ کی ضمان لیکر زکوٰۃ ادا کرے ویتصل بهذا العالم اذا سال للفقراء شيئاً و خلط يضمن قلت و مقتضاه انه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الا ذن حينئذٍ دلالة والظاهر انه لا بدمن علم المالك بهذا العرف ليكون اذنامنه دلالة (ردالمحتار جلد ثانی ص ۱۲)(۱) فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

(**جواب ۳۲۵**) (از حضرت مفتی اعظمؒ) (۱) اگر دینے والے نے بچوں کو تملیک کے طور پر زکوٰۃ دیدی اور بچے نادار اور بالغ تھے تو اس کی زکوٰۃ تو دیتے ہی ادا ہو گئی اب مہتمم یتیم خانہ نے اگر بچوں سے جبراً لے لی تو اس کا یہ فعل ناجائز ہے مگر زکوٰۃ کی صحت ادا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا...... اور بچوں نے اپنی خوشی سے اسے دیدی تو پھر ناجائز بھی نہیں اور اس صورت میں وہ یتیم خانہ کے ہر مصرف میں بچوں کی رضامندی سے صرف ہو سکتی ہے۔

(۲) اس میں پہلی بات تو قابل غور ہے کہ مختلف مدات کی رقوم کو علیحدہ رکھنے اور اپنے مصرف میں صرف کرنے کا حکم روپیہ اور پیسوں اور گنی اور گلٹ کے سکوں کے ساتھ متعلق ہے جو رقوم کہ کاغذی نوٹوں کی صورت میں دی جائیں ان کے ساتھ یہ حکم متعلق نہیں کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہیں محض وثائق ہیں (۲) اگر مختلف مدات کے لئے دیئے ہوئے نوٹ ملا دیئے جائیں اور ہر ایک مد کی رقم کے موافق اس مد میں انکو صرف کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہر مد میں رقم صرف کر دی جانے پر معطی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اب رہے دھات کے سکے تو ان کا حکم یہ ہے کہ مختلف مدات بلکہ ایک مد میں دی ہوئی مختلف اشخاص کی رقم بھی علیحدہ رکھنی چاہئے اس اصول کے ماتحت مہتمم پر یہی لازم نہیں کہ وہ مد زکوٰۃ کی تمام رقم علیحدہ رکھے بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بھی ہر ایک شخص کی علیحدہ رکھے خواہ رقم چار آنے کی ہو یا روپے کی یا دس روپے کی اور اگر زکوٰۃ دینے والے تین سو چار سو آدمی ہوں جن میں آنہ دو آنہ سے مثلاً

---

(۱) کتاب الزکاۃ ۱/۲۶۹ ط سعید

(۲) یہ حکم اس وقت تھا جب نوٹوں کے پیچھے بینکوں میں سونا ہوتا تھا لیکن اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں اس کے پیچھے سونا نہیں ہوتا

سینکڑوں روپے تک کی مختلف رقوم ہوں تو اصول بالا کی بنا پر تین چار سو تھیلیاں یا پڑیاں علیحدہ رکھنی پڑیں گی (کیونکہ **الخلط استہلاك** (۱) جس طرح خلط **قسم بقسم** اخز پر صادق آتی ہے اسی طرح خط مال واحد بمال اخر پر بھی صادق ہے) اور اس کی دشواری اور عدم استطاعت مخفی نہیں اس لئے فقہا نے یہ حکم دے دیا ہے کہ جب کہ رقوم جمع شدہ مختلط اپنی اپنی مد میں صرف کر دی جائیں اور اختلاط کا عرف ہونے کی وجہ سے مالکوں کی جانب سے دلالۃً اذن بالخلط ہو جائے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور مہتمم پر بھی کوئی گناہ یا ضمان نہ ہو گا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ضرورت مند سید' فوج اور رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا

(سوال) مفلس سید کو اس وجہ سے زکوٰۃ دینا کہ آج کل ان کو مال غنیمت سے حصہ ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے' جائز ہے یا ناجائز ؟ سنا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ کے روپے سے سپاہیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں اور یہ روپیہ سلطنت کے دوسرے کاموں میں خرچ ہوتا تھا کیا آج کل بھی رفاہ عام (اسلامی کام) کے کاموں میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۱۴۱ بابو محمد رشید خاں قرولباغ دہلی ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(**جواب ۳۲۶**) مفلس سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں (۳) زکوٰۃ کے روپے سے فوج کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی رفاہ عام کے کاموں میں ایسے طور پر خرچ ہو سکتا ہے کہ اس میں تملیک ہو سکے (۴) مثلاً غریبوں کو لباس و خوراک تقسیم کرنا۔ محمد کفایت اللہ

سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا' زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرنا' سال گزرنے سے پہلے دینا

(سوال) اپنے سب عزیز سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں اور صدقہ خیرات دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ زکوٰۃ اگر کوئی اکٹھی ادا نہ کر سکے' تھوڑی تھوڑی ماہوار ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ ایک زیور اگر کسی کے پاس دس مہینے رہا پھر اس نے اپنی بہو کو بطور چڑھاوا دے دیا تو اس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے یا بہو کے والدین پر ؟ **المستفتی** نمبر ۲۷۵ والدہ ابن احمد صاحب رہتک۔ ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ م ۶ مئی ۱۹۳۴ء

www.ahlehad.org

---

(۱) لان الخلط استہلاك اذا لم یکن تمیزہ عند ابی حنیفة (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲/ ۲۹۰ ط سعید)

(۲) قلت' و مقتضاہ' انه لو وجد العرف' فلا ضمان لو جود الاذن حینئذٍ دلالةً' والظاهر انه لا بد من علم المالك هذا العرف' لیکون اذنامنه دلالة (ردالمحتار' کتاب الزکاة ۲/ ۲۶۹ ط سعید)

(۳) ولا یدفع الی بنی هاشم' وهم آل علی' و آل عباس' و آل جعفر' و آل عقیل' و الحارث بن عبدالمطلب کذافی الهدایة الخ (هندیة' کتاب الزکاة' باب المصارف ۱/ ۱۸۹ ط رشیدیه کوئٹه

(۴) ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً الخ (الدرالمختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعید)

(۵) ولا یدفع الی اصله' وان علا' و فرعه وان سفل' کذافی الکافی (هندیه' کتاب الزکاة' باب المصارف ۱/ ۱۸۸ ط رشیدیه کوئٹه)

(**جواب ۳۲۷**) سوائے اصول و فروع یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور اولاد اور اولاد کی اولاد کے دوسرے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے بھائی بہن بھانجے بھتیجے چچا خالہ پھوپھی ماموں ان سب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے والدین کو نہیں دی جاسکتی سید کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں (۱) زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات نافلہ اور خیرات سیدوں کو بھی دے سکتے ہیں (۲) اور والدین کو بھی مدرسے میں زکوٰۃ کا روپیہ غریب طلبہ کے طعام و لباس و سامان تعلیم میں خرچ کرنے کے لئے دیا جاسکتا ہے زکوٰۃ اکٹھی ادا نہ ہو سکے تو ماہوار بھی دی جاسکتی ہے (۳) اور اخیر میں حساب کرلیا جائے دس مہینے زیور ملک میں رہنے کے بعد بہو کو دیدیا تو اس کی زکوٰۃ دینے والے کے ذمہ نہیں بہو کے پاس جب سال پورا گزرے گا تو اس پر واجب ہو گی (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جس سے غریب اور امیر دونوں قسم کے طلباء فائدہ حاصل کرتے ہوں

(**سوال**) جس فنڈ سے یتیم اور غریب طلباء کے کھانے پہننے اور تعلیم کا انتظام ہوتا ہو اس میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ؟ جس مدرسے میں غریب اور تونگر ہر دو قسم کے بچے تعلیم پاتے ہوں اس مدرسے میں زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے یا نہیں ؟ یتیم خانہ میں تونگر کا بچہ خرچہ دے کر رکھنا درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۴۰۴ عبدالکریم (ہمت نگر) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

(**جواب ۳۲۸**) زکوٰۃ کا روپیہ یتیم بچوں کے خرچ میں جو نادار اور غریب ہوں لانا جائز ہے یعنی ان کے کھانے کپڑے سامان تعلیم میں تملیکاً خرچ کیا جاسکتا ہے لیکن مدرسین کی تنخواہیں یا مدرسے کی تعمیر یا ایسے ہی دوسرے مصارف میں جس میں تملیک نہ ہو خرچ نہیں کیا جاسکتا (۵) تونگر کے بچوں کو زکوٰۃ کے روپے میں سے کچھ دینا یا اس پر خرچ کرنا جائز نہیں (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(**سوال**) مال زکوٰۃ سے غیر مسلم' محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گزشتہ ملاحظہ فرمائیں

(۲) فاما التطوع' فیجوز الصرف الیهم (هندية' كتاب الزكاة' باب المصرف ۱۸۹/۲ ط كوئٹه)

(۳) و تجب على الفور عند تمام الحول حتى ياثم بتاخيره من غير عذر (هندية' كتاب الزكاة ۱۷۰/۱ ط كوئٹه)

(٤) وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول (الدر المختار' كتاب الزكاة ۲۶۷/۲ ط سعيد)

(٥) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا' لا اباحة' كمامرّ' لا يصرف' الى بناء نحو مسجد' ولا الى كفن ميت' وقضاء دينه الخ (الدرالمختار' كتاب الزكاة' باب المصرف ۳٤٤/۲ ط سعيد)

(٦) یعنی نابالغ بچوں پر خرچ کرنا' کیونکہ وہ باپ کے تابع ہوتے ہیں ولا يجوز دفعها الى ولد الغنى الصغير (هندية' كتاب الزكاة' باب المصرف ۱۸۹/۱ ط كوئٹه)

المستفتی نمبر ۵۳۸ دین محمد (ضلع روہتک) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۲۹) مال زکوۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز نہیں صدقات نافلہ ذمی کو دے سکتے ہیں(۱) **محمد کفایت اللہ**

بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں ان کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں .

(سوال) بنو فاطمہ کے علاوہ بقیہ بنی ہاشم بھی سید ہیں یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۸۲۲ محمد نذر شاہ (ضلع گجرات) ۶ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۰) بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی لغتہ واحتراما سید ہیں اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہیں(۲) مگر اصطلاحاً سید کا لفظ صرف بنو فاطمہ کے لئے خاص ہو گیا ہے ۔(۳) **محمد کفایت اللہ** کان اللہ لہ ، دہلی

زکوۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے پاس زکوۃ کا روپیہ جمع ہے آیا وہ اس سے کنواں، تالاب، مسجد کے متصل مسافر خانہ کسی بزرگ کا مزار یا مقبرہ بنا سکتا ہے یا کسی لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو زکوۃ کا روپیہ کن امور میں صرف کر سکتا ہے ؟ **المستفتی** نمبر ۸۵۱ شیخ چمن میاں (ضلع غازی پور) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۱) زکوۃ کی رقم ادائیگی میں تملیک بلا عوض لازم ہے یعنی فقراء و مساکین کو بغیر کسی معاوضہ کے مالک بنا کر رقم زکوۃ دی جائے کنواں، تالاب، مسجد، مسافر خانہ، مزار، مقبرہ کی تعمیر کرانے میں تملیک نہیں ہے اس لئے یہ سب ناجائز ہے (۴) مسکینوں، طالب علموں، یتیموں، بیواؤں کو زکوۃ کی رقم دینی چاہئیے فقط **محمد کفایت اللہ** کان اللہ لہ، دہلی

والدین اور اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) معطی اپنے والدین یا اولاد کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں ؟

---

(۱) واما الحربی، ولو مستامنا، فجمیع الصدقات ولاتجوز لہ اتفاقا، بحر عن الغایۃ، و غیر ھا، لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۲/۳۵۲ ط سعید)

(۲) بنو لہب کے علاوہ تمام بنو ہاشم کو زکاۃ دینا جائز نہیں، ولا الی بنی ھاشم الا من ابطل النص قرابتہ، وھم بنو لھب (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۲/ ۳۵۰ ط سعید)

(۳) باقی اہل بیت میں آتے ہیں جو کہ سید سے عام ہے

(٤) و یشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ، کما مر، ولایصرف الی بناء نحو مسجد، ولا الی کفن میت، و قضاء دینہ قولہ، نحو مسجد کبناء القناطر، والسقایات، واصلاح الطرقات، وکری الانھار، والحمج، والجھاد، کل مالا تملیك فیہ الخ (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۲/٣٤٤، ط سعید)

المستفتی نمبر ٨٧٨ محمد عمر صاحب (ضلع کرنال) ٥ محرم ١٣٥٥ھ م ١٨ اپریل ١٩٣٦ء

(جواب ٣٣٢) کسی غیر شخص کو جو مسکین اور مستحق ہو زکوٰة کی رقم دیکر مالک بنادیا جائے اور وہ اپنی طرف سے معطی کے والدین یا اولاد کو دیدے تو جائز ہے (١) بشرطیکہ دینے والا اس سے یہ شرط نہ کرے اور نہ اسے مجبور کرے بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے (٢) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،** دہلی

صاحب نصاب امام کا زکوٰة لینا

(سوال) جو امام صاب نصاب ہو بسبب امامت کے وہ لوگوں کو تنگ کر کے زکوٰة لے تو وہ مال زکوٰة اس کے واسطے حرام ہے یا حلال ہے اور تنگ اس طرح کرے کہ میں نماز نہ پڑھاؤں گا تمہارے جنازے اور عیدین نہ پڑھاؤں گا المستفتی نمبر ١٢٨٨ محمد اسمٰعیل (امرتسر) ٢٣ شوال ١٣٥٥ھ م ٧ جنوری ١٩٣٦ء

(جواب ٣٣٢) صاحب نصاب کو زکوٰة کا مال لینا حرام ہے (٣) اور زکوٰة وصول کرنے کے لئے لوگوں کو تنگ کرنا تو غیر صاحب نصاب کے لئے بھی جائز نہیں۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،** دہلی

زکوٰة دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا

(سوال) زید کے عزیز و اقارب پاکستان میں رہتے ہیں اور وہ زکوٰة کے مستحق ہیں زید انہیں زکوٰة دے سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)

(جواب ٣٣٤) اعزا و اقارب جو پاکستان میں ہیں ہندوستان میں رہنے والا ان کو اپنی رقم کی زکوٰة دے سکتا ہے ان کو دینے سے اس کی زکوٰة ادا ہو جائے گی (٤) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،** دہلی

مالک نصاب کو زکوٰة دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے قرابتدار زید کو زکوٰة دینا چاہتے ہیں کیا زید کو زکوٰة لینا جائز ہے اور دینے والوں کی زکوٰة ادا ہو جائے گی زید کے پاس یکصد سے کم روپے ہیں المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

---

(١) جائز ہے مگر ایسا حیلہ کرنا مکروہ ہے، ویکرہ ان یحتال فی صرف الزکاة الی والدیه المعسرین بان تصدق بها علی الفقیر ثم صرفها الفقیر الیهما (ردالمحتار کتاب الزکاة، باب المصرف ٢/٣٤٦ ط سعید)

(٢) ہندیہ میں ہے ولایدفع الی اصله، وان علا، و فرعه، وان سفل (هندیة، کتاب الزکاة، باب المصرف ١/١٨٨) لیکن اگر مذکورہ حیلہ سے دیا جائے تو بکراہت جائز ہوگا

(٣) ولا یحل ان یسال شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ٢/٣٥٤ ط سعید)

(٤) ویکره نقل الزکاة من بلد الی بلد الا ان ینقلها الانسان الی قرابته، او الی قوم هم احوج الیها من اهل بلده الخ (هندیه، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ١/١٩٠ ط کوئٹه)

(جواب ۳۳۵) زید کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں، کیونکہ وہ مالک نصاب ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) قصبہ عبداللہ پور میں پہلے اسلامی مدرسہ ایک چھپر میں قائم تھا اب یہاں کے غریب لوگوں نے کوشش کر کے ایک اسلامی مدرسہ تعمیر کرایا ہے اس کی تعمیر میں کچھ کمی رہ گئی ہے غریبوں کا روزگار بہت مندا ہے اس وجہ سے چندہ حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے اب آیا فطرہ کے اناج کا مصرف اس کی تعمیر میں ہو سکتا ہے یا نہیں المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۳۳۶) صدقات فطر کی رقم اس عمارت میں نہیں لگ سکتی (۲) وہ تو صدقہ کر دینا ہی لازم ہے
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صاحب نصاب علماء کو زکوٰۃ لینا (چند متفرق مسائل)

(سوال) ہمارے ملک بلوچستان علاقہ پہاڑی میں علماء کا گزارہ قدیم سے آج تک زکوٰۃ و عشر و اسقاط مردگان پر ہے اس آمدنی سے بھی پورا گزارہ نہیں ہو سکتا ایک وجہ یہ ہے کہ آباد ملک نہیں پہاڑی علاقہ ہے بارانی پانی سے اکثر آبپاشی ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ چرائی کا کام کرتے ہیں اور گزارہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زکوٰۃ وغیرہ آمدنی بھی پوری طرح ادا نہیں کرتے اور جو ادا کرتے ہیں مثل تنخواہ مقررہ علماء کو سب دی بھی نہیں جاتی اکثر اقرباء وغیرہ کو دی جاتی ہے علماء کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا اگرچہ اذان جماعت چھوڑ کر چلا ہی جائے اور یہ لوگ بوجہ کم علمی و جہالت علماء کی تنخواہ کا تو نام بھی نہیں لیتے بالا آمدنی بھی مرضی پر ہے چاہے دیں یا نہ دیں مقرر نہیں اس وجہ سے علماء نایاب ہیں بعض جگہوں پر اذان و امامت بھی نہیں ہوتی تعلیم کی یہ حالت ہے کہ مدرسہ اسلامیہ کا نام بھی نہیں نہ کوئی حافظ قرآن موجود ہے تدریس جماعت و جنازہ، نکاح خوانی یہ سب کام پیش امام مسجد کے ذمہ ہیں طلباء کی یہ حالت ہے کہ اکثر صبح سویرے ناظرہ سبق قرآن شریف پڑھ کر مال چرانے کو چلے جاتے ہیں واپسی شام کو ہوتی ہے اکثر ناظرہ قرآن شریف پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعضے کچھ قدر تھوڑی سی چھوٹی کتابیں پڑھ کر فراموش کر دیتے ہیں علم کی قدر نہیں جانتے اور دین کی یہ حالت ہے کہ بعضے لوگ جماعت سے نماز پڑھنا بجائے خود رہا نماز بھی نہیں پڑھتے اور عورتوں کو پردہ شرعی بھی نہیں دیتے باہر کا کام کرتی پھرتی

---

(۱) ولا (یصرف) الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الا صلیة الخ (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۳٤۷/۲ ط سعید)

(۲) اس لئے کہ اس میں تملیک نہیں ہوتی اور صدقہ فطر میں تملیک ضروری ہے فی الدر المختار، و صدقة الفطر کالزکاة فی المصارف، وفی کل حال و فی الشامیة، قوله و فی کل حال ...... بل المواد فی احوال الدفع الی المصارف من اشتراط النیة، واشتراط التملیک (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۳۲۹/۲ ط سعید)

ہیں اور میراث فقط مردوں پر تقسیم کرتے ہیں عورتوں کو کوئی حصہ بھی نہیں دیتے اگرچہ یتیم لڑکی کیوں نہ ہو بعضے لوگ میراث تو بجائے خود ہے عورتوں کو بھی فروخت کر دیتے ہیں چاہے لڑکی بہن ہی کیوں نہ ہو یعنی اتنی دین میں سستی ہے اور دین کے مددگار کم ہیں پہلے عرض یہ ہے کہ دعا فرمادیں کہ خداوند تعالے ہم کو اس گمراہی سے نکالے ہدایات دین نصیب کرے بعدہ عرض ہے کہ بوجہ کم ہونے مددگار دین اور نہ دینے تنخواہ کے علماء کو بالا آمدنی مذکورہ زکوۃ لینی جائز ہے یا نہیں ؟

جس طرح علماء متاخرین اس زمانہ میں مددگار دین کم دیکھ کر تنخواہ لینے پر فتویٰ جواز کا دیا ہے جس جگہ تنخواہ ملتی ہے اب ہمارے ملک کی یہ حالت ہے جو آپ کو عبارت بالا سے معلوم ہوئی تنخواہ بجائے خود زکوۃ وغیرہ آمدنی سے بھی پورا گزارہ اکثر جگہ نہیں ہوتا مسجدیں بلا امام ومؤذن ہی کھڑی ہیں اب کیا ہم بوجہ تنخواہ نہ ملنے کے زکوۃ وصدقات لے سکتے ہیں یہ زکوۃ تنخواہ کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(۲) اسراف اور صدقہ میں کیا فرق ہے ؟

(۳) مبذرین ومسرفین میں کیا فرق ہے ؟ یہ لوگ سب کو خیرات جانتے ہیں

(٤) **الحب لله والبغض لله** اور غیبت میں کیا فرق ہے ؟

(۵) صدقہ فی سبیل اللہ اور خیرات ریا میں کیا فرق ہے ؟

(۶) بعضے لوگ شادی وغمی میں بہت خرچ کرتے ہیں اور زکوۃ وعشر وغیرہ میں فرض واجب چھوڑ کر مستحب ادا کرتے ہیں خیرات کرتے ہیں کیا ان کی یہ خیرات مفید ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۶۵۱ پیش امام حاجی باسو مقام لمہ زیرین ڈاکخانہ یارخاں ضلع لورالائی ۲۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۷) (۱) علما جو صاحب نصاب ہوں ان کے لئے اخذ زکوۃ کا جواز نص صریح کے خلاف ہے **لا یحل الصدقة لغنی** (۱) اور قرآن پاک کی آیت **انما الصدقات للفقراء** (۲) کے سیاق اور لفظ انما کے مفاد کے خلاف ہے پس اسکو جائز کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اخذ اجرت تعلیم کے فتوے جواز پر جو متاخرین حنفیہ نے دیا ہے اس کا قیاس صحیح نہیں کیونکہ اجرت علی الطاعات کا جواز مجتہد فیہ تھا اس میں پہلے ہی سے گنجائش تھی تو ایک ضرورت کی وجہ سے حنفیہ نے اس میں دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا زکوۃ کا اغنیا کے لئے جائز نہ ہونا متفق علیہ اور منصوص ہے بعض علماء نے صرف اتنی اجازت دی ہے کہ عالم کی کتابیں جن سے وہ فتوے کا کام کرتا ہے اس کی حاجات اصلیہ میں شمار کر کے نصاب سے خارج کردی

---

(۱) و جدت بصيغة المؤنث (مرتب) لا تحل الصدقة لغنى (مجمع الزوائد' باب فيمن لا تحل له الزكاة ۹۱/۳ ط دار الفكر' بيروت)

(۲) انما الصدقات للفقراء ' والمساكين' والعاملين عليها' والمؤلفة قلوبهم' و في الرقاب' والغارمين' وفي سبيل الله' و ابن السبيل التوبة ۶۰

ہیں یعنی ایسے عالم کو زکوٰة لینا جائز ہے جس کے پاس نصاب کی قیمت کی کتابیں تو ہوں (۱) مگر اور کوئی مالیت نہ ہو لیکن جس کے پاس چاندی سونے کا نصاب ہو زمین زراعت کی ہو گائے بھینس بکریاں جانور ہوں اس کے لئے زکوٰة کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(۲) صدقہ وہ ہے جو حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کی غرض سے دیا جائے اور اسراف (۲) وہ ہے جو بغیر حاجت کے صرف کیا جائے یعنی خرچ کرنے کی داعی کوئی چیز سوائے خواہش نفس کے نہ ہو

(۳) مبذر اور (۳) مسرف کے معنی قریب قریب ہیں زیادہ فضول خرچی کو تبذیر کہتے ہیں

(۴) البغض للہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے اعمال شرعیہ کی خرابی کی وجہ سے اس سے اللہ واسطے بغض رکھا جائے اور غیبت کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں بیان کرنے کو کہتے ہیں (۴)

(۵) صدقہ اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کی نیت سے کسی حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کے لئے کچھ دیا جائے اور خیرات ریا اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کو دکھانے اور نام اور شہرت حاصل کرنے کے لئے دیا جائے۔

(۶) حقوق واجبہ زکوٰة و عشر وغیرہ ادا نہ کرنا اور بیاہ شادی میں بہت زیادہ رقم خرچ کر دینا گناہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زکوٰة کی رقم سے مدرسہ و یتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) دہرہ دون میں ایک مدرسہ تجوید القرآن و یتیم خانہ ایک مدت سے قائم ہے اس مدرسہ میں تعلیم قرآن دی جاتی ہے اور حساب و اردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اس میں یتیم بچوں کے علاوہ اور مسلمان بچے بھی تعلیم پاتے ہیں کسی سے کوئی فیس نہیں لی جاتی یتیم بچوں کی رہائش و خورد و نوش وغیرہ کا انتظام بھی ہے اس وقت تک اس مدرسہ و یتیم خانہ کی اپنی عمارت بھی نہیں تھی مگر اب عمارت زیر تعمیر ہے براہ کرم مطلع فرمائیے کہ آیا اس عمارت و یتیم خانہ میں رقومات زکوٰة فطرہ و چرم قربانی صرف کرنا مطابق شریعت جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۴۵ سکریٹری انجمن نصرة الاسلام، دہرہ دون ۲۱ شوال ۱۳۶۵ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) لا باس ان یعطی من الزکاة من له مسکن، و مایتاثث به فی منزله، لو خادم، و فرس، و سلاح، و ثیاب البدن، و کتب العلم ان کان من اهله الخ (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/۳۴۷ ط سعید)

(۲) الاسراف صرف الغنی فیما ینبغی زائد علی ما لا ینبغی (رد المحتار، کتاب الفرائض ۶/۷۵۹)

(۳) التبذیر صرفه (ای الشی) فیما لا ینبغی (حواله بالا)

(٤) عن ابی هریرة قال: قیل، یا رسول الله! ما الغیبة، قال ذکرك اخاك بما یکره، قال ارایت ان کان فیه مااقول، قال: ان کان فیه ما تقول، فقد اغتبته، وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته (ترمذی، ابواب البر، والصلة، باب ماجاء فی الغیبة ۲/۱۵ ط سعید)

(**جواب ۳۳۸**) زکوٰۃ کی رقم عمارت میں خرچ نہیں کی جاسکتی کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ کی حنفیہ کے نزدیک بدون تملیک کے کوئی صورت جائز نہیں(۱)ہاں حیلہ تملیک کر کے زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کی جائے تو گنجائش ہے(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پھوپھی، خالہ، چچا اور بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

(**سوال**) زکوٰۃ کا پیسہ سگی خالہ یا پھوپھی اور چچا کو یا سگے بھائی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۲۳۱۸** اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(**جواب ۳۳۹**) زکوٰۃ کی رقم پھوپھی، خالہ، چچا، بھائی کو دینا جائز ہے سگے ہوں یا سوتیلے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مدرسے کے سفیر کو زکوٰۃ کی رقم سفر میں خرچ کرنا

(**سوال**) (۱) مدرسہ کے جو سفیر باہر چندہ کی وصولیابی کے لئے مقرر ہوئے ہیں ان سے یہ کہا گیا ہے کہ دو قسم کی رقمیں تم کو ملیں گی مد تعلیم، مد زکوٰۃ، سفر خرچ میں ان میں سے نصف نصف خرچ کرنا اور جو تنخواہ تم کو ملے گی وہ بھی اسی حساب سے ملے گی تنخواہ میں تو کچھ شبہ نہیں، لیکن جو رقم سفر خرچ میں صرف ہوئی ہے چونکہ وہ قبل تملیک صرف ہوگئی اس لئے یہ شبہ ہے کہ جائز بھی ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو اب تک جو ایسا کیا گیا اس کا کیا ہونا چاہئے

(۲) چرم قربانی شہر میں سے مدرسہ کے لئے مزدور کے ذریعہ سے منگائے جاتے ہیں بعض اصحاب نقد کی صورت میں اس کی قیمت دیتے ہیں کیا اس نقد میں سے اس مزدور کی اجرت دی جاسکتی ہے، جس نے کھالیں جمع کی ہیں یا نہیں **المستفتی نمبر ۲۴۷۶** جناب مولوی محمد سعید صاحب جامع مسجد نگینہ (بجنور) ۱۹ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء

(**جواب ۳۴۰**) ہو الموفق اموال زکوٰۃ و قیمت چرم قربانی میں سے اجرت عامل دینے کا جواز تو نا قابل تردد ہے(۴) اور اس صورت میں حیلہ تملیک کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مہتمم مدرسہ اپنے سفیر

---

(۱) ویشترط، ان یکون الصرف تملیکاً، لا اباحة، کمامر، ولا یصرف الی بناء نحو مسجد، ولا الی کفن میت، و قضاء دینه، قوله نحو مسجد، کبناء القناطر، والسقایات، واصلاح الطرقات، و کری الانهار، والحج والجهاد، وکل مالا تملیك فیه الخ (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳٤٤ ط سعید)

(۲) جیسے فقراء کو تملیک کرائے اور بعد میں وہ خوشی سے تعمیر میں لگائے دیکھیں صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ۱

(۳) والا فضل فی الزکاة، والفطر، والنذور الصرف اولاً الی الاخوة، والا خوات، ثم الی اولادهم، ثم الی الاعمام، والعمات، ثم الی اولادهم، ثم الی الاخوال، والخالات، ثم الی اولادهم (هندیه، کتاب الزکاة، باب المصارف ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹه)

(۴) کیونکہ یہ منصوص علیہ ہے جیسے قرآن مجید کی آیت ہے والعاملین علیها التوبة ٦٠

کو اپنی طرف سے وکیل بالتصرف بنا سکتا ہے یا استقراض کی اجازت دے سکتا ہے(۱) اور بوقت حساب تنخواہ اور مصارف سفر کو خرچ میں ڈال سکتا ہے ان تمام رقوم میں جس قدر رقم بطور نوٹ کے وصول ہوتی ہے اس میں تعین نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جس قدر رقم روپیہ پیسوں کی صورت میں وصول ہوتی ہے اس میں بھی تعین پر عمل تقریباً ناممکن ہے کیونکہ تعین کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر معطی کی دی ہوئی رقم علیحدہ رکھی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تقریباً ناممکن ہے پس نوع صدقہ کی علیحدگی اور حساب مجموعی پر اکتفا کیا جاتا ہے(۲) اور متعدد معطیوں کی رقم زکوۃ کا مجموعی حساب کرلیا جاتا ہے رقوم زکوۃ سب مختلط ہو جاتی ہیں پس جیسے کہ زید' عمرو' بکر کی دی ہوئی رقمیں مخلوط ہو جاتی ہیں' اسی طرح مختلف مدات کی رقمیں بھی مخلوط ہو جائیں اور صرف کا حساب علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مدرسہ کے سفیر کو زکوۃ کی مد سے تنخواہ دینا

(سوال)(۱) مدارس عربیہ میں بمد زکوۃ جو روپیہ پہنچتا ہے کیا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر ہوتا ہے والعاملین علیها کی مد میں داخل سمجھ کر اس کو تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ یا مدرس ہو جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں صرف ماہواری تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے نہایت تنگی اور دشواری سے اس پر گزارہ کر سکتا ہے کیا ایسے مبلغ یا مدرس کو بھی مدرسہ میں بمد زکوۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۵۱ مولانا محمد چراغ صاحب مدرس مدرسہ گوجرانوالہ ۲۱ رجب ۱۳۵۹ھ ۲۶ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۴۱) (۱) زکوۃ کی رقم وصول کر کے لانے والوں کو اس رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے خواہ وہ غنی ہوں(۳) مگر کسی حال میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائیگی(۴)

---

(۱) یعنی سفیر سے یوں کہے کہ آپ اس سے خرچ کرتے رہیں' آخر میں حساب برابر کر دیا جائے گا فقط

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۷۸ حاشیہ نمبر ۱' ۲

(۳) وعامل' یعم الساعی' والعاشر' ولو غنیا لا هاشمیًا' لانه فرغ نفسه لهذا العمل' فیحتاج الی الکفایة' والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة' کابن السبیل' بحر عن البدائع (الدر المختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/ ۳۳۹ ط سعید)

(٤) قوله' فیحتاج' الی الکفایه' لکن لا یزاد علی نصف ما قبضه' کما یاتی (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/ ۳٤۰ ط سعید)

(۲) کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل و جمع زکوۃ کے) نہیں دی جا سکتی کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی میں تملیک (۱) بلا عوض شرط ہے ملازمین مد تعلیم و تبلیغ کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے جو تملیک بلا عوض نہیں ہے البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان کے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور اجیر کی طرح ان سے مواخذت نہ ہوں تو پھر ان کو زکوۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہوگا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ، دہلی

زکوۃ کے متعلق چند مسائل

(سوال) الف (۱) کونسے روپے یا نقدی پر زکوۃ واجب ہے اور کس حساب سے ؟

(۲) جیسا کہ بعض مولوی صاحبان نے فرمایا کہ "زکوۃ صرف زائد روپے پر واجب ہے" تو زائد روپے کی تعریف فرمایئے

(۳) مثال کے طور پر اختتام سال پر یعنی ماہ زکوۃ میں ایک شخص کی کل مالی حالت کے ایک سو روپے ہے اس میں سے پچاس روپے اس کے پاس جمع ہیں، بقایا پچاس روپے تجارت یا کاروبار میں ملے ہوئے ہیں اور وہ تجارت فائدہ مند ہے اب ان تجارت والے پچاس روپوں میں سے پچیس روپے کا اس کے پاس تجارتی سامان ہے اور بقیہ پچیس روپے لوگوں کے ذمہ واجب الوصول ہیں اس صورت میں اس کے کتنے روپے پر زکوۃ واجب ہو سکتی ہے کیا کل مالی حالت پر یا زائد جمع روپے پر یا زائد تجارتی مال پر یا سب پر

(۴) ایک شخص اس سال کچھ رقم پر زکوۃ نکالتا ہے اگلے برس وہ رقم ڈیوڑھی ہو جاتی ہے تو کیا کل رقم پر زکوۃ واجب ہے یا صرف زیادتی پر ؟

(ب) زیورات، سونا، چاندی وغیرہ

(۱) کیا تمام زیور پر زکوۃ ہونا چاہئیے یا اس میں روز مرہ کے استعمال میں آنے والے اور نہ آنے والے کی تخصیص ہے کیونکہ بعض مولوی صاحبان کا فرمان ہے کہ جو زیور روز مرہ کے استعمال میں نہ آوے صرف اس پر زکوۃ فرض ہے، دوسرے پر نہیں

(۲) سونے کی ایک مقدار یا زیور جس پر کہ آپ ایک برس زکوۃ دے چکے ہوں کیا اس پر دوسرے برس بھی فرض ہے یا اس کی زیادتی پر

ج۔ جائیداد، مکان و زمین وغیرہ

---

(۱) ولو نوى الزكاة، بما يدفع المعلم الى الخليفة، ولم يستاجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه، يعلم الصبيان ايضا، اجزاه، والا فلا (هنديه، كتاب الزكاة، باب المصارف، ۱/۱۹۰ ط كوئٹه)

(۲) یہاں مدرسین کا مستحق زکوۃ ہونا بھی ضروری ہے البتہ اس تفصیل سے شبہ بعوض دور کرنا مقصود ہے نہ کہ مدرس کو عامل کے زمرے میں داخل کرنا فقط

(۱) کیا تمام جائیداد پر زکوٰۃ واجب ہے؟
یا صرف اس جائیداد پر جس سے کوئی آمدنی ہو

۲- مستحقین زکوٰۃ

(۱) ایک شخص کا حقیقی بھائی یا بہت نزدیکی رشتہ دار بالکل اپاہج نہ ہو کام کاج کرتا ہو لیکن بہت عسرت کے ساتھ گزارہ ہو اور مقروض بھی ہو تو کیا اس کا قرضہ زکوٰۃ سے اتارا جا سکتا ہے؟
(۲) کیا کسی عزیز یا دوسرے قریبی طالب علم کو بطور وظیفہ زکوٰۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے؟ **المستفتی** نمبر ۲۴۷۲ خاکسار فضل کریم پارسی بازار فورٹ (بمبئی) ۵ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ ۲۰ جون ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۴۲) جس شخص کے پاس چوّن روپے (۱) ایسے ہوں کہ اس کے کھانے کپڑے وغیرہ ضروریات پوری ہونے کے بعد فاضل بچے ہوئے ہوں اور ان پر اسی طرح ایک سال گزر جائے تو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوگی (۲) یعنی ایک روپیہ پانچ آنے ۷ ⅕ پائی زکوٰۃ ہوئی نقد روپیہ موجود ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت موجود ہو یا تجارتی سلسلہ میں لوگوں کے ذمہ قرض ہو سب کا حساب لگا لیا جائے گا مگر قرض کی زکوٰۃ قرض کی رقم وصول ہونے سے پہلے ادا کرنی لازم نہیں (۳) جس رقم کی زکوٰۃ ایک سال ادا کر دی گئی ہو اگر وہ رقم دوسرے سال بھی رہے تو دوسرے سال پھر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی اگر اتنی ہی رہی تو اتنی کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور بڑھ گئی تو ساری رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی (۴) مثلاً ایک سال سو روپے تھے ختم سال پر سو روپے کی زکوٰۃ ادا کر دی اور بقیہ رقم دوسرے سال بھی محفوظ رہی تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی چاندی سونے کے زیور پر وزن کے لحاظ سے زکوٰۃ ہوگی (۵) زیور میں جواہرات خواہ کتنے ہی قیمت کے ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں اِلّا یہ کہ وہ مال تجارت ہوں زیور میں چاندی سونے پر بہر صورت زکوٰۃ ہوگی خواہ استعمال ہوں، خواہ تجارتی، خواہ یوں ہی رکھے رہیں (۶) جائیداد، زمین، مکانات کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں۔

---

(۱) اس چوّن روپے کی قیمت اس وقت کے اعتبار سے چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہوگی جو کہ ساڑھے باون تولہ ہے

(۲) وشرعا تملیك جزء مال عینه الشارع، وهو ربع عشر نصاب حولی (الدر المختار، کتاب الزکاة ۲/۲۵٦ ط سعید)

(۳) ولو کان الدین علی مقر ملئ .... فوصل الی ملکه، لزم زکاة مامضی (تنویرالابصار، کتاب الزکاة ۲/۲٦٦، ۲٦۷ ط سعید)

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۵۹ حاشیہ نمبر ۳

(۵) وکذا فی حق الوجوب یعتبر ان یبلغ وزنها نصابا، ولا یعتبر فیه القسمة بالا جماع (هندية، باب زکاة الذهب والفضة والعروض ۱/۱۷۹ ط کوئٹه)

(٦) لازکاة فی اللآلی، والجواهر، وان ساوت الفا الا ان تکون للتجارة والا صل ان ماعدا الحجرین، والسوائم انما یزکی بنیة التجارة (رد المحتار، کتاب الزکاة ۲/۲۷۳ ط سعید)

اصول (یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی) اور فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کو زکوٰۃ دینا اور زوجین کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں(۱) بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ان کی اولادوں کو ماموں، خالہ اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے(۲) کسی عزیز یا طالب علم کو بطور وظیفہ زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
(۲) تملیک کر کے زکوٰۃ کو مدرسے کے دوسرے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں
(۳) امین یا وکیل، زکوٰۃ کو اپنی خرچ میں لائے تو ادائیگی کی صورت

(سوال) (۱) سید کو بحالت عسر و فقر زکوٰۃ کا روپیہ بلا حیلہ شرعی کے دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲) ایک شخص ایک مدرسہ میں زکوٰۃ کا روپیہ بھیجتا ہے اب وہاں کوئی طالب علم ایسا نہیں ہے جس کو زکوٰۃ دیجائے تو یہ روپیہ کسی دوسرے مدرسہ کو یا ایسے اشخاص کو جو ضرورت مند ہوں باجازت زکوٰۃ دہندہ یا بلا اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کوئی شخص وکیل یا امین زکوٰۃ کے روپے کو اپنے صرف میں لے آیا ہو تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ **المستفتی** نمبر سید ظفریاب حسن، نگینہ، ضلع بجنور ۳۰ محرم ۱۳۶۴ھ

(**جواب ۳۴۳**) (۱) سید کو زکوٰۃ و عشر کا روپیہ یا غلہ دینا درست نہیں(۳) ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو مضائقہ نہیں حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سید غریب کو یہ کہہ کر دیدیا جائے کہ فلاں سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں لہذا تم کو دیتے ہیں اگر تم یہ کل یا بعض اس کو بھی اپنی طرف سے دیدو تو بہتر ہے اور وہ لیکر دیدے تو سید کے لئے جائز ہے(۴)

(۲) زکوٰۃ کی تملیک کر کے مدرسہ کے کسی دوسرے کام میں خرچ کر سکتے ہیں(۵)

(۳) جس قدر زکوٰۃ کی رقم اپنے خرچ میں لے آیا ہے اس کا ضامن ہے اتنی رقم بطور ضمان کے ادا کر دے تو زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولا الی من بینهما ولاد، ولو مملوكًا فقيراً، او بينهما زوجيه (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۳٤٦/۲ ط سعيد)

(۲) و قيد بالولاد لجوازه لبقية الا قارب، كالا خوة، والاعمام، والا خوال الفقراء، بل هم اولىٰ، لانه صلة، و صدقة، (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصارف ۳٤٦/۲ ط سعيد)

(۳) ولا يدفع الى بنى هاشم، وهم آل علىّ، وآل عباس، و آل جعفر، وآل عقيل، وآل الحارث بن عبدالمطلب كذافى الهندية، (هندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱۸۹/۱ ط كوئٹه)

(٤–٥) و حيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن، فيكون الثواب بهما، وكذافى تعمير المسجد (الدر المختار، كتاب الزكاة ۲۷۱/۱ ط كوئٹه)

(٦) ولو خلط زكاة مؤكليه، ضمن، وكان متبرعا، الا اذا وكله الفقراء (وفى الشامية) لكن، قد يقال، تجزى عن الآمر مطلقاً لبقاء الاذن بالدفع (ردالمحتار، كتاب الزكاة ۲٦۹/۲ ط سعيد)

مالدار شخص کو زکوۃ دینا جائز نہیں

(سوال) ایک مسجد کے امام صاحب ہیں ان کی لڑکی شادی شدہ بالغ ہے اس کا شوہر اسے نہیں لے جاتا ہے وہ کچھ بیمار بھی رہتی ہے امام صاحب کو بستی کے لوگ فطرہ اور زکوۃ حقدار سمجھ کر دیتے ہیں اب یہ امام صاحب اس فطرہ اور زکوۃ کی آمدنی کو اس اپنی لڑکی کو دیدیں تو دینے والوں کی زکوۃ اور فطرہ ادا ہو گیا نہیں؟ امام صاحب ایسا جو کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی صاحب نصاب بھی نہیں ہے اور بیمار بھی رہتی ہے پھر اگر یہ لڑکی اپنی خوشی سے اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اس رقم کو دیدے تو والدین کو اپنے صرف میں لانا جائز ہو گیا نہیں؟ المستفتی میاں جی نور محمد، موضع نئی ضلع گوڑ گانوہ

(جواب ۳٤٤) صاحب نصاب کے لئے فطرہ اور زکوۃ جائز نہیں(۱) ہاں لڑکی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے زکوۃ اور فطرہ جائز ہے وہ لیکر قبضہ کرلے تو پھر اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اپنی طرف سے بطور ہدیہ کے اس میں سے دے یا کھلائے تو جائز ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مہتمم، مدرس اور متولی مسجد کو زکوۃ دینا.

(سوال) اگر صاحب نصاب کو فطرہ زکوۃ عشر وغیرہ کا مالک بنادیا جائے اور پھر ضرورت مند کو یہ خرچ کرتے رہا کریں جیسے کہ مدرسہ کا مہتمم یا مدرس یا مسجد کا متولی تو اس طرح زکوۃ و فطرہ وغیرہ ادا ہو گیا نہیں؟

(جواب ۳٤٥) صاحب نصاب کو زکوۃ فطرہ عشر کا مالک بنانا ہی جائز نہیں ہے جو صاحب نصاب ہو وہ ان تینوں قسم کے مال کا مستحق نہیں نہ اس کو دینا جائز (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چند آیات کا مطلب.

(سوال) مندرجہ ذیل آیات کا مطلب بیان فرمائیں (۱) **وأت ذاالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا**(۴) (۲) **وبالوالدین احسانا و بذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین** (۵)

---

(۱) ولا یجوز دفع الزکاة الی من یملك نصاباً ای مال کان، دنانیر، او دراهم، او سوائم، او عروضا للتجارة، او لغیر التجارة فاضل عن حاجته الا صلیة (هندیة، باب المصارف ۱/۱۸۹ ط کوئٹه)

(۲) وطاب لسیده، وان لم یکن مصرفا ما ادی الیه من الصدقات، فعجز، کما فی وارث فقیر مات من صدقة اخذها وارثه الغنی (تنویر الابصار، کتاب المکاتب، باب موت المکاتب، وعجزه، وموت المولی ٦/۱۱٦ ط سعید) ولا یجوز دفع الزکاة الی من یملك نصابا ای مال کان، دنانیر او دراهم، او سوائم او عروضا للتجارة الخ

(۳) (هندیه، کتاب الزکاة، باب المصارف، ۱/۱۸۹ ط کوئٹه) لیکن مدرسوں کے مهتممین کو جو زکاۃ دی جاتی ہے وہ درحقیقت طلباء ہی کو دی جاتی ہے کیونکہ مہتمم زکاۃ دہندگان کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل جب زکاۃ کو مصرف میں خرچ کرے تو زکاۃ ادا ہو جاتی ہے، تو مہتمم جب زکاۃ کو مصرف پر خرچ کرے گا تو ادا ہو جائے گی لہذا مہتممین کو زکاۃ دینا جائز ہے (٤) الاسرآ: ۲٦

(۵) النسآء ۳٦

(۳) واذا حضر القسمة اولو القربیٰ والیتمیٰ والمساکین فارزقوهم وقولوالهم قولا معروفا(۱) المستفتی نمبر ۲۷۲۰۲ محمد سرور (جہلم) ۱۷ محرم ۱۳۶۱ھ م ۴ فروری ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۴۶) ان آیات کریمہ میں ذوی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربیٰ سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب و بعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق بھی مختلف ہیں بعض کے حقوق مؤکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور مؤخر مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ واجب ہے مگر ایسے شخص پر اولاد کا نفقہ مقدم ہے جو یا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو' یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا (۲)

صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ' فطرہ' عشر کفارہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتا(۳) ان کے علاوہ باقی تمام قرابتداروں کو جب کہ وہ مسکین ہوں دے سکتا ہے بلکہ اجنبی مساکین سے ان کا حق مقدم ہے صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبہ میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہئیے ان کے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہئیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوٰۃ یا صدقہ جتا کر دے' بلکہ جتا کر نہ دینا ہی بہتر ہے' کیونکہ زکوٰۃ' صدقہ' خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں

(سوال) حمید چوتھی رمضان کو اہل زکاۃ تھا مال میں سے زکوٰۃ نکال کر مساکین کو تقسیم کر دی پھر چار پانچ روز کے بعد حمید مسکین ہو گیا اور کل تیس بتیس روپے حمید کے پاس رہ گئے اب اگر سعید زکات حمید کو دیوے تو حمید کو زکات کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** فیض الحسن از جونڈلہ ضلع کرنال

(جواب ۳۴۷) اب جب کہ حمید صاحب نصاب نہیں رہا تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
(۲) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
(۳) مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

---

(۱) النسآ ۸

(۲) وان کان للرجل اب و ابن صغیر' وهو لا یقدر الا علی نفقة احد هما فالا بن احق (هندية' كتاب الطلاق' باب النفقات' فصل فی نفقة ذوی الارحام ۱/۵٦۵ کوئٹه)

(۳) ولا یدفع الی اصله' وان علا' و فرعه وان سفل (هندية' كتاب الزكاة' باب المصارف ۱/۱۸۸ ط کوئٹه)

(٤) ویجوز صرفها الی من لا یحل له السوال اذا لم یملك نصابا.............' و یجوز دفعها الی من یملك اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا (هندية' كتاب الزكاة' باب المصارف ۲/۱۸۹ ط کوئٹه)

(۴) ملکیت میں لانے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے۔

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) میرے والدین مر چکے ہیں میرے سوتیلے بھائی بہن میرے بڑے بھائی کے پاس پرورش پاتے ہیں کیا میں ان چھوٹے بھائی بہنوں کی امداد زکوٰۃ کے روپے سے کر سکتا ہوں؟ (۲) میں افغان ہوں میری ہمشیرہ کے خاوند سید ہیں اور مقروض ہیں کیا میں بہنوئی کا قرضہ زکوٰۃ کے روپے سے ادا کر سکتا ہوں (۳) کیا میں ایسی بیوہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہوں جس کا گزارہ دوسروں کی کمائی پر ہے اور خود اس کے پاس بہت سا روپیہ موجود ہے مگر خرچ نہیں کرتی (۴) کیا زکوٰۃ کا روپیہ قومی اور تبلیغی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے کیا یہ مدرسوں اور یتیم خانوں میں دیا جا سکتا ہے کیا یہ روپیہ مرزائیوں اور خواجہ حسن نظامی کے تبلیغی جلسے میں دیا جا سکتا ہے؟

(جواب ۳۴۸) (۱) غریب بھائی بہنوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے خواہ وہ سوتیلے ہوں یا سگے (۱) (۲) آپ اپنی ہمشیرہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں وہ اپنے خاوند کو ادائے دین کے لئے اپنی جانب سے دے سکتے ہیں (۲) (۳) جو بیوہ خود مالدار ہے اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے (۳) (۴) زکوٰۃ کے روپے میں تملیک ضروری ہوتی ہے یعنی مستحق کو دیکر مالک بنا دینا چاہئیے پس مدارس دینیہ میں غریب مستحق طلبا پر زکوٰۃ کا روپیہ تملیکاً خرچ ہو سکتا ہے اسی طرح تبلیغ میں بھی مستحقین کو دینے کے لئے خرچ ہو سکتا ہے لیکن جس کام میں تملیک نہ ہو جیسے تعمیر مساجد و تکفین موتی اس میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا (۴)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

نادار طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) زکوٰۃ کی رقم کسی ایسے نادار مگر ہونہار طالب علم مسلمان کو اس نیت سے دینا کہ وہ اسکول کی تعلیم حاصل کر کے دنیاوی زندگی کو بہتر بنا سکے از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) والا فضل فی دفع الزكاة........، اولا الى الاخوة والا خوات (هندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱/۱۹۰ ط كوئته)

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۹ حاشیہ نمبر ۴، ۵

(۳) ولا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصاباً اى مال كان الخ (هندية، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱/۱۸۹ ط كوئته)

(٤) و يشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة، كما مر، ولا يصرف الى بناء نحو مسجد، ولا الى كفن ميت، و قضاء دينه، قوله نحو مسجد، كبناء القناطير، والسقايات، و كل مالا تمليك فيه (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/۳۴۴ ط سعيد)

(جواب ۳۴۹) زکوٰۃ کی رقم نادار طالب علم کو دیدینا جائز ہے(۱) خواہ وہ دینی تعلیم حاصل کرتا ہو یا معاشی، زکوٰۃ کا روپیہ اس کو بصورت تملیک دیا جانا شرط ہے(۲) **محمد کفایت اللہ غفرلہ،**

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں .

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۰) زکوٰۃ کا روپیہ مدرسین وملازمین مدرسہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں(۳) طلبہ کو بطور وظائف دیا جاسکتا ہے نیز ان کے کھانے، لباس، سامان تعلیم میں خرچ کیا جاسکتا ہے مگر جو چیز ان کو زکوٰۃ کے روپے سے دی جائے وہ تملیکاً دی جائے **محمد کفایت اللہ غفرلہ،**

مصرف زکوٰۃ کے متعلق چند سوالات

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴جولائی ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) تبلیغ دین کے لئے مد زکوٰۃ میں سے روپیہ صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں (۲) مبلغ دین صاحب نصاب ہو کیا اس کی تنخواہ زکوٰۃ کے روپے سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟(۳) مبلغ مذکور علاوہ تبلیغ کے اگر فراہمی زکوٰۃ کا کام بھی کرے تو زکوٰۃ سے اس کا سفر خرچ یا تنخواہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں (۴) اگر فراہم شدہ رقم اس کی ماہواری تنخواہ سے کم ہو اور غیر زکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جائے تو اس مخلوط تنخواہ کا کیا حکم ہے (۵) کیا زکوٰۃ میں تبلیغ دین کے لئے رسالوں کی اشاعت اور مفت تعلیم دی جاسکتی ہے یا نہیں (۶) مبلغ اگر سادات میں سے ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا (۷) اگر مسلمانوں کو تبلیغ دین کی دعوت دی جائے تو اس دعوت میں طعام وغیرہ پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟(۸) تبلیغ دین کے لئے خط وکتابت میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں (۹) تبلیغ دین کے لئے غیر مذاہب کی کتب مطالعہ کے لئے زکوٰۃ سے خرید کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۱) حنفیہ کے نزدیک ادائے زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ تملیک مستحق بغیر عوض کے طور پر دی جائے پس مال زکوٰۃ سے قاعدے، سیپارے، دینیات کے رسالے ٹریکٹ غریبوں اور ان کے بچوں کو مفت تقسیم کرنا تو جائز ہے اسی طرح تعلیم کا اور سامان اور نقد وظائف بھی دیئے جاسکتے ہیں مبلغ کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی خواہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو غیر زکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے سادات میں سے

---

(۱) و یجوز دفعها الی من یملك اقل من النصاب، وان كان صحیحا مكتسبا (هندیه، كتاب الزكاة، باب المصارف ۱۸۹/۱)

(۲) و یشترط ان یكون الصرف تملیكا، لا اباحة (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ۲/۳٤٤ ط سعید)

(۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۷ حاشیہ نمبر ۱

مبلغ مقرر کئے جائیں یا غیروں میں سے طعام مہمانان بھی زکوٰۃ کے روپے سے دینا جائز نہیں(۱) کہ اس میں بھی تملیک **مستحق** نہیں ہوتی (۲) اسی طرح تبلیغ کے لئے خط و کتابت میں بھی زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا(۳) **محمد کفایت اللہ** غفرلہ'

اصول و فروع' مالدار اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۲) زکوٰۃ اپنے باپ' دادا' دادی' نانا' نانی اور اولاد کی اولاد کو اور غنی کو اور بنی ہاشم کو نہ دی جائے(۴) **محمد کفایت اللہ** غفرلہ'

چوتھا باب
ادائیگی زکوٰۃ

فصل اول۔ صحت ادائیگی

زکوٰۃ سے قرضہ ادا کرنا.

(سوال) زید ایک مدرتے میں زکوٰۃ کی مد میں سے ہمیشہ کچھ رقم دیا کرتا تھا حسب معمول مدرسہ کا محصل چندہ لینے کی غرض سے آیا زید نے کہا کہ کل آکر لے جانا اتفاق سے زید دوسرے روز باہر سفر میں چلا گیا چونکہ محصل کو اسی روز واپس جانا تھا اس لئے اس نے وہ رقم بکر سے لے لی اور کہا کہ تم زید سے لے لینا اب اگر زید واپس آکر وہ رقم بکر کو دیدے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں اگر ادا نہ ہو تو کیا صورت کی جائے گی؟ **المستفتی** نمبر ۱۶۳ حافظ صبیح الدین صاحب سوداگر اسلحہ میرٹھ ۵ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۳) محصل نے جو رقم بکر سے لے لی ہے وہ قرض ہے اب زید کو چاہئیے کہ وہ رقم محصل کو

---

(۱) اگر کھانا بطور تملیک دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی دیکھیں صفحہ نمبر ۲۷۴ حاشیہ نمبر ۱

(۲) فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي' ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (هندية كتاب الزكاة ۱ / ۱۷۰ ط كوئٹه)

(۳) کیونکہ یہاں تملیک نہیں پائی جاتی اور زکاۃ میں تملیک شرط ہے دیکھیں صفحہ مذکورہ حاشیہ نمبر ۱

(٤) ولا من بينهما ولاد ..... ' و بنى هاشم (تنوير الابصار' كتاب الزكاة' باب المصرف ۲ / ۳٤٦' ۳۵۰ ط سعيد)

ادا کرے اور محصل اس رقم سے بکر کا قرض ادا کرے یا زید بکر کو وہ رقم دیکر یہ ہدایت کرے کہ یہ رقم محصل کو دینے کے لئے میں تمہیں وکیل کرتا ہوں تم اس کی طرف سے قبضہ کرلو تو زید کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہو گا.

(سوال) (۱) اگر کسی کے ذمے سو تولے چاندی زکوٰۃ کی نکلتی ہے اور بازار کے نرخ کے حساب سے سو تولہ چاندی پچاس روپے کی ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص پچاس روپے زکوٰۃ میں نکال دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی کے ذمہ پچاس روپے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور وہ شخص پچاس روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں نکالتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی شخص نے ایک سائل کو زکوٰۃ میں سے پانچ روپے دینے چاہے تو اس نے پانچ روپے کا نوٹ دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں مطلب یہ ہے کہ نوٹ کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۰۷ راؤ بہادر محمد عبدالحمید خاں رئیس باغپت میرٹھ ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۴) زکوٰۃ وزن کے لحاظ سے واجب اور وزن سے ہی ادا ہوتی ہے اگر سو تولے چاندی زکوٰۃ کی واجب ہوئی ہے تو سو تولے دینے سے ہی زکوٰۃ ادا ہو گی (۲) ہاں سو تولے چاندی کی قیمت غیر جنس سے مثلاً المونیم کے سکے سے ادا کی جائے تو ادا ہو جائے گی (۳)

(۲، ۳) پچاس روپے زکوٰۃ کے واجب ہوں تو پچاس روپے کے نوٹ دینے سے زکوٰۃ (۴) ادا ہو جائے گی (۵) **محمد کفایت اللہ**

---

(۱) اور چونکہ محصل نے بکر کو قبضہ کر کے اپنے قرض رکھنے کی اجازت پہلے سے دے رکھی ہے لہذا اس کو دینے کی ضرورت نہیں

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۸ حاشیہ نمبر ۵

(۳) وان ادی من خلاف جنسہ، یعتبر القیمۃ بالا جماع (ہندیۃ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الذہب، والفضۃ، والعروض ۱/ ۱۷۹ کوئٹہ)

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نوٹ دینا جائز ہے نوٹ کی تحقیق کے لئے کتاب الصرف، باب کرنسی نوٹ میں فتویٰ نمبر ۲ ملاحظہ فرمایا جائے (واصف)

(۵) زکوٰۃ ادا ہو جائیگی کا مطلب یا تو یہ ہے کہ جب زکوٰۃ دینے والا نوٹ کو استعمال کرے گا تب نوٹ کے ذریعے دی ہوئی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے جلد ششم ص ۱۱۲ کتاب الصرف کے دوسرا باب کرنسی اور نوٹ کے متعلق سوال نمبر ۲ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ "مگر جسکو نوٹ دیا ہے جب وہ اس کو کام میں لائے اس وقت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی" اور یا حضرت مفتی صاحب کی تحقیق بدل گئی جیسا کہ آج کل نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے کہ اب یہ ثمن عرفی بن گیا ہے کیونکہ مفتی صاحب کا کتاب الصرف والا جواب ۱۹۳۴ء میں اور یہ زکوٰۃ والا جواب ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا ہے۔ لیکن پہلا احتمال غالب ہے کیونکہ نوٹ کے پیچھے سونے کو مکمل طور پر ۱۹۷۱ء میں ختم کیا گیا ہے جو بالاتفاق اب نوٹ ثمن عرفی بن گئے ہیں

گائے بیل وغیرہ اگر سال کا اکثر حصہ چر کر گزارتے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہے!

(سوال) گورنمنٹ عالیہ نے مجھے کچھ زمین پر اس شرط پر پٹہ دے رکھی ہے کہ اس زمین پر پانچ سو گائیں رکھ کر نسل کشی سے گاؤں کو ترقی دوں اس زمین پر بہت کافی مالیہ ادا کرتا ہوں جانوروں کی کمی بیشی ہر سال ہوتی رہتی ہے ان گایوں پر زکوٰۃ دینا چاہتا ہوں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ گایوں کے بدلے چھوٹی بچھڑیاں زکوٰۃ میں دینی چاہئیں مطلع فرمائیں کہ شرعی طور پر کیا حکم ہے گایوں کے بدلے کیا دیا جائے؟ بیل جو زراعت میں کام آتے ہیں ان کی زکوٰۃ ہے یا نہیں بھیڑ بکری پر کیا دینا چاہئے تمام گائیں سارے دن باہر ذخیرہ میں چر کر شام کو گھر آجاتی ہیں المستفتی نمبر ۹۵۰ دوست محمد خاں (ضلع ملتان) ۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۵ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۵) اگر ان گایوں کو کھانے کے لئے چارہ وغیرہ دینا ہوتا ہے یعنی ان کی زندگی سال کے اکثر حصہ میں صرف چرنے پر نہیں ہے تو ان پر سوائم کی زکوٰۃ واجب نہیں(۱) بلکہ اگر وہ تجارت کے لئے ہیں تو ان کی قیمت پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا واجب ہے اور اس صورت میں زکوٰۃ بصورت نقد یا اتنی قیمت کے بچھڑے یا گائے سب دینا جائز ہے(۲) اور اگر گائے سال کے اکثر حصہ میں چرنے پر گزارہ کرتی ہے تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ گنتی پر ہے، اور اس صورت میں بچھڑے زکوٰۃ میں دینا درست نہیں بلکہ اسی قاعدے سے دینی ہوگی جو سوائم کی زکوٰۃ کے لئے مقرر ہے(۳) اس کو کسی مقامی عالم سے تفصیل وار دریافت کرلیں۔

زراعت کے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں(۴) بھیڑ بکریاں جو صرف چر کر گزارہ کرتی ہیں ان پر زکوٰۃ ہے ان کا حساب بھی معین ہے(۵) جو کسی مقامی عالم سے دریافت کرلیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی.

(سوال) زید نے اپنی زکوٰۃ میں نوٹ نکالے اور یہ نوٹ بکر کو دے دیئے کہا یہ روپے میرے فلاں عزیز کو پاکستان میں دے دینا یا پہنچوا دینا بکر نے زید سے نوٹ لے کر محمود کو پاکستان رقعہ لکھ دیا کہ میں نے زید سے مبلغ اتنے روپے لے لئے ہیں اتنے ہی روپے تم زید کے فلاں عزیز کو دے دینا اسی طرح سے دینے

---

(۱) و لیس فی العوامل، والحوامل، والعلوفۃ صدقۃ (ہدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم ۱۹۲/۱ ط شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) یعنی جب تجارت کے لئے ہوں تو ان پر عروض تجارت کے احکام جاری ہوں گے

(۳) لیس فی اقل من ثلثین من البقر صدقۃ فاذا کانت ثلثین سائمۃ وحال علیہا الحول، ففیہا تبیع او تبیعۃ (ہدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم فصل فی البقرۃ ۱۸۹/۱ ط شرکۃ علمیہ ملتان)

(۴) حاشیہ نمبر ا دیکھیں

(۵) فاذا کانت اربعین و حال علیہا الحول، فیہا شاۃ (ہدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم، فصل فی الغنم ۱۹۰/۱ ط ملتان)

میں زید کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں یا زید خود براہ راست ڈاک خانہ کے ذریعہ سے اپنے عزیز کو نوٹ بھیج سکتا ہے، جب کہ ڈاک خانہ والے یہاں سے نوٹ وصول کر کے وہاں نوٹ ادا کرتے ہوں ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں۔ **المستفتی** حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)

(جواب ۳۵۶) نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے مگر اس وقت ادائیگی کا حکم دیا جائے گا جس وقت کہ ان نوٹوں کے بدلے کوئی مال حاصل کر لیا جائے (۱) دوسرے شخص نے اگر زید کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

زکوٰۃ دینے والے کا وکیل اگر رقم ضائع کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی!

(سوال) زید نے مد زکوٰۃ و فطرہ مشترکہ کسی مدرسہ یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری مذکورہ بالا رقوم کو روانہ کیا مدرسہ مذکورہ کے ناظم کا خط آیا کہ رجسٹری مذکور مہر بند دستیاب ہوئی جس میں ایک رقعہ بھی ہمراہ تھا وہ برآمد ہوا لیکن رقوم نہ ملیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے ذمے سے ہر دونوں زکوٰۃ و فطرہ ساقط ہو گئے یا نہیں۔ **المستفتی نمبر ۱۳۸۱** حاجی محمد ظہور احمد خاں صاحب (شانزد، مانڈوے) ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۵۷) اس صورت میں بھیجے جانے والے کے ذمہ سے زکوٰۃ اور فطرہ ادا نہیں ہوا کیونکہ ڈاک خانہ مرسل کا وکیل ہے مرسل الیہ کا نہیں (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

زکوٰۃ کو دوسرے کی ملکیت میں دینا ضروری ہے.

(سوال) ایک شخص زکوٰۃ کے روپے سے یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ ایک یتیم خانہ جاری کرے اور یتیم بچوں کو مختلف قسم کے کام سکھائے، زاں جملہ بیڑی بنانے کا کام بھی سکھایا جائے اور جو بیڑی اس طرح تیار ہوں وہ فروخت کی جائیں اور وہ رقم یتیم خانہ میں صرف ہو چونکہ تمباکو میں ایک قسم کا نشہ ہے گو یہ ہر جگہ اور ہر ملک میں خصوصاً عرب میں عام رواج ہے اور بیڑی کثرت سے فروخت ہوتی ہے تاہم چونکہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے اس لئے یہ اطمینان کرنا ضروری ہے کہ یہ کام جائز ہو گا یا نہیں دوسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ یتیم خانہ کی عمارت تعمیر کرانے میں اور اس کا سامان مثلاً فرش، پلنگ وغیرہ خریدنے

---

(۱) اب یہ حکم نہیں بلکہ اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں جن کو دیتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے آگے چاہے قابض استعمال کرے یا نہ کرے یا ضائع کرے فقط

(۲) ولو تصدق عنه بامره جاز (ردالمحتار، کتاب الزکاة ۲/۲۶۹ ط سعید)

(۳) لہذا تملیک نہیں پائی گئی اور تملیک شرط ہے، اذا فات الشرط فات المشروط تو جس طرح موکل خود اگر نہ دیتا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوتی اسی طرح وکیل کے ضائع کرنے سے بھی زکاۃ ادا نہیں ہوئی، فان فعل الوکیل کفعل المؤکل (طحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکاة ۱/۳۹۴ بیروت دار المعرفة)

میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۲۵۳۲ ایچ محمد سمیع اللہ صاحب (علیگڑھ) ۲۸ جمادی ثانی ۱۳۵۸ھ ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۵۸) زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحقین زکوٰۃ کو بغیر عوض تملیکاً دی جائے (۱) پس زکوٰۃ کی رقم یتیم خانہ کی تعمیر میں نہیں ہو سکتی ایسا سامان بھی نہیں خریدا جاسکتا جو بطور تملیک کے مستحقین کو نہ دیا جائے مثلاً یتیم خانہ کے پلنگ، فرش، فرنیچر، ظروف وغیرہ زکوٰۃ کا روپیہ ملازمین یتیم خانہ کو تنخواہ کے طور پر خدمات مفوضہ کے عوض میں بھی نہیں دیا جاسکتا (۲) ہاں یتیموں کی خوراک، لباس میں خرچ ہو سکتا ہے یا وظائف کی شکل میں نقد دیا جاسکتا ہے بیڑی کا کام کرنا اور یتیموں سے بیڑی بنوانا اور اس کی تجارت کرنا مباح ہے زکوٰۃ کی رقم ایسے کاروبار میں لگانا بھی مباح ہے مگر زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب رقم مستحق کی ملک میں بغیر عوض داخل ہو گی (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

سال آنے سے پہلے زکوٰۃ نکالنا جائز ہے۔

(سوال) بکر صاحب نصاب ہے سال آنے سے پہلے وقتاً فوقتاً کسی کو کپڑا کسی کو غلہ، کسی کو نقدی زکوٰۃ میں دیدیتا ہے دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت بھی کرلیتا ہے سال پورا ہونے پر جو پیسہ حساب سے زکوٰۃ کا نکلتا ہے اس میں سے پیشگی دی ہوئی مذکورہ چیزوں کی صحیح قیمت اور نقدی کا جوڑ ملا کر اصل رقم مذکورہ سے نکال لیتا ہے اور کمی بیشی کا حساب بدستور نوٹ کرلیتا ہے اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(جواب ۳۵۹) بکر اپنی زکوٰۃ سال بھر ادا کرتا رہتا ہے اور اخیر میں ادا شدہ زکوٰۃ کی قیمت پوری کر دیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جائز ہے (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

تجارت میں نفع پر سال گزرنا ضروری نہیں، اصل مال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ ضروری ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک شخص نے دو ہزار روپے کے سرمائے سے ایک کام جاری کیا اور ایک سال کے بعد چھ ماہ بند ھنے پر اس کو کچھ نفع بھی ہوا تو اس کی زکوٰۃ مع نفع کے دینی چاہئیے یا اس کے نفع پر ایک سال گزرنا چاہئیے؟

---

(۱) فهي تمليك مال من فقير مسلم غير هاشمي، ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه الخ (هندية، كتاب الزكاة ۱ / ۱۷۰ ط كوئته)

(۲) ان تمام صورتوں میں یا تملیک نہیں یا تملیک ہے لیکن بلا عوض نہیں

(۳) حاشیہ نمبر ا دیکھیں

(٤) و يجوز تعجيل الزكوة بعد ملك النصاب، ولا يجوز قبله (هندية، كتاب الزكاة ۱ / ۱۷٦ ط كوئته)

(جواب ۳۶۰) سال ختم ہونے پر کل مال یعنی اصل و نفع دونوں کے مجموعہ کی زکوٰۃ دینی چاہئیے(۱)
محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوٰۃ کی رقم دوسری رقوم میں ملا کر پھر مصرف میں خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص کی آمدنی کو جس میں زکوٰۃ وغیرہ ہے خلط کر دیتا ہے اور قرض بھی دے دیتا ہے اور خود بھی لے لیتا ہے اس کی ادائیگی شرعاً کس طور پر کرے؟

(جواب ۳۶۱) زکوٰۃ کی آمدنی کو دوسری آمدنی میں ملانا نہیں چاہئیے ملانے کے بعد ملانے والا ضامن ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ روپیہ ہلاک ہو جائے تو اسے دینا پڑے گا اگر ہلاک نہ ہو تو مصرف زکوٰۃ میں خرچ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور قرض بھی وصول ہونے اور مصرف میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مہری رقم پر زکوٰۃ.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کی زوجہ کا پانچ سو روپے دین مہر ہے وہ ادا کرنا چاہتا ہے مگر زوجہ اس کو ایک رسمی چیز سمجھ کر اپنے قبضہ میں نہیں کرتی اور نہ اپنے کو اس کا مالک سمجھتی ہے اور زید کے پاس نقد پانچ سو روپیہ موجود ہے اب اس کا زکوٰۃ کیونکر ادا کیا جائے زید تو اس وجہ سے اس کا زکوٰۃ نہیں دیتا ہے کہ میں بیوی کے دین کا مقروض ہوں اور بیوی اس وجہ سے نہیں دیتی کہ اپنے کو مالک نہیں سمجھتی۔

(جواب ۳۶۲) جب کہ زید کا ارادہ مہر ادا کرنے کا ہے تو زید کے ذمہ اس روپے کی زکوٰۃ نہیں ہے زوجہ کو چاہئیے کہ روپیہ وصول کر کے خود زکوٰۃ ادا کرے یا خاوند کو اجازت دے کہ وہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے 'مسجد' تالاب اور شفاخانہ بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی.

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۷ء)

(سوال) زید اپنے مال کا زکوٰۃ ادا کرتا رہا اب اس سال لوگوں نے اس سے کہا کہ زکوٰۃ انفرادی طور پر

---

(۱) ومن كان له نصاب فاستفاد فى اثناء الحول مالا من جنسه' ضمه الى ماله' وذكاه سواء كان المستفاد من نمائه' اولا' وباى وجه استفاد ضمه الخ (هندية' كتاب الزكاة ۱ / ۱۷۵ ط كوئته)

(۲) کیونکہ یہ حق مہر بیوی کا دین ہے' جو قابل وصول ہے لہذا اس کی زکوٰۃ بیوی ہی کے ذمے ہے چاہے خود ادا کرے یا شوہر کو وکیل بنائے

اپنے اختیار سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ طریقہ صحیح نہیں ہے زکوٰۃ اجتماعی طور پر جمع کر کے کسی کمیٹی کے ماتحت خرچ کرنا چاہئے اب زید اس کشمکش میں ہے کہ زید جس قریہ میں رہتا ہے وہاں کے لوگ باوجود اہل ثروت ہونے کے زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں پھر کمیٹی اور اجتماعی صرف کس طرح ہو سکتا ہے نیز یتیم خانہ‘ مسافر خانہ‘ شفاخانہ‘ مدرسہ‘ دارالتبلیغ‘ کنواں‘ تالاب‘ مسجد پر خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۶۳) زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے حنفیہ کے نزدیک تملیک مستحق بغیر عوض ضروری ہے پس جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے (جیسے مسجد تالاب‘ مسافر خانہ‘ دارالاشاعت وغیرہ کی عمارتوں پر خرچ کر دینا) ان صورتوں میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی(۱) یہ ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں وغیرہ خرید کر مستحق زکوٰۃ اشخاص کو تملیکاً دیدی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو تملیکاً دیدی جائے اور وہ اپنی طرف سے جس کام میں چاہے خرچ کر دے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

قرضہ معاف کر کے اسے زکوٰۃ میں شمار کرنا.

(الجمعیۃ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء)

(سوال) ایک شخص کو بوجہ شراکت کارخانہ روپیہ بطور قرض حسنہ دیا تھا اور وعدہ یہ تھا کہ اس روپے کو میں آہستہ آہستہ اتار دوں گا مگر کچھ دنوں بعد شراکت توڑ دی اور کاروبار تمام اس کے سپرد کر دیا کچھ دنوں بعد اس نے بھی بوجہ تنگ دستی کارخانہ چھوڑ دیا روپیہ شخص مذکور کے ذمہ اسی طرح ہے اور وہ بوجہ غربت ادا نہیں کر سکتا آیا وہ روپیہ مد زکوٰۃ میں کٹ سکتا ہے یا نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی زکوٰۃ اس روپے میں کاٹ لیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۶٤) مدیون مفلس ہو جائے اور اس سے ادائے دین کی امید نہ ہو اور دائن اس سے درگزر کرنا چاہے تو یہ صورت تو جائز نہیں کہ زکوٰۃ کو دین میں محسوب کر کے اس کو بری کر دے(۳) مگر یہ صورت جائز ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس مدیون کو علیحدہ دیدے اور اس کے قبضہ ملک میں چلے جانے کے بعد پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لے لے نتیجہ ایک ہی ہے مگر یہ صورت ادائے زکوٰۃ کی شرعی صورت ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۰ حاشیہ نمبر ۴

(۲) ان الحيلة ان يتصدق على الفقير‘ ثم يامره بفعل هذه الاشياء (الدر المختار‘ كتاب الزكاة‘ باب المصرف ۲/۳٤۵ ط سعيد)

(۳) واداء الدين عن العين‘ و عن دين سيقبض‘ لا يجوز (الدر المختار‘ كتاب الزكاة ۲/۲۷۰ ط سعيد)

(٤) وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته‘ ثم ياخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده‘ اخذها‘ لكونه ظفر نجس حقه (الدرالمختار‘ كتاب الزكاة ۲/۲۷۱ ط سعيد)

زکوۃ میں سرکاری ریٹ کا اعتبار ہوگا بلیک مارکیٹ کا نہیں

(سوال) ایک شخص نے کوٹہ میں دس بنڈل سوت مقررہ سرکاری ریٹ یا بحساب رٹیل مثلاً دس روپے فی بنڈل کے حساب سے چالیس بنڈل سوت پایا مگر بلیک مارکیٹ میں اس سوت کا تیس روپے فی بنڈل ہے تو اب زکوۃ ادا کرتے وقت اس شخص کو سوت مذکورہ کا دام دس روپے فی بنڈل (جو کہ قیمت خرید ہے) لگانا چاہئے یا تیس روپے فی بنڈل (جو کہ بلیک مارکیٹ کا دام ہے) المستفتی سعید احمد انصاری زید پوری ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

(جواب ۳۶۵) دس روپے فی بنڈل قیمت لگانی چاہئے اور اسی حساب سے فروخت کرنا چاہئے بلیک مارکیٹ سے فروخت کرنا ناجائز ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

زکوۃ میں سونا چاندی کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا.

(سوال) (۱) سونا چاندی یا اس کے زیورات جو کہ مثلاً ۱۹۲۵ء میں جب کہ سونا تیس روپے اور چاندی آٹھ آنے تولہ تھی کسی شخص نے بطور گرہستی (جائیداد) کے خرید ا تھا نہ بغرض تجارت' تو اب اس شخص کو ۱۹۴۷ء میں جبکہ سونا مثلاً نوے روپے اور چاندی ڈیڑھ روپے تولہ ہے' زکوۃ کس حساب سے ادا کرنی چاہئے ؟

(۲) اگر کوئی شخص مفروضہ زکوۃ جو کہ اس پر واجب ہے اس سے زائد رقم لیکر تقسیم کرے اور یہ نیت کرے کہ یہ زائد رقم آئندہ سال کی ذکوۃ میں وضع (مجرا) کرلوں گا تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ زائد رقم بمد زکوۃ ہوگی یا خیرات ؟

(۳) زکوۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر سال بھر رفتہ رفتہ خرچ کرنا کیسا ہے ؟

المستفتی سعید انصاری۔ زید پور بارہ بنکی

(جواب ۳۶۶) (۱) موجودہ نرخ چاندی سونے کا زکوۃ نکالنے کے لئے معتبر ہوگا (۲)

(۲) جس پر زکوۃ واجب ہے وہ پیشگی بھی دیدے تو جائز ہے آئندہ سال اس کو حساب میں محسوب کرلے (۳)

(۳) ہاں زکوۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر آہستہ آہستہ خرچ کرنا جائز ہے مگر بغیر خاص ضرورت کے ایسا نہ کرنا

---

(۱) لیکن اگر بلیک مارکیٹ میں فروخت کرلیا تو آمدنی حلال ہوگی مگر حکومت کی خلاف ورزی کا گناہ ہوگا' باقی زکوۃ میں ادا کرتے وقت قانونی نرخ کا اعتبار ہوگا

(۲) ان الواجب الا صلی عندهما هو ربع عشر العین' وانما له ولایة النقل الی القیمة یوم الاداء فیعتبر قیمتهما یوم الاداء' والصحیح ان هذا مذهب جمیع اصحابنا (بدائع الصنائع' کتاب الزکاة' فصل واما صفة الواجب فی اموال التجارة ۲/۲۲ ط سعید)

(۳) ویجوز تعجیل الزکوة بعد ملك النصاب' ولا یجوز قبله (هندیة' کتاب الزکاة ۱/۱۷۶ ط کوئٹه)

بہتر ہے (۱) ہاں آئندہ سال کی زکوٰۃ میں سے تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے رہنا جائز ہے (۲) **محمد** کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل دوم۔ ادائیگی بسال قمری و شمسی

انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت

(سوال) چند روز گزرے کہ مخلصی حاجی داؤد یوسف ابوت صاحب نے آخر ماہ دسمبر میں حساب کرکے ادائی زکوٰۃ کے متعلق میرے مشورے سے سہارنپور اور آپ کی خدمت میں سوال بھیجا تھا جس کے جواب میں جناب نے اس طرح تحریر فرمایا ہے "مثلاً ۲۰ رمضان تک سال بھر کی زکوٰۃ بارہ روپے ..... ہوتی ہے اور ۳۱ دسمبر تک ۲۰ رمضان سے دو ماہ کا فرق ہے تو پہلی بار بجائے بارہ روپے کے چودہ روپے
پھر ہر سال اگر روپیہ ماہوار زکوٰۃ ہو تو سالانہ بارہ روپے پانچ آنے چار پائی
ادا کئے جائیں اور پھر ہر سال کی زکوٰۃ میں اگر ایک روپیہ ماہوار کی زکوٰۃ آتی ہو تو سال کی زکوٰۃ میں بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کئے جائیں" اس کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ مثلاً شروع سال زکوٰۃ میں کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ فارغ بصورت نقد وغیرہ ہے اور آخر سال زکوٰۃ میں دس ہزار روپیہ ہو گیا یا سو روپیہ رہ گیا تو صورت اول میں دو سو پچاس روپے اور بصورت دیگر ڈھائی روپیہ زکوٰۃ دینا ہوگی پس اگر انگریزی سال آخر دسمبر کا حساب قائم رکھنے کے لئے ہر سال بحساب سال گزشتہ قمری دس دن کی زکوٰۃ زیادہ ادا کی جائے تو اس میں یہ خرابی معلوم ہوتی ہے کہ شرعاً یہ دس دن زائد سال آئندہ کے حساب میں آنا چاہئے اور اکثر یہی ہوگا کہ ان دس دنوں کی زکوٰۃ سال گزشتہ کے اعتبار سے کم یا زیادہ ہوگی جس سے قاعدہ شرعیہ کی مخالفت لازم آئے گی نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صورت مذکورہ میں پہلے سال سال زکوٰۃ قمری اور آخر دسمبر میں مثلاً دس دن کا فرق ہو جائے گا تو دوسرے سال بیس دن اور تیسرے سال تیس دن کا فرق ہوگا وہکذا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑھتے بڑھتے سال زکوٰۃ اور آخر دسمبر میں چھ سات یا آٹھ ماہ کا فرق مثلاً پڑ جائے گا اور شرعاً یہ چھ سات ماہ زائد آئندہ کے حساب میں آنے چاہئیں لیکن درصورت عمل فتویٰ معلوم گزشتہ کے تابع کرنا پڑیں گے جو کہ بظاہر تجاوز عن حدود اللہ ہوگا۔ المستفتی نمبر ۲۶۸۹ مولانا مولوی عبدالخالق صاحب رنگون (برما) ۲۴ شوال ۱۳۶۰ھ ۱۵ نومبر ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۶۷) انگریزی حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جس شخص کا سال یکم محرم سے شروع ہو اور فرض کیجئے کہ یکم محرم یکم جنوری کے مطابق تھی تو اخیر ذی الحجہ پر قمری سال ختم

---

(۱) کیونکہ ممکن ہے کہ مکمل ادائیگی سے قبل انتقال ہو جائے لہذا مستحق زکوٰۃ ملتے ہوں تو بہتر ہے کہ جلدی ادا کرے

(۲) ویجوز تعجیل الزکوۃ بعد ملك النصاب' ولا یجوز قبله (هندیة' کتاب الزکاة' ۱۷۶/۱ ط کوئٹه

ہو گیا اور انگریزی سال کے دس یا گیارہ دن باقی ہوں گے تو جب کہ اس نے اخیر ذی الحجہ کو سال تمام قرار دیکر زکوۃ ادا کردی تو قمری سال کی زکوۃ ادا ہو گئی اب دس گیارہ روز کے بعد اس نے دس گیارہ دن کی زکوۃ موجودہ رقم کے حساب سے ادا کر دی (جس کا اسے حق ہے) تو اب ۳۱ دسمبر کو اس کا ذمہ زکوۃ سے بالکل فارغ ہو گیا اب اس کے سال کی ابتدا آئندہ محرم کی پہلی تاریخ سے نہ ہو گی بلکہ اب اس کا سال ۱۱ محرم سے شروع ہوگا اور آئندہ دس محرم پر ختم ہوگا پھر یہ دس محرم تک سال بھر کی زکوۃ دے گا اور بیس محرم کو جواب یکم جنوری کے مطابق ہو گی' دس دن کی زکوۃ ادا کر کے فارغ ہو جائے گا' اور اب اس کا سال یکم یا دس محرم کی جگہ ۲۱ محرم سے شروع ہو گا میرے خیال میں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اور نہ مرور ایام سے آٹھ دس مہینے بنتے ہیں بلکہ ہر سال کی ابتدا دس روز بعد سے ہوتی ہے اور ہر سال کے ختم پر یہ دس دن کی زکوۃ موجودہ مالیت کے لحاظ سے ادا کر کے سبکدوش ہو جائے گا کیونکہ ملک نصاب پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے اور قبل حولان حول ادا صحیح ہے اور صحت ادا فراغ ذمہ کو مستلزم ہے' لہذا اب آغاز سال فراغ ذمہ کی تاریخ کے بعد سے ہو گا (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک

زکوۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا.

(سوال) آج کل ماہ رجب میں عموماً ارکان مدارس عربیہ اپنے اپنے مدرسے کے لئے لوگوں سے زکوۃ کا روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور یہ بھی جناب پر ظاہر ہو گا کہ اکثر مدارس کے چلنے کا ایسی ہی قسم کے روپے پر زیادہ مدار ہے حیلہ کر کے یعنی کسی غریب کو قبضہ کرا کے مدرسہ میں داخل کرنا بعض دفعہ دل کو معیوب معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ منتج للمطلوب نہیں ہوتا عاملین کے متعلق تو فقہا نے لکھ ہی دیا ہے کہ ان کو بقدر عمل لے لینا جائز ہے کیا مدرسین کی تنخواہیں اس زکوۃ کے مال سے کسی جزئیہ کے ماتحت دی جا سکتی ہیں؟ اگر کوئی ایسا جزئیہ نکل آئے تو مدرسے کے چلنے کی صورت زیادہ آسان ہو جاتی ہے نیز کیا شافعیہ مالکیہ حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں روپیہ زکوۃ کا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱۵ مولوی محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ انوار العلوم' جامع مسجد گوجرانوالہ ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۶ انومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۶۸) چونکہ حنفیہ کے نزدیک زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بلا عوض ضروری ہے (۲) اور

---

(۱) بہر حال زکوۃ میں اعتبار قمری سال کا ہو گا چاہے مذکورہ بالا ترتیب سے دیا کرے یا بجائے یکم جنوری کے ۲۰ دسمبر اور اس کے بعد تیسرے سال' ۱۰ دسمبر اور پھر یکم دسمبر تب بھی صحیح ہے یعنی ہر سال دس دن پہلے زکوۃ نکالا کرے ہندیہ میں ہے **العبرة فی الزكاة للحول القمری' كذافی القنية** (ہندیة' كتاب الزكاة ۱ /۱۷۵ ط كوئٹہ)

(۲) فهی تمليك مال من فقير مسلم غير هاشمی' ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (ہندیة' كتاب الزكاة' ۱ /۱۷۰ ط كوئٹہ) وانظر ايضا ص ۲۵۲ حاشيہ نمبر ٤

اس اصل سے سوائے عاملین کے اور کوئی مستثنیٰ نہیں اس لئے حنفی اصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوۃ میں سے نہیں دی جاسکتی البتہ دیگر ائمہ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے اور امور خیر میں زکوۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں زکوۃ کے روپے سے ادا کردی جائیں اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کا وجود بقا اسلامی عربی مدارس پر موقوف ہے اور مدارس کی زندگی کا مدار آج کل زکوۃ پر ہی رہ گیا ہے معاملہ اہم ہے مگر اسکا فیصلہ حنفیہ کے علمائے متدین و موقع شناس اجتماعی رائے سے کرسکتے ہیں **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

حیلہ کے ذریعے زکوۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا.

(سوال) مدرسہ اسلامی کے اندر زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں مدرسہ قوم کا ہے اور اس قوم کے بچے اور دیگر شہر کے بچے اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں آیا اس قومی مدرسے کے اندر صدقہ فطر یا قربانی کی کھال یا زکوۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں قوم کے لوگ مالدار اور صاحب نصاب ہیں ایسے مدرسوں میں زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں دوسرے لوگ اگر بوجہ تعصب کے مدرسے کے اندر چندہ نہ دیں تو خطرہ ہے کہ مدرسہ بند ہو جائے گا آیا اس صورت میں بھی زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۴۳۵** مولوی عبدالرحمن (سکر) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۹) زکوٰۃ کا روپیہ غریب و مسکین طالب علموں کے کھانے یا کپڑے اور سامان تعلیم پر بطور تملیک طلبہ کو دینے کے لئے خرچ کیا جاسکتا ہے مدرسین و ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیرات میں خرچ نہیں ہو سکتا (۱) اگر اور کوئی آمدنی نہ ہو اور مدرسہ بند ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسے وقت زکوۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ کے ساتھ خرچ کیا جاسکتا ہے یعنی کسی مستحق کو تملیک کردی جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسے کو دیدے تو جائز ہوگا (۲) فقط **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'** دہلی

بذریعہ حیلہ زکوۃ سے کنواں' پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا.

(سوال) زید کے پاس کچھ روپیہ زکوۃ کا ہے زید ان روپوں کو مسلمانوں کے لئے ہال (یعنی بڑا مکان تقریر مواعظ اجتماع وغیرہ کے لئے) کنویں' پلیں' مساجد وغیرہ مصارف میں صرف کرنا چاہتا ہے اس لئے زید نے مثل حیلہ مروجہ فی المدارس ان روپوں کا حیلہ. کیا تو ان مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں حیلہ مذکورہ کی صورت یہ ہوئی کہ زید نے روپیہ اٹھا کر کسی مستحق زکوۃ کو دیدیا اور اس نے ان

---

(۱) فهي تمليك حال من فقير مسلم غير هاشمي' ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه (هندية' كتاب الزكاة' ۱ / ۱۷۰ ط كوئته) وانظر ايضاً ص ۲٦٤ حاشيه نمبر ۳

(۲) وحيلة التكفين بها التصدق على فقير' ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما' وكذافى تعمير المسجد (الدر المختار' كتاب الزكاة' ۲ / ۲۷۱ ط سعيد)

روپوں کو لیکر ہبۃ زید کو واپس دیدے اس کے علاوہ اور کوئی بہتر صورت حیلہ کی ہو تو مطلع فرمائیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۰۲ اسمعیل یوسف گاردی (جوہانسبرگ) ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۷۰) حیلہ مذکورہ سخت حاجت کے مواقع میں جائز ہے اور اس کی صورت یہی ہے جو سوال میں مذکور ہے مسلم ضروری اجتماعات کے لئے کوئی وسیع مکان بنانا بھی ایک معتبر ضرورت ہے اس کے لئے یہ حیلہ کام میں لایا جا سکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ

جن کاموں پر زکوۃ جائز نہ ہو وہاں حیلہ کر کے زکوۃ خرچ کرنا .

(سوال) (۱) زکوۃ کا روپیہ کیا مسجد میں شرعی حیلہ کر کے یعنی کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا روپیہ دیکر پھر اس سے لیکر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) یہ حیلہ شرعی کن کن امور میں ہو سکتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۴ حافظ محمد مسلم صاحب (آگرہ) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۹ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۷۱) ہاں سخت ضرورت کی حالت میں اس طرح حیلہ کر کے زکوۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو وہ رقم بطور تملیک دیدی جائے اور وہ قبضہ کر کے اپنی طرف سے مسجد میں لگا دے یا کسی اور کام میں خرچ کر دے جس میں براہ راست زکوۃ خرچ نہ کی جا سکتی ہو (۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

نوٹ کے ذریعے زکوۃ کی ادائیگی .

(سوال) ادائیگی زکوۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اور ظاہر ہے کہ نوٹ مال نہیں بلکہ مثل قرضہ کے اسٹامپ کے اس بات کی رسید ہے کہ جتنے کا نوٹ ہے اسی قدر مال گورنمنٹ کے ذمہ واجب ہے لہذا اس نوٹ سے زکوۃ ادا ہو گی یا نہیں ، اگر ادا ہو جائے گی تو اسٹامپ سے جو مدیون کے نام ہو ادا ہو جانی چاہئیے کیونکہ وہ بھی مدیون کے ذمہ واجب ہونے کی رسید ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا ؟

المستفتی نمبر ۲۷۸۵ عبدالسعید شاہ جہانپور مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

(جواب ۳۷۲) نوٹ دینے سے زکوۃ اس وقت ادا ہو جاتی ہے جب مسکین اس نوٹ سے کوئی مال حاصل کر لے (۳) نوٹ دینا تسلیط علی التملیک ہے اور جب نوٹ سے مال حاصل کر کے مالک ہو گیا تو تملیک مال متحقق ہو گئی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

(۱-۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۲

(۳) یہ مسئلہ اس وقت تھا جب کہ نوٹ کے پیچھے بینک میں سونا ہوتا تھا لیکن اب نوٹ از خود ثمن عرفی بن گئے ہیں لہذا نوٹ ادا کرتے ہی زکوۃ ادا ہو جائے گی چاہے اس سے کوئی چیز خریدے یا ضائع کر دے

پانچواں باب

غیر مقبوضہ پر زکوٰۃ

فصل اول رہن کی زکوٰۃ

قرض پر زکوٰۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا

(سوال) زید نے عمر کو روپیہ دیکر کچھ زمین رہن لے لیا زمین کے دو حصے ہیں ایک حصے سے فائدہ لیتے ہیں اور دوسرے حصہ پر صرف قبضہ ہے فائدہ نہیں لیتے ہیں اب یہ فرمایئے کہ زید پر ان روپوں کی زکوٰۃ کب دینا ہوگا حالاً یا کہ جب وصول کرے نیز فائدے والا زمین اور غیر فائدے والی زمین زکوٰۃ کے بارے میں کچھ فرق ہے کہ نہیں اور زمین کے غلہ میں عشر کس پر ہے ؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۹۷۲ پیش امام عبدالسلام (وزیرستان) ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۷۳) زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا ناجائز ہے (۱) زید پر اس رقم کی زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ یہ دین (قوی) فرض میں داخل ہے مگر زکوٰۃ کی ادائیگی جب واجب ہوتی ہے جب کم از کم نصاب کا ۵ / ۱ وصول ہو (۲) وجوب و ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دونوں زمینوں کا یکساں ہے زمین کے غلہ میں عشر کاشتکار پر واجب ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

فصل دوم۔ پرووِیڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ.

(سوال) ریلوے ملازمین سے ریلوے کمپنی تنخواہ کا بارہواں حصہ لازمی طور پر وضع کر کے بینک میں جمع کرتی جاتی ہے مثلاً زید بمشاہرہ ایک سو بیس روپے کا ملازم ہے ہر ماہ بجائے ایک سو بیس روپے اس کو ایک سو دس روپے ملتے ہیں دس تو وہ جو اس کی تنخواہ سے وضع ہوئے اور دس حق نیک چلنی یا حق پنشن کے طور

---

(۱) لا انتفاع به مطلقاً لا با ستخدام، ولا سكنى، ولا لبس، ولا اجارة، ولا اعادة سواء كان من مرتهن او راهن (الدر المختار، كتاب الرهن ٦/٤٨٢ ط سعيد)

(۲) فتجب زكاتها اذا تم نصابا، وحال الحول، لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى، كقرض، و بدل مال التجارة فكلما قبض اربعين درهما، يلزمه درهم (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال ٢/٣٠٥ ط سعيد)

(۳) العشر على الموجر، كخراج مؤظف، وقالا: على المستاجر، كمستعير مسلم، و فى الحاوى و بقولهما ناخذ (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب العشر ٢/٣٣٤ ط سعيد)

پر کمپنی اپنے پاس سے اور جمع کر دیتی ہے گویا ایک سال میں زید کے ایک سو بیس روپے تو اس کی تنخواہ سے وضع ہو کر اور ایک سو بیس کمپنی کی طرف سے اور ان دونوں کے مجموعہ دو سو چالیس .... کا سود جمع ہوتا رہتا ہے اور ہر سال پرچہ حساب ملازمین کو ملتا رہتا ہے یہ جمع شدہ رقم زید کی بیوی بیٹے یا کسی قریبی رشتہ دار کے نام بوساطت زید جمع ہوتی رہتی ہے زید اپنی حیات میں جب تک وہ سلسلہ ملازمت میں ہے اس روپے سے مستفید نہیں ہو سکتا زید کے مرنے پر وہ رقم اس کو ملے گی جس کے نام سے جمع ہوتی رہی ہے لیکن اگر زید خود ملازمت سے دستبردار ہوتا ہے یا کمپنی علیحدہ کرتی ہے تو وہ رقم چار پانچ ماہ بعد زید کو مل سکتی ہے اگر زید خود مستعفی ہو اور کمپنی کے خیال میں اسکا چال چلن نیک اور اچھا نہیں ہے تو کمپنی کو اختیار ہے کہ وہ ملازم کا صرف جمع شدہ روپیہ ہی دیدے جس کو کمپنی کسی حالت میں نہیں روک سکتی لیکن حق نیک چلنی دے یا نہ دے اس کے اختیار میں ہے کیا ایسے جمع شدہ روپے پر قبضہ کے قبل زکوۃ فرض ہے یا روپیہ ملتے ہی یا ایک سال پورا قبضہ رہنے کے بعد یا اس وقت سے جب سے ملازم کا روپیہ وضع ہونا شروع ہوتا ہے۔ **المستفتی** حاجی حسین علی سگنلیہ انچارج ٹیلی گراف آفس گنگاپور سٹی

(جواب ۳۷٤) اس جمع شدہ رقم کی زکوۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے جب تک یہ وصول نہ ہو اور وصول ہونے کے بعد بھی جب سال گزرے اس وقت واجب الادا ہو گی اور صرف اسی زمانے کی جو وصول رقم کے بعد سے اس پر گزرے گا کیونکہ یہ روپیہ ابھی تک اس شخص کے قبضے میں ہی نہیں آیا اور اس کا ایک حصہ اگرچہ بدل عمل ہے مگر زیادہ حصہ اس کا محض عطیہ ہے دین ضعیف ہے اور اس کا یہی حکم ہے (۱) واللہ اعلم **محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرسہ امینیہ دہلی**

پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوۃ.

(سوال) جن سرکاری ملازموں کی تنخواہ قلیل ہوتی ہے اور ان کو روپیہ پس انداز کرنے میں دقت پیش آتی ہے ان کی سہولت کے لئے گورنمنٹ نے ایک قاعدہ "جنرل پراویڈنٹ فنڈ" جاری کر رکھا ہے کم از کم ایک آنہ فی روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دو آنے فی روپیہ کے حساب سے ہر اہلکار اپنی تنخواہ میں سے وضع کرا کر سرکاری خزانہ میں جمع کرا سکتا ہے یہ کل روپیہ جب تک اہلکار کی پنشن نہ ہو یا وہ ملازمت ترک نہ کرے کبھی اور کسی وقت (دوران ملازمت) میں اس کو واپس نہیں مل سکتا اگر اہلکار درمیان میں اپنا حساب بند کرانا چاہے تو حساب بند ہو جائے گا یعنی تنخواہ میں وضع یا جمع ہونا بند ہو جائے گا لیکن جمع شدہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں آئے گا گویا ملکیت اہلکار کی اور قبضہ سرکار کا ہے درصورت انتقال اہلکار کے جائز وارث

---

(۱) اس کے تفصیلی احکام کے لئے ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب "رسائل الرشید" پراویڈنٹ فنڈ پر زکاۃ اور سود کا حکم صفحہ نمبر ۲۱۷ مکتبہ علمیہ کراچی حضرت آخر میں بطور خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ "تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے لہذا وصول سے قبل اس پر زکوۃ نہیں الخ" رسائل الرشید ص ۲۸٦

یا جن کو اہلکار نے بوقت ابتدائی درخواست نامزد کیا ہے وہ روپیہ پانے کے مستحق ہیں اور اس پراویڈنٹ فنڈ کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ ایسے اہلکاروں کے وارثوں کے لئے ایک سرمایہ بآسانی جمع ہو جائے جو بعد میں ان کے کام آئے۔

اس پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ روپے پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں ؟ اگر واجب ہے تو جس اہلکار نے یکم اپریل ۱۹۳۲ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء تک پانچ روپے ماہوار جمع کرائے اور بارہ مہینے میں جو ساٹھ روپے ہوئے ان کی زکوۃ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو واجب الادا ہو گی یا ان ساٹھ روپے پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوۃ واجب الادا ہو گی ؟ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شمسی سال کا اعتبار ہے یا قمری کا ؟ اس فنڈ پر ایک مقررہ شرح سے بھی سود لگایا جاتا ہے جو قاعدہ کے اندر داخل ہے اور اس میں گورنمنٹ خود مختار ہے اور یہ سود ہر سال اس جمع شدہ روپے میں شامل ہوتا رہتا ہے اسکا کیا حکم ہے ؟ **المستفتی نمبر ۶۶** مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیوبند ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ م ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۷۵) اس روپے پر جو پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ میں سے وضع ہو کر اور سرکار کی طرف سے اسی قدر رقم جمع ہو کر اور پھر مجموعہ پر سود بڑھا کر جمع ہوتا رہتا ہے زکوۃ واجب نہیں ہے (۱) اور سود کے نام سے جو رقم اس میں اضافہ ہوتی رہتی ہے وہ سود کے حکم میں نہیں ہے (۲) اس کا لینا جائز ہے یہ تمام رقم جب ملازم کو دیجائے اس پر حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہو گی یہ تمام رقم ایک سرکاری انعام کی حیثیت رکھتی ہے اور تنخواہ میں سے وضع ہونے والی رقم تنخواہ کی مقدار سے مستثنیٰ ہے (۳) یعنی جب کہ...... ماہوار کے ملازم کے لئے جبری طور پر...... ماہوار جمع کرانا لازم ہے اور یہ..... اس کے قبضہ میں دینے سے پہلے ہی وضع کر لیا جاتا ہے تو گویا یہ...... کا ملازم ہے اور سرکار اس کے وارث کو اس کے وضع شدہ اور....... اپنی طرف سے اور...... کا سود اس پر بڑھا کر بطور حق الخدمت آخر میں دے دیتی ہے تو یہ سب رقم ایک انعامی رقم ہے جو قبضہ کے وقت قابض کی ملک میں آئے گی ہاں بطور ایک قانون اور قانونی وعدہ کے ملازم اس کا مستحق ضرور ہوتا ہے (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی**

پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں !

(سوال) پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں اور اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ دینے کا کیا حکم ہے

---

(۱) کیونکہ اب تک ملک میں نہیں اور ملک میں قبضہ کے بعد آئے گا البتہ بوجہ معاہدہ اور قانون یہ آدمی مستحق بن گیا ہے

(۲) کیونکہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی

(۳) گویا معاہدہ اس طور پر ہوا کہ آپ نوکری کرتے رہیں اور ماہانہ تنخواہ لیتے رہیں اور ایک رقم آپ کو اس مجموعی نوکری کا دیں گے جو ایک خاص ترتیب سے مقرر ہوئی ہے

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۷ حاشیہ نمبر ۱

المستفتی نمبر ۴ ۵۰ مولوی حبیب اللہ (راولپنڈی) ۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۷۶) پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا بھی درست ہے وہ در حقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس رقم کے حکم میں ہے جو محکمہ اپنی طرف سے دیتا ہے پراویڈنٹ فنڈ کے روپے پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.

(سوال) جو رقم ماہانہ تنخواہ سے کاٹ کر جمع ہوتی ہے اور جس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور اس طرح سے اگر کوئی رقم بینک یا ڈاکخانہ میں ہو اور جو سود اس رقم میں جمع ہوتا ہے اس کے متعلق شارع علیہ السلام کے کیا احکام ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۶۴۶ محمد یوسف صاحب پشاور ۱۴ رجب ۱۳۵۹ھ م ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۷۷) (۱) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو تنخواہ میں سے کاٹ لی جاتی ہے یعنی ملازم کے قبضہ میں آنے سے پہلے وضع کر لی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں جب قبضہ میں آئے گی اس وقت زکوٰۃ واجب ہو گی۔

اس رقم پر جو رقم محکمہ کی طرف سے بڑھائی جاتی ہے اور پھر دونوں کے مجموعہ پر جو رقم انٹرسٹ کے نام سے دی جاتی ہے' یہ سب ملازم کے لئے جائز اور حلال ہے یہ شرعاً سود نہیں ہے (۲)

(۲) ڈاک خانہ یا بینک میں جو رقم کہ خود مالک جمع کرتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے (۳) اور اس پر جو رقم ڈاک خانہ یا بینک انٹرسٹ کے نام سے دیتا ہے وہ سود ہے (۴) مگر اس رقم کو ڈاک خانہ یا بینک سے وصول کر لینا اس لئے ضروری ہے کہ اگر مالک نہ لے تو وہ رقم مسیحی مشنری کو دیدی جاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت میں کام آتی ہے اس لئے اس رقم کو وصول کر کے اپنے کام میں نہ لایا جائے بلکہ غرباء' و فقراء پر خرچ کر دی جائے اور اس خرچ کرنے میں ثواب کی نیت نہ کی جائے بلکہ محض رفع وبال کی نیت سے خرچ کی جائے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) کیونکہ وصول ہونے سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوتی' اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ملک تام ہونا شرط ہے' یہاں مستحق تو اگرچہ پہلے سے ہے لیکن ملکیت وصول ہونے کے بعد ثابت ہوتی

(۲) تفصیلی احکام کے لئے احسن الفتاوی ج ۵ ۳ میں پراویڈنٹ فنڈ کے نام پر رسالہ ملاحظہ ہو

(۳) کیونکہ یہ ملکیت میں آنے کے بعد کی رقم ہے لہذا زکوٰۃ واجب ہوگی

(۴) اس لئے کہ کسی جائز عقد مثلاً شرکت یا مضاربت وغیرہ کے تحت نفع نہیں بلکہ محض قرض کے طور پر ہے اور اس پر سود لینا ہے جو کہ حرام ہے

(۵) رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجوبہ الثواب یکفر (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الغنم' مطلب فی التصدق من المال الحرام ۲ ۲۹۲' ط سعید)

پراویڈنٹ فنڈ پر وصول سے پہلے زکوٰۃ نہیں.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) ——————————

(جواب ۳۷۸) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر قبل وصول ہونے کے زکوٰۃ نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

چھٹا باب
صدقہ فطر وغیرہ

صاع کی تحقیق

(سوال) فقہا نے صدقہ فطر میں صاع کی مقدار ایک ہزار چالیس درہم بتلائے ہیں(۲) اور درم ستر جو کا علامہ شامی نے باب الزکوۃ میں ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی لکھی ہے(۳) اس حساب سے درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی اور صاع سکہ رائج الوقت سے ایک سو اٹھانوے (۱۹۸) روپے کے قریب ہے مولانا عبدالحیؒ کے حاشیہ شرح وقایہ میں علامہ شامیؒ کے موافق بیان کیا ہے(۴) اور شاہ ولی اللہؒ نے شرح مؤطا باب الزکوۃ ص ۲۰۲ میں بحوالہ بغوی صاع پانچ و ثلث رطل کا لکھا ہے(۵) اور درہم کی مقدار اسی صفحہ پر تین ماشے ازروئے تحقیق لکھی ہے اسی باب الزکوۃ ص ۲۱۳ پر صاع کی مقدار پانچ و ثلث رطل لکھ کر ایک مثل کے چار سو ساڑھے بائیس ماشے بیان کئے ہیں(۶) جس کے حساب سے صاع کی مقدار علامہ شامی کے بیان سے بھی دو تولے کم ہوتی ہے لیکن درہم یہاں بھی بحوالہ تحقیق سابق تین ماشے لکھا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی و نیز دیگر علماء نے بھی درہم کی مقدار تین ماشے کے قریب لکھی ہے مالابد منہ کے حاشیہ پر بحوالہ فتاویٰ جواہر اخلاطی، مفتاح الجنتہ میں بحوالہ شرح اور درہم کی مقدار تقریباً تین ماشے معلوم ہوتی

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۷ حاشیہ نمبر ۱

(۲) فاذا كان الصاع الفا واربعين درهماشرعيا (رد المحتار، كتاب الزكاة، مطلب في تحرير الصاع، والمد، والمن والرطل ۲/۳٦۵ ط سعيد)

(۳) كل خرنوبة اربع شعيرات او اربع قمحات (باب زكاة الاموال ۲/۲۹٦ ط سعيد)

(٤) والماهجة يكون ثمانية اجزاء كل جزء منها يسمى بالفارسية "سرخ" و يقال له بالهندية "رتى ۹ .... و هذا الجزء يكون بقدرِاربع شعيرات (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الزكاة، بيان الذهب، والفضة ۱/۲۸۵ مكتبه حقانيه، ملتان)

(۵) بغوی گفتہ کہ وسق شصت صاع را گویند، وصاع پنج رطل و ثلث رطل است .... ازیں جادانستہ شد کہ درہم سہ ماشہ است (مصفى شرح موطا، كتاب الزكاة، باب القدر الذى لا تجب ۱/۲۰۸ كتب خانه رحيميه سنهرى مسجد، دهلى)

(٦) و مجموع ماشہا کے رطل چہار صد و بیست و دو و نیم بالا میشود (مصفى، كتاب الزكاة، باب تخرص النخل، والكروم اذا طاب ۱/۲۲۰ ط رحيميه دهلى)

ہے(۱) اس حساب سے صاع کی مقدار زیادہ ہوتی ہے ان اقوال مختلفہ میں وجہ توافق کیا ہے اور صاع کی صحیح مقدار کیا ہے؟ کتب احناف معتبرہ سے مع حوالہ و تفصیل حساب بیان فرمایئے بینوا توجروا؟

(جواب **۳۷۹**) درہم کی مقدار وہ صحیح ہے جو شاہ ولی اللہؒ نے لکھی ہے یعنی تین ماشے اور ایک رتی کو قاضی ثناء اللہؒ وغیرہ نے معتبر سمجھا ہے اور اس حساب سے نصف صاع ۸۰ روپے انگریزی کے سیر سے ایک سیر بارہ چھٹانک دس ماشے کا ہوتا ہے جبکہ تولہ اسی انگریزی روپے بھر مانا جائے مولوی عبدالحیؒ مرحوم لکھنوی کا حساب غلط ہے اور منشائے غلطی یہ ہے کہ علامہ شامی نے جو ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی بتلائی ہے اس کو انہوں نے مبنی قرار دیکر حساب علمی طور پر لگالیا عمل کر کے نہیں دیکھا ہندوستان میں جو تولے رائج ہیں خواہ وہ روپے بھر کے ہوں یا روپیہ ان کے لحاظ سے ساڑھے گیارہ ماشے کا ہو ان میں سے کسی تولے کے رتی چار جو کی نہیں ڈھائی جو یا پونے تین جو کی ہے میں نے خود جواہرات تولنے کا صحیح کانٹا مہیا کر کے رتی کا وزن جو سے کیا ڈھائی یا پونے تین جو کی رتی ہوتی ہے جو متوسط درجے کے لئے گئے پھر اسی طرح متوسط درجے کے جولے کر ایک درہم کے ستر جو کا وزن کیا وہ بھی تقریباً سوا تین ماشے کے نکلے اس تحقیق اور عمل سے معلوم ہوا کہ ایک رتی کو چار جو کا قرار دینا اور اس پر حسابی قاعدے سے صاع وغیرہ کا وزن متعین کرنا غلطی ہے۔

رہا یہ کہ علامہ شامی نے ایک خرنوبہ کا وزن چار جو کیوں لکھ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ خرنوبہ اور تولہ کا وزن مختلف ہوتا ہے آج کل دہلی میں عام طور پر تولہ انگریزی روپے بھر سمجھا جاتا ہے اور شاہ جہانپور کا تولہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے حساب سے انگریزی روپیہ سوا دس ماشے کا ہے تو ظاہر ہے کہ اس تولے کے ماشے اور رتیاں دہلی کے ماشے اور رتیوں سے بڑی ہوں گی اسی طرح اگر علامہ شامی کے یہاں کی رتی چار جو کی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان کی رتی بھی چار جو کی ہو۔

غرضیکہ درہم کی مقدار دہلی کے تولے سے ۳ ماشے کی صحیح ہے اور اسی حساب سے نصف صاع کا وزن احوط اسی روپے کے سیر سے تقریباً پونے دو سیر ہوتا ہے پس صدقہ فطر میں گیہوں (اسی روپے بھر کے سیر سے) پونے دو سیر دینے چاہئیں(۲) واللہ اعلم بالصواب **محمد کفایت اللہ غفرلہ'**

(۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو وہ ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کر سکتا ہے
(۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا

(سوال) (۱) قصبہ سندیپ میں عدالت فوجداری سلطنت انگلشیہ موجود ہے اب صدقہ فطر میں گیہوں

---

(۱) درہم شرعی از یں مسکین شنو' کان سہ ماشہ ہست یک سرخہ دو جو (کتاب الزکاۃ حاشیہ نمبر ۳ ص ۸۷ ط شرکت علمیہ ملتان)

(۲) بہشتی زیور میں بھی احتیاطاً اسی روپے کے سیر کو اختیار کیا ہے اور ان اوزان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں اوزان شرعیہ 'مؤلفہ مفتی محمد شفیع اور بسط الباع لتحقیق الصاع مؤلفہ مفتی رشید احمد دامت برکاتہم

کی قیمت اس جگہ کے نرخ سے ادا کرنی ہوگی یا یہ محکمہ جس ضلع کا تابع ہے اس کے نرخ سے دینا ہوگا نیز اس محکمہ میں فقط آٹا ملتا ہے جس کی قیمت بہت زیادہ ہے بہت سے مسلمانوں پر آٹے کی قیمت ادا کرنا دشوار ہے تو اگر ضلع کے نرخ سے گیہوں کی قیمت ادا کی جائے تو مؤدی شرعاً بری الذمہ ہوگا یا نہیں ؟ (۲) دیار بنگلہ میں چونکہ راس الجبہ چاول ہے تو اگر چاول اصل قرار دیکر اس کا نصف صاع ادا کرے تو صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں ؟ (۳) اسی تولے کے سیر سے کتنے سیر کا صاع ہوتا ہے اور کتنے سے نصف ؟
المستفتی بندہ محمد موسیٰ غفرلہ سپرنٹنڈنٹ مدرسہ سندیپ ضلع نواکھالی

(جواب ۳۸۰) (۱) اگر اس قصبہ میں گیہوں نہیں ہے اور لوگ صدقہ فطر میں گیہوں کی قیمت دینا چاہیں تو ضلع کی قیمت کے حساب سے دے سکتے ہیں (۱) کیونکہ ضلع کی قیمت گویا اسی جگہ کی قیمت ہے اس لئے کہ ضلع اپنے متعلقہ دیہات و قصبات کے ساتھ معنیً اتحاد رکھتا ہے اور ان سب کا جامع ہے (۲) غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع جائز نہیں بلکہ نصف صاع گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دینے ہوں گے ومالم ینص علیه کذرة و خبز یعتبر فیه القیمة (درمختار) (۲) (۳) اسی روپے انگریزی کے سیر سے ایک صاع ساڑھے تین سیر اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے اور یہی صحیح اور احوط ہے (۳) واللہ اعلم

صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا.

(سوال) زید بالغ ہے اور اس کے ماں باپ زندہ ہیں مگر اس کے ماں باپ نے اسے الگ کر دیا ہے اور اس کے اور اس کی اولاد کے خرچ کے لئے آٹھ یا دس بیگہ زمین دی ہے مگر اس کو مالک و مختار نہیں بنایا جو وہ اسے بیچ سکے اس زمین کے سوا اس کے پاس اور کوئی چیز نہیں جس پر صدقہ فطر واجب ہو آیا اس زمین کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا ؟ **المستفتی** نمبر ۶۸۸ سیکریٹری انجمن ح'ظ الاسلام (ضلع بھروچ) ۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۸۱) زید پر اس زمین کی وجہ سے صدقہ فطر اپنا اور اپنی اولاد کا واجب نہ ہوگا نہ اس کے باپ پر واجب ہوگا (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ!

(سوال) پختہ سیر سے فطرہ کتنا دینا جائز ہے کیا شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا جائز ہے ؟

---

(۱) ویقوم فی البلد الذی المال فیه' ولو فی مفازة' ففی اقرب الا مصار الیه (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲ ۲۸۶ ط سعید)

(۲) کتاب الزکاة' باب صدقة الفطر ۲ / ۳٦٤ ط سعید) (۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۳ حاشیہ نمبر ۲

(۴) زید پر اس لئے نہ کہ وہ صاحب نصاب نہیں' اور باپ پر اس لئے نہیں کہ نہ زید چھوٹا ہے اور نہ ہی مجنون

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم عمر صاحب انصاری (سارن) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۸۲) اسی روپے بھر وزن سیر سے فطرہ کی مقدار پونے دو سیر ہے (۱) شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا باپ پر لازم ہے۔ (۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی**

رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچے کا فطرہ بھی واجب ہے.

(سوال) رمضان میں بچہ پیدا ہوا کیا اس کا صدقہ فطر بھی باپ پر واجب ہے کہ ادا کرے یا نہیں ؟

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۸۳) رمضان کی آخری تاریخ میں بھی پیدا ہونے والے بچہ کا صدقہ فطر دینا لازم ہے۔ (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قربانی اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے.

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(سوال) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے یا اس کے علاوہ بھی ؟

(جواب ۳۸۴) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'**

صدقہ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں !

(سوال) صدقہ فطر کے مستحق اصلی کون لوگ ہیں آج کل فقراء و مساکین کہلانے والے بھی صاحب نصاب ہیں بہت سے شہروں کے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں وہ بھی صاحب نصاب ہوتے ہیں

بڑے بڑے شہروں میں پیش اماموں کی تنخواہ کافی ہوتی ہے ان کو صدقہ فطر سے تعلق ہی کیا مگر ہمارے **ملک مارواڑ** میں ہمیشہ سے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں سال بھر میں چالیس پچاس روپے چندہ کر دیتے ہیں اور کچھ فطرہ کا دھان آجاتا ہے اس کائنات پر امام سال بھر گزارتا ہے اب بہت

---

(۱) صفحہ نمبر ۳۱۱ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۲) یہ اس وقت ہے جب بچہ فقیر ہو ورنہ اگر مالدار ہو تو اس کے اپنے مال سے ادا کیا جائے وطفله الفقير (وفى الشاميه) قوله الفقير' قيد به' لان الغنى تجب صدقة فطره فى ماله (رد المحتار' كتاب الزكاة' باب صدقة الفطر ۲/ ۳۶۱ ط سعيد)

(۳) و وقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانى من يوم الفطر' فمن مات قبل ذالك لم تجب عليه الصدقة' ومن ولد او اسلم قبله' وجب .... و يتعلق بهذا النصاب وجوب الاضحية (هنديه' باب صدقة الفطر ۱/ ۱۹۲ ط رشيديه' كوئته)

(۴) وهى واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الاصلية (هنديه' كتاب الزكاة' باب صدقة الفطر ۱/ ۱۹۱ ط كوئته)

سے آدمی کہتے ہیں کہ اماموں کو فطرہ مت دو اس پر امام کہتے ہیں کہ مت دو مگر اس کا عوض دیگر دھان دیدو بس اس پر خاموش ہیں اب یہ دائمی فطرہ امام کا حق توڑ کر فقراء کو جو در حقیقت صاحب نصاب ہیں دینا چاہئیے یا نہیں **المستفتی نمبر ۲۶۷۵** پیر زادہ عبدالرحیم صاحب، مارواڑ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ م ۸ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۸۵) صدقہ فطر صاحب نصاب کو دینا جائز نہیں اور امامت کی اجرت میں تو کسی طرح نہیں دیا جا سکتا یعنی امام صاحب نصاب نہ ہو جب بھی بطور اجرت امامت اس کو نہیں دے سکتے (۱) لہذا امام کو لازم ہے کہ صدقہ فطر کو اپنا حق نہ سمجھے اور لوگوں کو لازم ہے کہ امام کی خدمت دوسرے طریق پر کریں **محمد** کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خاوند پر بیوی کا اور والد پر بڑی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں.

(سوال) بیوی کا صدقہ فطر اس کے میاں پر واجب ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۸۶) خاوند پر بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے شامی جلد ثانی ص ۸۲ میں موجود ہے (لاعن زوجتہ) لقصور المؤنة والو لایة اذ لایلی علیها فی غیر حقوق الزوجیة ولا یجب علیه ان یمونها فی غیر الرواتب لامداواة (نهر) (۲) **محمد** کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۳۸۷) بیوی اور بڑی اولاد اگر خود صاحب نصاب ہیں تو خود ادا کریں اور صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہی نہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا (۳) **محمد** کفایت اللہ غفرلہ،

باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے والی، بالغ اولاد کا صدقہ فطر.

(سوال) زید کے چار لڑکے بالغ ہیں اور سب لڑکے زید کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں سب کے خورد و نوش کا انتظام یکجائی ہے اور ان لوگوں کے پاس علاوہ حاجات اصلیہ کے ہزاروں روپے کی مالیت ہے پس اس صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا صرف زید پر واجب ہے یا سب پر ؟ زید کی موجودگی میں اگر کسی لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ بیوی بچے سب چھوڑے تو کل مال زید کا قرار پائے گا یا کچھ میت کا قرار پا کر اس میں وراثت جاری ہو کر بیوی بچے وارث ہوں گے ؟ **المستفتی نمبر ۲۰۵۸** محمد یاسین (مبارکپور

---

(۱) و مصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة (هندية، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ۱/۱۹٤ ط كوئٹه)

(۲) كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ۲/۲٦۳ ط سعيد

(۳) لا عن زوجته، وولده الكبير العاقل، ولو ادى عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادةً (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ۲/۳٦۳ ط سعيد)

ضلع اعظم گڑھ) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۸) اگر زید کے ان لڑکوں کی ملکیت جدا نہیں ہے بلکہ باپ کے ساتھ سب شریک اور باپ کے مددگار ہیں تو ان میں سے کسی کی موت پر اس کی میراث ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس کا اپنا ترکہ کچھ نہیں ہے(۱) ہاں صدقہ فطر ان سب کی طرف سے ادا کرنا پڑے گا (۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**، دہلی

صدقہ فطر میں آٹا دینا جائز ہے.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) یہاں عوام صدقہ فطر کے مسئلہ سے ناواقف ہیں سرداران دیہہ اپنی رائے سے جو بول دیتے ہیں وہی دیا جاتا ہے کوئی چاول، کوئی دھان کوئی مٹر وغیرہ سے نصف صاع یا ایک صاع کے حساب سے دیتے ہیں اور بولتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں یہی پیدا ہوتا ہے، گیہوں نہیں ہوتا نزہتہ المجالس کتاب الصوم میں ہے "صدقہ شہر کی غالب خوراک سے ایک صاع ہے" فتاویٰ عالمگیری میں گیہوں نصف اور جو خرما،... ایک صاع ہے ان کے سوا اور دوسرے اناج میں دینا جائز نہیں مگر باعتبار قیمت ہے(۳) صحیح حکم کونسا ہے ؟ (۲) شہر میں گیہوں نہیں ہے یا کم ہے آٹا چلانی عام جگہ موجود ہے آیا صدقہ آٹے کے حساب سے رکھا جاوے یا گیہوں وغیرہ کے حساب سے؟

(جواب ۳۸۹) گیہوں ایک صاع نہیں بلکہ نصف صاع ہے جو اور ... کھجور ایک صاع ہے ان کے علاوہ غیر منصوص اشیاء میں سے جو چیز دی جائے اس کی مقدار متعین نہیں، بلکہ وہ اتنی ہی دی جائے کہ اس کی قیمت نصف صاع گیہوں، یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کے برابر ہو گیہوں کا آٹا صدقہ فطر میں دیا جا سکتا ہے اور نصف صاع آٹا کافی ہے(۴) **محمد کفایت اللہ غفر لہ**،

غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا.

(سوال) صدقہ فطر اہل ہنود کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی محمود خاں پیش امام جامع مسجد

---

(۱) الاب والا بن یکتسبان فی صنعة واحده، ولم یکن لهما شئ، فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله، لکونه معینا له، الا تری لو غرس شجرة تکون للاب (رد المحتار، فصل فی شرکة الفاسدة ٤/٣٢٥ ط سعید)

(۲) ان لڑکوں پر فی نفسہ صدقہ فطر واجب نہیں، لیکن چونکہ یہ اپنا سارا مال والد کو دیتے ہیں اس لئے جس طرح والد کے ذمے بالغ اولاد کا نفقہ واجب نہیں لیکن جب اولاد کی کمائی باپ لیتا ہو تو باپ پر نفقہ لازم ہے، اسی طرح یہاں بھی باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے واللہ اعلم،

(۳) وهی نصف صاع من بر او صاع من شعیر او تمر ..... وما سواه من الحبوب لا یجوز الا بالقیمة (هندیه، کتاب الزکاة، باب فی صدقة الفطر ١/١٩١، ١٩٢ ط کوئٹه)

(٤) نصف صاع من بر او دقیقة او سویقة او زبیب، وجعلاه کالتمر ..... او صاع تمر او شعیر، ولو ردینا، وما لم ینص علیه کذره، و خبز، یعتبر فیه القیمة (الدرالمختار، کتاب الزکاة، صدقة الفطر ٢/٣٦٤، ٣٦٥ ط سعید)

پور ضلع ہمیر پور

(جواب ۳۹۰) اہل ہنود کو نہیں دینا چاہئیے (۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

ساتواں باب
عشر و خراج

سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا.

(سوال) سلطنت برطانیہ کو زمین کا حصول دینے کے بعد عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۹۱) سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا (۲) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

(۱) بٹائی پر دی گئی زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہے.
(۲) جس غلہ کا ایک مرتبہ عشر ادا کیا ہو تو آئندہ اس پر عشر واجب نہیں
(۳) جو جانور کھیتی کے کام آتے ہیں ان میں زکوۃ نہیں.

(سوال) زید گسمارہ موضع میں کاشت کرتا ہے اور ان مواضعات کا مالک ہے زمین بیل بیج اور کل اوزار سامان اور ندالی وغیرہ میں جو خرچ ہوتا ہے وہ زید کا ہے (۱) ملکی رواج کے موافق فصل پیدا ہونے اور جن پر کام کرنے والے چوتھائی حصہ دار ہو کر ½ حصہ تقسیم کرا لیتے ہیں مثلاً آٹھ ہزار من کل غلہ پیدا ہوا حسب اقرار ½ حصہ دو ہزار من کام کرنے والے حصہ دار کو دیا گیا بچت میں چھ ہزار من غلہ رہا تو چھ ہزار من پر عشر نکالا جائے گا یا آٹھ ہزار من پر ؟ کٹائی میں جو صرف ہوتا ہے حصہ معافی دونوں کا غلہ اس فصل میں سے صرف ہوتا ہے کام کرنے والے جیسے کہ ½ حصہ دینے کا اقرار ہے اور دیا جاتا ہے وہ قوم کے ہندو ہیں (۲) بچت غلہ سال آخر میں ایک ہزار من جمع ہے اور سال گزشتہ اس غلہ کی عشر نکل چکی ہے اب اسی حالت میں بچت غلہ کی عشر دوبارہ نکالنا چاہئیے یا نہیں ؟ (۳) زید کے پاس تہتر راس بھینسے اور بیل دو سو اکیس راس جو کھیتی کے کام میں رہتے ہیں علاوہ اس کے بھینسیں مع بچہ پانچ راس اور گائے مع بچہ ایک سو اکسٹھ راس اور بکرا بکری مع بچہ کے اٹھاسی راس ہیں' شرعاً کتنا کتنا نکالنا چاہئیے المستفتی نمبر

---

(۱) و مصرف ہذہ الصدقة ما ہو مصرف الزکاة (ہندیہ' کتاب الزکاة' باب صدقة الفطر ۱ / ۱۹۴ کوئٹہ)

(۲) اخذ البغاة' والسلاطین الجائزة' زکاة الاموال الظاہرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادة علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ' والا یصرف فیہ' فعلیہم فیما بینہم' و بین اللہ اعادة غیر الخراج (الدر المختار' کتاب الزکاة' باب زکاة الغنم ۲ / ۲۸۹ ط سعید)

۲۱۴ حاجی محی الدین خاں زمیندار۔ ڈاکخانہ کنجی دریاراج ماندگان ۲ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ م ۱۷ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۹۲) (۱) اس صورت میں زمین کی کل پیداوار کا عشر نکالنا ہوگا ہ۱ وضع کر کے باقی کا عشر نکالنے سے شرعی مطالبہ پورا نہ ہوگا(۱) (۲) جس غلہ کا اس سال عشر نکال دیا گیا اس کی بچت کا غلہ جو آئندہ سال تک باقی رہے اس میں سے دوبارہ عشر نکالنا واجب نہیں ہے(۲) (۳) ان جانوروں پر جو کھیتی کے کام آتے ہیں کوئی زکوۃ نہیں گائے بھینس بکریاں جن کو اپنے پاس سے سال کے اکثر حصہ میں کھلانا پڑے ان پر زکوۃ واجب نہیں(۳) جو جانور کہ سال کے اکثر حصہ میں خود چر کر گزارہ کریں اور ان پر چارہ وغیرہ کا کوئی خرچ نہ کرنا پڑے ان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے بکرا بکری کو اگر خرچ کر کے کھلانا نہ پڑے اور ان کی تعداد ۸۸ ہے تو سال میں دو بکریاں اللہ واسطے دینی ہوں گی(۴) کھیتی کے کام آنے والے بھینسے اور بیلوں کو علیحدہ کر کے باقی گائے بھینس بھینسے ایسے کتنے ہیں کہ ان کو خرچ کر کے کھلانا نہیں پڑتا ان کی تعداد معلوم ہو تو زکوۃ بتائی جا سکتی ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس زمین پر عشر واجب نہ ہو اگر اس سے عشر نکالا جائے تو.

(سوال) عشر سب زمینوں کی پیداوار میں واجب ہے یا کوئی زمین ایسی بھی ہے جس میں عشر واجب نہیں اگر عشر واجب نہ ہو تو اس کا ادا کرنا کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ۷۲۷ بابو محمد احسن (ضلع پورنیہ) ۹ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۳) بعض زمینیں ایسی بھی ہوں گی کہ ان کی پیداوار میں عشر واجب نہ ہو'(۵) لیکن اگر ان کی پیداوار میں سے بھی احتیاطاً عشر نکال دیا جائے یا اس نیت سے کہ اس کے ذریعہ سے بہت سے دینی کام پورے ہو جاتے ہیں نکال دیا جائے تو اس کے استحسان اور جواز میں شبہ نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و فی المزارعة ان کان البذر من رب الارض' فعلیه (وفی الشامیة) والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا...... لما فی البدائع ان المزارعة جائزة عندهما' والعشر یجب فی الخارج (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب العشر ۲/۳۳۵ ط سعید)

(۲) لیکن اگر تجارت کے لئے ہو تو سال گزرنے پر سامان تجارت کی طرح اس پر بھی زکاۃ (چالیسواں حصہ) واجب ہوگی

(۳) ولیس فی العوامل' والحوامل' والعلوفة صدقة (هدایة' کتاب الزکاة ۱/۱۹۲ ط شرکت علمیه' ملتان)

(٤) فاذا کانت اربعین سائمة' وحال علیها الحول' ففیها شاة الی مائة و عشرین فاذا زادت واحدة ففیها شاتان الی مائتین الخ (هدایة' کتاب الزکاة' باب صدقة السوائم' فصل فی الغنم ۱/۱۹۰ ط شرکت علمیه ملتان)

(۵) جیسے بعض زمینوں میں نصف عشر واجب ہوتا ہے' وما سقی بغرب' او دالیة' او سانیة' ففیه نصف العشر علی القولین' لان المؤنة تکثر فیه (هدایة' کتاب الزکاة' باب زکوة الزروع والثمار" ۱/۲۰۲ ط شرکة علمیه ملتان' اسی طرح دار الحرب کی زمینوں میں عشر و نصف عشر اور خراج میں سے کچھ بھی واجب نہیں و یحتمل ان یکون احترازا عما وجد فی دار الحرب فان أرضها لیست ارض خراج' او عشر' (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب الزکاة ۲/۳۲۰ ط سعید)

سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا

(سوال) ہماری طرف کے بعض علماء کا خیال ہے کہ چونکہ ہماری زمینوں میں سے سرکاری مالیہ لیا جاتا ہے اب ان زمینوں کی پیداوار پر عشر لازم نہیں کیونکہ دو چیزوں کا لزوم نہیں ہوا کرتا؟

(**جواب ۳۹۴**) سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا (۱) ہاں سرکاری مالیہ جتنا دیا ہے اس کا عشر ساقط ہو گیا جتنا غلہ باقی رہا اس کا عشر ادا کرنا چاہئیے مثلاً دس من پیدا ہوا اس میں سے دو من سرکار نے لے لیا تو باقی آٹھ من کا عشر ادا کرے **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں.

(سوال) جے پور اسٹیٹ کی زراعتی زمین ملکیت راجہ صاحب کی ہے رعیت کو زمین پر صرف یہ حق حاصل ہے کہ وہ فصل بوئے اور کاٹ کر اپنے کام میں لائے اور جو مالگذاری اسٹیٹ کی طرف سے مقرر ہے وہ سال بسال داخل خزانہ کرے زمین کو بیع و رہن کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے اور فصل بارش کے اوپر منحصر ہے اگر بارش ہوئی تو ٹھیک ورنہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تو اس زمین کی پیداوار کے بارے میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اگر زکوٰۃ نکالنے کا حکم ہو تو کس حساب سے زکوٰۃ نکالنی چاہئیے؟ **المستفتی نمبر ۱۹۹۵** محمد حسین صاحب (جے پور اسٹیٹ) ۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(**جواب ۳۹۵**) اس ریاست کی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ و عشر نہیں ہے (۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(سوال) پیداوار کھیتی پر عشر جو طریقہ ہے یعنی نہر کنویں پر بیسواں حصہ اور بارانی پر دسواں حصہ تو کیا اس میں بھی نقدی شرائط ہیں، اگر کسی کے یہاں صرف ایک من ہی پیدا ہو تو اس میں سے عشر نکالے یا نہیں ایسے غلہ میں سے کھانا پکوا کر مدرسہ اسلامیہ کے طلبہ اور تبلیغی حضرات کو جن میں اکثر صاحب نصاب بھی رہتے ہیں کھلا سکتے ہیں یا نہیں **المستفتی** میاں جی نور محمد، موضع نئی ضلع گوڑگانوہ

(**جواب ۳۹۶**) عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ (۳) عشر یا نصف عشر صرف غریبوں کا حق ہے صاحب نصاب کو دینا یا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے (۴) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۱۶ حاشیہ نمبر ۲

(۲) یہ علاقہ دار الحرب ہوگا کیونکہ دار الحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں فان ارضها ليست ارض خراج، او عشر (رد المحتار، کتاب الزکوة باب الرکاز ۳۲۰/۲ ط سعید)

(۳) ويجب العشر عند ابی حنيفة، فی كل ما تخرجه الارض (هنديه، كتاب الزكاة، الباب السادس فی زكاز الزروع والثمار ۱۸۶/۱ ط رشيديه، كوئٹه)

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۱۴ حاشیہ نمبر ۱

سابقہ دارالاسلام کی خراجی زمینوں پر عشر ۔

(سوال) ہندوستان کی جو زمینیں حکومت اسلامیہ کے عہد میں خراجی تھیں ان کی پیداوار میں آج جب کہ ہندوستان دارالاسلام نہیں رہا ہے، مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہو گا یا نہیں ؟

(جواب) (از مولوی جمیل الرحمٰن سیوہاروی) وباللہ التوفیق اول چند مقامات ممہّد ہیں جن کے نتیجہ میں جواب سوال بوضاحت معلوم ہو سکتا ہے۔

المقدمۃ الاولیٰ ۔ وجوب عشر کے بارے میں کتاب و سنت کا عموم اطلاق تو اس کا مقتضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر پیداوار میں خواہ وہ عشری زمینوں کی پیداوار ہو یا خراجی زمینوں کی عشر واجب ہو قال اللہ تعالیٰ **یا ایها الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض** (۱) **قال المحقق ابن الهمام ان العمومات تقتضیه مثل قوله علیه السلام ما سقت السماء ففیه العشر فانه یقتضی ان یوجب مع الخراج (فتح)**(۲) لیکن حنفیہ نے اراضی خراجیہ سے وجوب عشر کو جو مرتفع قرار دیا ہے تو اس کا باعث یہ حدیث مرفوع ہے قال ﷺ **لا یجتمع علی مسلم خراج و عشر قال ابن همام ذکره ابن عدی فی الکامل (فتح جلد ٤)**(۳) اور آثار صحابہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اراضی خراجیہ کا خراج ادا کیا کرتے تھے **وقد صح ان الصحابة اشتروا اراضی الخراج و کانوا یؤدون خراجها (هدایه)** (٤) لہذا ابن عدی والی نص مذکور کی بناء پر چونکہ عشر و خراج کے درمیان اجتماع جائز نہیں ہے اس لئے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خراجی زمینوں سے عشر ہی ساقط ہو گا خراج نہیں اس تمہید سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ سقوط عشر کے لئے صرف وجوب خراج ہی مانع ہے ورنہ مقتضائے اصل وجوب عشر ہے **قال ابن عابدین ان المانع من وجوبه کون الارض خراجیة لانه لا یجتمع العشر مع الخراج فشمل العشریه وما لیست بعشریة ولا خراجی (شامی جلد ۲ ص ٦٦)**(٥) **وقال انهم قد صرحوابان فرضیة العشر ثابتة بالکتاب والسنة والاجماع والمعقول وبانه زکوٰة الثمار وبانه یجب فی الارض الغیر الخراجیة وبانه یجب فیما لیس بعشری ولا خراجي الی ان قال لعموم قوله تعالیٰ (شامی جلد ۳ ص ۳۵۲)** (٦) شامی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فقہاء نے بعض اقسام اراضی کو جو لا عشر یہ ولا خراجیہ کہا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ مسلمانوں کی کسی زمین پر نہ خراج واجب ہو اور نہ اس کی پیداوار میں عشر فرض ہو

---

(۱) البقرة ٢٦٦

(۲-۳) کتاب السیر، باب العشر، والخراج، ٤٢/٦ ط مصطفی حلبی مصر

(٤) کتاب السیر، باب العشر، والخراج ۵۹۳/۲ شرکت علمیہ، ملتان

(٥) کتاب الزکاۃ، باب العشر ۲۲۵/۲ ط سعید

(٦) کتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطلب اراضی المملکة، والحوز لا عشریة، ولا خراجیة ۱۷۸/٤ ط سعید

وعلی فرض سقوط اخراج لا یسقط العشر لان الارض المعدة للاستغلال لا تخلو من احدی الوظیفتین (شامی ۲/٦۸)(۱) بلکہ ایسی اقسام اراضی کو محض اصطلاح توظیف کی بنا پر لا عشری والا خراجی کہا گیا ہے علامہ شامی نے اراضی مملکت واراضی مصر وشام کے بارے میں جو طویل بحث کی ہے وہاں اس مقصد کو بسط کے ساتھ واضح کیا ہے (شامی باب العشر جلد ۲ باب الخراج جلد ۳)

المقدمة الثانیه خراج وجزیہ دار الاسلام کی مخصوصات سے ہیں لہذا جو ملک دار الاسلام نہیں رہا وہاں وجوب خراج عقلاً ونقلاً متصور نہیں ہے قال فی البنایة فی بیان الجزیة والخراج ان کلا منهما من احکام دارنا، فلما رضی بوجوب الخراج علیه رضی بان یکون من اهل دارنا (حاشیة الهدایة تحت قوله فاذا وضع علیه الخراج فهو ذمی بان خراج الارض بمنزلة خراج الراس الخ)(۲) وقال شمس الائمة السرخسی ان خراج الارض لا یجب الا علی من هو من اهل دار الاسلام لانه حکم من احکام المسلمین و حکم المسلمین لا یجری الا علی من هو من اهل دارنا (سیر کبیر جلد ٤)(۳) ان خراج الاراضی تبع لخراج الجماجم (مبسوط باب العشر)(٤) انه بمنزلة الفیٔ (هدایه باب العشر والخراج)(٥)

المقدمة الثالثة عشر اور خراج ایسے وظائف نہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہ ہو بلکہ حالات کے ساتھ یہ بھی متبدل ہو جاتے ہیں مثلاً عشری زمین اگر کسی کافر کے پاس پہنچ جائے تو وہ خراجی ہو جاتی ہے ایسے ہی خراجی بھی بعض حالات میں عشری بن جاتی ہے ارض الخراج اذاانقطع عنها ماء الخراج و صارت تسقی بماء العشر فهی عشریة (عالمگیریه باب العشر ص ۲)(٦) اسی طرح تبدل دار کی وجہ سے بھی سابقہ توظیفات ختم ہو جاتی ہیں حتی کہ دار الحرب جدید پر مسلمانوں کے دوبارہ استیلا کے وقت توظیف جدید کے لئے امام کو اختیار حاصل ہے اور وہ توظیف قدیم کا پابند نہیں ہے

ولو ان قوما من المسلمین ارتدوااو غلبوا علی دار هم او علی دار من دیار المسلمین و صارت دار حرب بالاتفاق ثم ظهر علیهم المسلمون (الی) فان اسلم المرتد ون بعد ما ظهر علیهم الامام کانوااحراراً لا سبیل علیهم واما نساؤهم و ذراریهم واموالهم فالامام فیها بالخیار ان شاء قسمها بین الغانمین و جعل علی الاراضی العشروان شاء علیهم بالنساء والذراری والاموال والاراضی ووضع علی اراضیهم الخراج ان شاء وان شاء وضع علیها العشروان رای الامام ان یجعل

---

(۱) کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مهم فی حکم اراضی مصر، والشام السلطانیه ۲/۳۲۷ ط سعید)
(۲) هدایه، کتاب السیر، باب المستامن ۲/٥۸٦ ط شرکت علمیه، ملتان)
(۳) شرح السیر الکبیر
(٤) ۲/۸، ط دار المعرفه، بیروت
(٥) ۲/٥۹۰ ط شرکت علمیه ملتان
(٦) ۲/۲۳۷ ط ماجدیه کوئٹه

ماکان من اراضیهم عشر یا علی حاله وما کان خراجیا علی حاله فله ذلك (الی اخر البحث عالمگیری ج ۲ ص ۸۲۲)(۱)

ان مقدمات کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کی پیداوار میں حکم اصلی وجوب عشر ہے لیکن وجوب خراج کے عارض کی بناء پر شرعاً وجوب عشر مرتفع ہو جاتا ہے لہذا اجب وجوب خراج کسی علتہ صحیحہ کی بناء پر مرتفع ہو جائے تو مقتضائے اصل یعنی وجوب عشر عود کر آئے گا اور چونکہ ہندوستان کے دارالاسلام نہ رہنے کی شکل میں وجوب خراج مرتفع ہو چکا ہے اس لئے یہاں کی جو زمینیں پہلے سے عشری تھیں اب ارتفاع مانع کی بناء پر ان کی پیداوار میں بھی مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانان ہندوستان کی پیداوار میں اس وقت علی الاطلاق عشر واجب ہے۔ لعموم اطلاقات الکتاب والسنة کما بیناه آخر کلام پر دفع دخل کے طور پر یہ اشارہ ناگزیر ہے کہ شرح سیر کبیر جلد چہارم میں اراضی دارالحرب کے بارے میں یہ جو تصریح ہے ان العشر والخراج انما یجب فی اراضی المسلمین وهذه اراضی اهل الحرب واراضی اهل الحرب لیست بعشریة ولا خراجیة (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالحرب میں علی الاطلاق عشر واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عشر کے لئے ملک الارض شرط ہے تو اس کے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحبین کے' مسلک مفتی بہ کے مطابق وجوب عشر کے لئے محض ملک الخارج کافی ہے قال فی البدائع ملك الارض لیس بشرط لو جوب العشر وانما الشرط ملك الخارج فتجب فی الاراضی التی لا مالك لها وهی الاراضی الموقوفه لعموم قوله تعالیٰ یا ایها الذین امنوا الخ (بدائع ص ۵۷ ج۲) (۳) قال ابن عابدین قد صرحوا بان فرضیة العشر ثابتة بالکتب والسنة (الی) وبان الملك غیر شرط فیه ملك الخارج (شامی ص ۳۵۲ ج۳)(٤) اور اسی قول پر وجوب العشر علی المستاجر متفرع ہے وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم و فی الحاوی بقولهما ناخذ (درمختار' باب العشر) (۵) چنانچہ یہی باعث ہے کہ زمین کے مالک اگر کفار ہوں تو اس کے مسلمان کاشتکاروں پر عشر واجب ہے' ولو اعارها من کافر فکذلك الجواب عندهما لان العشر عندهما فی الخارج علی کل حال (بدائع الصنائع ص ۵۷ ج۲) (٦) والله تعالیٰ اعلم و علمه اتم واحکم

---

(۱) کتاب السیر' باب الرابع فی الغنائم' فصل فی الغنائم ۲/ ۲۰۵'۲۰٦ ط کوئٹہ

(۲) باب نمبر ۲۰۳ من الخمس فی المعدن ۵/ ۲۱٦۷ ط حرکت الانقلاب' الاسلامیه افغانیه)

(۳) کتاب الزکاۃ' فصل واما شرائط الفرضیة ۲/ ۵٦ ط سعید

(٤) کتاب الجهاد' باب العشر' والخراج ٤/ ۱۷۸ ط سعید

(۵) کتاب الزکاۃ' باب العشر ۲/ ۳۳٤ ط سعید

(٦) کتاب الزکاۃ' فصل و اما شرائط الفرضیة ۲/ ۵٦ ط سعید

الاحقر الافقر محمد جمیل الرحمن السیوہاروی غفر لہ۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

تصدیق شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا (محمد اعزاز علی غفر لہ) صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۵ صفر ۱۳۶۶ھ (مہر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

تصدیق مولانا (مسعود احمد عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند)

تصدیق فخر العلماء حضرت مولانا سید (فخر الدین احمد غفر لہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد)

(۳۹۷ نوٹ از حضرت مفتی اعظمؒ) ہندوستان کی زمینوں میں نئی صورت پیدا ہو رہی ہے اس پر غور کرنا اور پھر مسلمانوں کو حکم بتانا ضروری ہے یہ تحریر اس پر کافی روشنی نہیں ڈالتی اس لئے ذرا زیادہ غور فرمایئے اور پوری تحقیق سے لکھئے۔ محمد کفایت اللہ دہلی

آٹھواں باب
صدقات نافلہ

غنی کو نفلی صدقہ دینا

(سوال) یہاں پر زبردست نزاع ہے کہ آیا غنی آدمی جس پر زکوۃ دینی فرض ہے صدقہ نافلہ کا مال کھا سکتا ہے یا نہیں ایک فریق مدعی ہے کہ غنی من علیہ الزکوۃ بلا روک ٹوک صدقہ نافلہ کھا سکتا ہے اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں صدقہ نافلہ کے اکل میں غریب و امیر کا کوئی امتیاز نہیں دوسرا فریق مدعی ہے کہ غنی من علیہ الصدقہ کے لئے صدقہ نافلہ کا بطور صدقہ کے کھانا ہرگز شرعاً جائز نہیں ہو سکتا ورنہ امراء کے مقابلہ میں غرباء کو کوئی پوچھے گا ہی نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۱۰۴ غلام محمد صاحب (ملتان) ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۸ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۸) غنی مالک نصاب کو اگر صدقہ نافلہ دیا جائے تو وہ صدقہ نہیں رہتا ہبہ یا ہدیہ ہو جاتا ہے یعنی دینے والے کو صدقہ کا ثواب نہیں ملے گا اور غنی اگر کھالے گا تو صدقہ کھانے والا نہ ہوگا بلکہ ہدیہ کھانے والا قرار دیا جائے گا(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) لان الصدقة علی الغنی هبة (الدر المختار' کتاب الهبة ۵/۶۹۸ ط سعید

نواں باب
بیت المال اور قومی فنڈ

ایسے اداروں کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتے ہیں .

(سوال) اہل شہر یا اہل قصبہ نے چندہ کے طور پر یا اور کسی صورت سے کچھ روپیہ و مال فراہم کر کے ایک فنڈ قائم کیا اور اس فنڈ کو بیت المال قرار دیا اور اس بیت المال کا مقصد یہ ہوا کہ وقتی تنگی میں غرباو فقراء امداد حاصل کریں اور فراخی وقت میں پھر وہ روپیہ یا مال وصول کریں اب سوال یہ ہے کہ اس بیت المال میں زکوٰۃ صدقہ فطرہ، قربانی کی کھال کا روپیہ داخل کر سکتے ہیں یا نہیں مسجد کا مال اس کے ساتھ ملا کر رکھ سکتے ہیں یا نہیں مگر حساب الگ رہے گا نیز اس کو واقعی طور پر بیت المال کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نہ کہہ سکیں تو فرمائیے کہ بیت المال کے لئے کیا کیا شرط ہونی چاہئیے اس میں کون کون سا مال داخل ہوا کرتا تھا نیز اس بیت المال کو صرف کرنے کے لئے فقرا مساکین کو مع شرط مذکور کے دینے کے علاوہ کسی مدرسہ میں کسی طالب علم کو مسافر اور اشاعت اسلام کے واسطے وغیرہ وغیرہ سات مواقع جو کہ مصارف بیت المال ہیں ان کو بھی دیا جاتا ہے امید ہے کہ ہمیں شریعت کے صحیح احکام بتلا کر مع استدلال کے ممنون و مشکور فرمائیں گے ۔ المستفتی نمبر ۲۳۳۲ منصور الحق ہردوانی دار العلوم دیوبند ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۹۹) بیت المال کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اموال جمع کئے جائیں اور اپنے اپنے مصرف میں صرف کئے جائیں فقہاء نے چار بیت المال ذکر کئے ہیں (اول) خمس غنیمت اور رکاز رکھنے کے لئے (دوم) زکوٰۃ سوائم اور عشر وغیرہ رکھنے کے لے (سوم) خراج اور جزیہ وغیرہ کے لئے (چہارم) لاوارث اموال کے لئے (۱) پہلی دو قسموں کے بیت المال کے اموال کا مصرف فقرا و مساکین اور وہ مواقع ہیں جو نص قرآنی (واعلموا ان ما غنمتم الخ (۲) اور انما الصدقات للفقراء الخ) (۳) میں مذکور ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک تملیک ضروری ہے (۴) ان کو بطور قرض کے دینا اور پھر واپس لینا درست نہیں ہے طالب علم کو تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہے اسی طرح مسافر کو اشاعت اسلام میں بھی اگر

---

(۱) شعر، بیو ت المال اربعة لکل، مصارف بینتها العالمونا فاولها الغنائم، والکنوز، رکاز بعدها المتصد قونا (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر ۲/۳۳۷ ط سعید)

(۲) واعلموا انما غنمتم من شی، فان لله خمسه، وللرسول، ولذی القربی، والیتامی، والمساکین، وابن السبیل (الانفال ۴۱)

(۳) انما الصدقات للفقراء، والمساکین، والعاملین علیها، والمؤلفة قلوبهم، وفی الرقاب، والغارمین، وفی سبیل الله، و ابن السبیل التوبة ۶۰

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۱

مستحق کی تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں (۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لئے ٹکٹوں کی شرط لگانا.

(سوال) موضع نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ باغ میں تقریباً دو سو گھر مسلمانوں کے ہیں جس میں ۱۹۳۶ء سے باسم بیت المال کمپنی قائم ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو سودی قرض سے بچانا ہے علاوہ اس کے محتاجوں، لاوارثوں کی میتوں کی تجہیز و تکفین اور یتیموں، بیواؤں کی امداد کرنا ہے مگر اب تک ذرائع آمدنی ایسے نہیں جس سے خرچ آمد و رفت پورا ہو سکے یہ بھی واضح رہے کسی مسلمان پر کسی قسم کا چندہ نہیں ہے ہاں صرف آمدنی فطرہ، چرم قربانی و عقیقہ اور نکاح آنے پر اب تک چلایا گیا یہ وہ وقت آیا کہ بیت المال بالکل خالی ہے اور مسلمان کاشتکاروں کو روپیہ تخم ریزی کے لئے کہاں سے دیا جاوے آج کمیٹی یہ طے کرتی ہے کہ آمدنی بڑھانے کے لئے ٹکٹ بٹوائے جائیں یعنی ٹکٹ قرض دار لیکر فارم پر چسپاں کر کے درخواست دے تو بلا سودی قرضہ تین ماہ کے لئے دیا جاوے ایک روپے سے پانچ روپے تک کے قرض دار کو دو آنے کا ٹکٹ چسپاں کرنا ہوگا وغیرہ تو اس قسم کا معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۲۵۷۵** سجاد حسین سکریٹری بیت المال نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ مورخہ ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب) فارم کے ٹکٹوں کی قیمت قرض خواہوں سے لیکر قرض دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ قیمت ٹکٹوں کی لینا قرض خواہوں سے بجنسہ سود ہی ہے (۲) واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

(جواب ۴۰۰) ہو الموفق اس ٹکٹ کی اباحت کی گنجائش ہے کیونکہ یہ رقم دفتری مصارف کے کام میں آئے گی کسی شخص کے ذاتی مفاد کے لئے قرض پر کوئی سود نہیں ہے (۳) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

(سوال) موجودہ صدی میں کس قدر مسلمانوں کی جائیدادیں سود بٹہ کی نذر ہو چکی ہیں آئندہ ان کی حفاظت کے لئے ایک اسلامی مالیہ یعنی بیت المال کا افتتاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۰۱) مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور ہر طرف سے ذلت آمیز پستی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۳

(۲-۳) دونوں حضرات کے جوابوں کی تفریع شاید الگ الگ ہے، پہلے جواب میں ناجائز اور سود کہا اس لئے کہ قرض دہندہ بھی ڈاکخانہ ہے اور ٹکٹ کی رقم بھی ڈاکخانہ میں جاتی ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ ٹکٹ کی رقم اصل قیمت سے زیادہ ہے جب قرض زیادہ ہو تو ٹکٹ کی قیمت بھی زیادہ وصول کرتا ہے

اور دوسرے جواب میں ٹکٹ پر رقم وصول کرنے والوں کے کاغذات اور دفتری اخراجات کو مدنظر رکھا گیا ہے

کہ اب اس سے غفلت اور اغماض برتنا قومی جرم ہو گیا ہے اس میں بھی شک نہیں کہ مذہبی لاپروائی اور جہالت کے علاوہ اقتصادی کمزوری بھی اسباب تباہی میں سے بڑا سبب ہے سودی قرضوں نے ان کی جائیدادوں' تجارتوں کو اندر ہی اندر کھا کر غارت کر دیا ہے اور رات دن ان کو ہلاکت کے عمیق غار کی طرف لئے جا رہے ہیں ایسی حالت میں تمام ایسی تدبیریں جو مسلم قومیت کو اس مہیب اور مہلک خطرے سے بچانے میں مؤثر اور مفید ہوں عمل میں لانا بزرگان قوم کا انسانی و ملی فریضہ ہے بلاشبہ اگر قومی بیت المال قائم ہو جائے اور صحیح اصول پر اس کی ترتیب و تنظیم کر لی جائے تو تمام مفاسد کا دفعیہ آسانی سے ہو سکتا ہے اور اس صورت میں قوم مسلم دین و دنیا کے فوائد و برکات سے مالا مال ہو جائے گی۔ واللہ الموفق

محمد کفایت اللہ غفر لہ' دہلی

الجواب صحیح۔ وحید حسین مدرسہ امینیہ' محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ' تاج الدین عفی عنہ مدرسہ رحیمیہ

خدا بخش عفی عنہ مدرسہ امینیہ' نور الحسن عفی عنہ مدرسہ حسین بخش' محمد فرید اللہ مدرسہ نعمانیہ' ضیاء الحق عفی عنہ (دیوبندی) مدرسہ امینیہ

بیت المال ایک نہایت ضروری چیز ہے بشرطیکہ صحیح ضوابط و قواعد کے ماتحت اس کا اجرا کیا جائے اور معتمد دیانت دار اصحاب کی نگرانی میں اس کی حفاظت کی جائے احمد سعید دہلوی۔ بیت المال کی سخت ضرورت ہے مسلمان اس طرف توجہ کریں اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے اس کے متعلق جو شرائط و ضوابط ہوں ان کا لحاظ ضروری ہے بغیر قیام بیت المال مسلمانوں کا کام درہم برہم ہو رہا ہے احمد اللہ دار الحدیث رحمانیہ بیشک اگر معتمدین کی نگرانی میں بیت المال قائم کیا جائے اور وہ اپنے صحیح مصرف پر خرچ کیا جائے تو اس سے بہتر مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کوئی دوسرا کام نظر نہیں آتا مگر معاونین بیت المال پر ضروری ہے کہ وہ اس کے کارکنان کا اچھی طرح اطمینان کر لیں تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہونے پائے محمد مظہر اللہ غفر لہ' امام مسجد فتح پوری۔ چونکہ قوم کی حالت اکثر اعتبارات سے ناگفتہ بہ ہے خصوصاً قرضہ کی بلائے عام نے جس حضیض تنزل تک قوم کو پہنچایا ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے لہذا اس کا واحد اور مؤثر علاج اگر ہو سکتا ہے تو وہ قوم ہی کی اجتماعی امداد (بیت المال) ہو سکتی ہے لہذا اس کی طرف فوری توجہ کی شدید ضرورت ہے محمد امین وائس پرنسپل طبیہ کالج قرول باغ' دہلی

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو.

(سوال) دہلی کے پنجابی سوداگران نے جو بغرض تجارت کلکتہ میں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں اپنی ایک قومی جماعت بنائی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں محبت و شفقت کے جذبہ کو فروغ دیا جائے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کیا جائے اور اپنے یہاں کے ناداروں اور بیکاروں کو کام سے لگانے کی کوشش کی

جائے ناداروں کی کفالت اور انسداد بیکاری کے سلسلہ میں ایک امدادی شعبہ قائم کیا گیا ہے اور کچھ روپیہ بھی فراہم کیا گیا ہے لیکن امداد کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ کسی کو رقم بالمقطع نہ دی جائے کسی کے وظیفے مقرر نہ کئے جاویں بلکہ ضرورت مند کی (جو قوم کا فرد ہو) امداد ایک ایسی صورت سے کی جائے کہ جس کے ذریعہ وہ کوئی کام کر سکے اور ایک مدت معینہ کے بعد (جو ضرورت مند کے احوال پر منحصر ہے) جو رقم امداد کے طور پر دی گئی ہو جمعیت کو واپس مل جائے یعنی امداد قطعی نہ ہو بلکہ عارضی بصورت قرض ہو تاکہ ایک رقم سے ہر پھر کر متعدد اشخاص فائدہ حاصل کر لیں اور سلسلہ قائم رہے کیونکہ قوت بازو سے روپیہ پیدا کرنے کے قابل بنانا ہے جو اپنے جائز اخراجات کی کفالت کر سکے اس وجہ سے طالب امداد کے لئے ضروری رکھا گیا ہے کہ کسی قسم کی ضمانت پیش کرے چاہے وہ کسی معتبر شخص کی ضمانت ہو یا کسی ایسی چیز کی ضمان پہلے سے اس کے پاس موجود ہو (مثلاً معمولی زیور اور کپڑا) یا پھر وہی مال جو امداد شدہ رقم سے خریدا جائے وہی بطور ضمانت رکھا جائے اور حساب و کتاب باقاعدہ رکھا جائے مقصد اس شرط سے صرف اتنا ہے کہ سائل کے اوپر ہر ایک وقت ایک قسم کا دباؤ رہے جو اسے اپنے فرائض سے غافل نہ کر دے یہ ظاہر ہے کہ ایسی تجویز کے لئے ایک رقم کثیر کی ضررت ہے اور امداد بھی بعض حالات میں سو دو سو اڑھائی سو روپے تک کی گئی ہے مسئلہ درپیش یہ ہے کہ زکوۃ کے روپے سے اس فنڈ کو فروغ دیا جا سکتا ہے یا نہیں روپیہ لینے والی جمعیت ہے اس کو خرچ کرنے کا اختیار بھی جمعیت کو ہے جو شخص اس فنڈ میں ایک دفعہ روپیہ دیدے اس کو واپس نہیں دیا جائے گا اب تک اس معاملے میں حلقے کے علماء سے جو مسئلہ دریافت کیا گیا تو مختلف جوابات ملے اس وجہ سے آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی اس بارے میں اپنا فتویٰ دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی نمبر ۲۳۵۵ جمعیت قوم پنجابیان دہلی مقیم کلکتہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م
۴ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۰۲) قوم کی امداد کی غرض سے یہ تجویز بہت اچھی اور مبارک اور مفید تجویز ہے اس میں امدادی رقوم اور صدقات نافلہ دیئے جا سکتے ہیں۔

لیکن زکوۃ اور صدقات واجبہ (صدقہ فطر و کفارات) کی رقم اس میں نہیں دی جا سکتی کیونکہ حنفیہ کے اصول کے بموجب زکوۃ اور صدقات واجبہ کی صحت ادا کے لئے تملیک مستحق شرط ہے(۱) اور اس میں چونکہ رقم تملیکاً نہیں دی جائے گی بلکہ بشرط واپسی بعد ضمانت دی جائے گی اس لئے زکوۃ ادا نہ ہوگی حنفیہ تو ایسی صورتوں میں بھی زکوۃ کی رقم خرچ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں جن میں واپسی بھی نہیں

---

(۱) ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً ' لا اباحة کمامر ' ولا یصرف الی بناء نحو مسجد' ولا الیٰ کفن المیت' وقضاء دینه الخ (وفی الشامیة) قوله' نحو مسجد کبناء القناطر' والسقایات' واصلاح الطرقات' وکری الانهار' وکل مالا تملیك فیه الخ (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲ / ۳٤٤ ط سعید)

ہوتی مگر تملیک نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی جیسے تعمیر مسجد، تعمیر چاہ، تکفین وغیرہ، (۱) اس فنڈ میں زکوۃ کی رقوم جس قدر لی جائیں وہ بطور تملیک بغیر عوض خرچ کرنی ہوں گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) راجع صفحہ نمبر ۲۹۸ حاشیہ نمبر ۱

کتاب الحج والزیارۃ

پہلا باب
فرضیت حج
مسودہ قانون حج پر تفصیلی نظر

(۴۰۳) حج پر جانے کیلئے واپسی کا کرایہ پہلے جمع کرانے کی شرط مذہبی مداخلت ہے.

(سہ روزہ اخبار الجمعیۃ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۱ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء م ۱۹ رجب ۱۳۴۳ھ)

حجاج کے لئے واپسی ٹکٹ کی ناروا قید

آج کل مجلس واضع قوانین ہند (اسمبلی) میں قانون جہاز رانی ہند کے بعض دفعات کی ترمیم و اضافہ کا ایک مسودہ قانون زیر غور ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ زائرین بیت الحرام (حجاج) پر قانوناً لازم کر دیا جائے کہ وہ جاتے وقت واپسی کا ٹکٹ خریدیں یا بقدر ٹکٹ واپسی کی رقم اس افسر کے پاس جمع کر دیں جو گورنمنٹ کی جانب سے اس کام کے لئے نامزد کر دیا جائے گا اس پابندی کے عائد کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستانی حاجیوں کی ایک معقول تعداد جدہ میں بوجہ کرایہ واپسی نہ ہونے کے پڑی رہتی ہے اور خود بھی ناداری اور فقر و فاقہ کی وجہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اہل جدہ کے لئے بھی ایک مصیبت اور بلائے بے درماں ہو جاتی ہے عرب حکومت ایسے حاجیوں کو ہندوستان لے جانے کے لئے تقاضا کرتی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس ایسی کوئی مد نہیں کہ اس میں سے ان نادار حجاج کو کرایہ دیکر ہندوستان پہنچایا جائے اس لئے ضروری ہے کہ اس قسم کا ایک قانون بنایا جائے کہ کوئی حاجی ہندوستان سے اس وقت تک روانہ نہ ہو سکے جب تک وہ اپنی واپسی کا باقاعدہ انتظام نہ کر دے اور اس کی صورت یہی ہے کہ یا واپسی کا ٹکٹ خریدے یا اس قدر رقم جمع کر دے۔

مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف

اسمبلی کے مسلمان ممبروں میں اس قانون کے متعلق اختلاف رائے ہو گیا بعض ممبران نے اس کو مذہبی مداخلت سمجھا اور اس بنا پر اس کی مخالفت کی اور بعض ممبران نے اس کو ایک انتظامی ضروری قانون قرار دیا اور اس میں مذہبی مداخلت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے حق میں رائے دی۔

گورنمنٹ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف ہے اس مسودہ قانون کو بہت

سے تعلیم یافتہ اور عہدے داران اور رؤسا کے پاس بھیجا اور جمعیتہ علما کے پاس بھی بھیجا کہ اس کے متعلق اہل الرائے اور مذہبی جماعتیں اپنی رائے کا اظہار کریں جمعیتہ علما کے اجلاس مراد آباد میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور دو گھنٹے کامل اس پر مباحثہ ہوتا رہا موافق و مخالف آراء کا اظہار اور طرفین سے استدلال و جواب کا خوب معرکہ رہا بالآخر اجلاس نے اس وقت یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلے کو جمعیتہ علما کی مجلس عاملہ کے سپرد کردیا جائے تاکہ وہ آخری فیصلے سے گورنمنٹ کو مطلع کردے۔

جمعیتہ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۲۸ جنوری کو یہ مسودہ اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا اس لئے ۲۶ جنوری کو جمعیتہ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور اس میں اس مسئلے پر از سر نو مباحثہ ہوا بالآخر کثرت رائے سے طے ہوا کہ اس قسم کا قانون مذہبی عبادت میں ایک قسم کی رکاوٹ ہے اس لئے مسلمان ہرگز اس قانون سے اتفاق نہیں کرسکتے۔

اس تجویز کی پوری نقل اس سے قبل شائع ہوچکی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس بھی بھیج دی گئی ہے ۲۸ جنوری کو یہ مسئلہ اسمبلی میں پیش نہیں ہوا بلکہ آج ۹ فروری تک بھی اسمبلی میں نہیں آیا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں سے کئی صاحب اب بھی اس قانون کے حق میں ہیں اور وہ اس کو مذہبی مداخلت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کرکے اچھی طرح روشن کردیا جائے امید ہے کہ ممبران اسمبلی اور دیگر اہل الرائے حضرات سطور ذیل پر پوری توجہ سے غور فرمائیں گے۔

قانون زیر تجویز میں مذہبی مداخلت کیوں ہے؟

حج بیت اللہ ایک مذہبی عبادت ہے جو مسلمان کہ زاد و راحلہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر فرض ہے اور جو لوگ استطاعت نہیں رکھتے ان پر تو فرض نہیں لیکن اگر حج ادا کریں تو یقیناً ان کا حج بھی عبادت اور موجب ثواب ہے پس غیر مستطیع اصحاب کو روکنا ایک عبادت سے روکنا ہے اور یہی مذہبی مداخلت ہے بہت سے لوگ جن کے پاس جانے کے لئے جہاز کے کرایہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا مگر وہ زیارت بیت اللہ کے شوق میں اخلاص قلب کے ساتھ جاتے ہیں اور کسی صنعت و حرفت کے ذریعے سے وہاں روپیہ حاصل کرکے نہ صرف گزارہ کرتے ہیں بلکہ واپسی کا کرایہ بھی مہیا کرلیتے ہیں بہت سے لوگ وہاں رہنے اور واپس نہ آنے یا ایک سال دو سال کے بعد واپسی کے ارادہ سے جاتے ہیں بہت سے لوگ بعد فراغ حج دیگر بلاد اسلامیہ کی سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں ایسے تمام لوگوں پر واپسی کا ٹکٹ لازم کردینا ان کے ایک نیک کام اور عبادت کے ارادے میں مشکلات پیدا کرنا اور روکنا نہیں تو اور کیا ہے۔

قانون زیر تجویز مسلمانوں کے لئے بیحد مضر ہے

حجاج کی جو تعداد واپس نہیں آتی اس میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو حج کر کے دیگر بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے لئے چلے جاتے ہیں دوسرے وہ جنہوں نے ہمیشہ کے لئے یا ایک طویل مدت کے واسطے حجاز میں اقامت کرلی تیسرے وہ جو بیماری یا کسی دوسری وجہ سے انتقال کر گئے گزشتہ سال تقریباً پانچ چھ ہزار ہندوستانی حاجی وفات پاگئے تھے اور ہر سال اس قسم کے واقعات کم و بیش آتے رہتے ہیں ان تمام لوگوں کا کرایہ واپسی ضائع یا مثل ضائع شدہ کے سمجھنا چاہئے۔

اعداد و شمار کے لحاظ سے نقصان عظیم

اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ تقریباً بیس ہزار ہندوستانی حاجی حجاز کو جاتے ہیں اور اگر کرایہ واپسی ......فی کس ہو تو بیس ہزار حاجیوں کا جمع شدہ کرایہ پندرہ لاکھ روپیہ ہوتا ہے اور نادار حاجی جو جدہ میں رہ جاتے ہیں ان کی اوسط تعداد ایک ہزار انکے لئے واپسی کے کرایہ کی مقدار بحساب..... فی کس پچھتر ہزار روپیہ ہوتی ہے ان اعداد و شمار کے لحاظ سے اب نقصانات ملاحظہ فرمایئے۔

پہلا نقصان

ایک ہزار حاجیوں کی ناداری کے تاوان میں انیس ہزار حاجیوں پر ایک ایسی پابندی عائد کی جاتی ہے جسے وہ مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی ناداری کے نتائج رفع کرنے کے لئے سبیل کی جائے نہ یہ کہ اس کا وبال اس سے بیس گنی جماعت اور عام حجاج پر ڈال دیا جائے۔

دوسرا نقصان

ان ایک ہزار نادار حجاج کے کرایہ واپسی (پچھتر ہزار روپیہ) کو محفوظ کرنے کے لئے انیس ہزار حاجیوں سے ۴ لاکھ پچیس ہزار روپیہ دو تین مہینے اور بعض حالات میں چار مہینے پہلے وصول کر لینا کون سے تجارتی، اقتصادی، انتظامی اصول کی رو سے جائز ہے میں پوچھتا ہوں کہ یہ چار لاکھ پچیس ہزار تو ایسے مستطیع اصحاب کا ہے، جن کی واپسی میں کوئی خطرہ ہی نہیں تھا تو یہ روپیہ جہازراں کمپنی یا گورنمنٹ کے افسر مجاز نے تین چار مہینے پہلے کس حق سے ان حجاج سے وصول کیا اور اتنی بڑی رقم کو ایک عرصہ دراز تک اپنے قبضہ میں رکھ کر خود فائدہ اٹھایا اور حجاج کو خسارہ اور نقصان پہنچایا۔

تیسرا نقصان

تجربہ شاید ہے کہ حج کو جانے کے وقت جہازوں کے کرایہ کی شرح زیادہ ہوتی ہے اور واپسی میں بسا اوقات بہت کم کرایہ ہو جاتا ہے اکثر ایسا ہوا ہے کہ جاتے وقت... روپیہ دیکر حاجی گئے ہیں اور واپس میں.... دیکر آئے ہیں پس واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے میں حاجیوں کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ان کو جاتے وقت کی زیادہ شرح کرایہ کے موافق واپسی کا کرایہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور واپسی کے وقت کمی کرایہ کی صورت ان کے لئے مسدود ہو جائے گی کمپنیاں کرایہ کم نہ کریں گی کیونکہ یا تو وہ بذریعہ واپسی ٹکٹ کے پہلے ہی پورا کرایہ وصول کر چکی ہوں گی یا ان کو اطمینان ہو گا کہ باقی ماندہ حجاج کا روپیہ حسب شرح سابق جمع ہے۔

پس اگر.... روپیہ شرح کرایہ سے بیس ہزار حاجی آتے تو ان کو چار لاکھ روپیہ ادا کرنا ہوتا لیکن قانون زیر تجویز کے بموجب ان کو پندرہ لاکھ روپے پہلے ہی دینا ہو گا یعنی گیارہ لاکھ روپیہ کا حاجیوں کو نقصان ہو گا جو جہاز راں کمپنی ان سے ناحق وصول کرے گی۔

مسودہ قانون واپسی ٹکٹ قطعاً نامعقول ہے

پس یہ مسودہ قانون کسی طرح معقول اور قابل قبول نہیں کیونکہ ایک ہزار حجاج کی ناداری اول تو کوئی جرم نہیں کیونکہ بسا اوقات ناداری ایسے اسباب سے پیدا ہو جاتی ہے جس میں حاجی بیچارے قطعاً معذور بے گناہ ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ان کی مجرمانہ کوتاہی بھی ہے تاہم ایک ہزار کی کوتاہی میں انیس ہزار پر پابندی عائد کر دینی اور ان سے چودہ لاکھ پچیس ہزار کی رقم خطیر دو یا تین یا چار مہینے پہلے جمع کرا لینی کسی طرح معقول نہیں یہ کہنا کہ چونکہ ابتدا میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون شخص ناداری میں پڑا رہ جائے گا اور کون نہیں اس لئے مجبوراً سب پر ٹکٹ واپسی لازم کرنے کا قانون بنانا پڑتا ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ ریل میں بہت سے لوگ مقدار معین سے زیادہ اسباب لے جاتے ہیں یا اپنے ہمراہیوں کے ٹکٹ کم لیتے ہیں یعنی بجائے چار ٹکٹوں کے تین ہی لئے اور راستہ میں چیکر یا منزل مقصود کا ٹکٹ بابو انہیں پکڑ کر باقی کرایہ مانگتا ہے اور بسا اوقات مجرم کے پاس ادائے مطالبہ کے لئے کچھ نہیں ہوتا اور گھنٹوں جھگڑا رہتا ہے اور ملازمین ریلوے کو سخت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے پس اگر اس کے انسداد کے لئے ایسا قانون بنایا جائے کہ ہر مسافر جو ٹکٹ خریدے وہ ایک خاص مقدار کی مزید رقم بھی جمع کر دے تاکہ اس کی کوتاہی یا خیانت ثابت ہونے پر اس رقم سے ریلوے کا مطالبہ وصول کیا جا سکے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قانون کو کوئی ذی رائے آدمی معقول قرار دے سکتا ہے۔

جس طرح ریلوے کے ایسے خائن اور دیدہ دلیر مسافروں کی ان حرکات کا انسداد ضروری ہے

مگر اس کا یہ طریقہ نہیں کہ تمام شریف اور بے گناہ مسافروں سے بلاوجہ روپیہ وصول کیا جائے اسی طرح جدہ کے معذور نادار حجاج کی تکلیف رفع کرنے کی فکر بھی ضروری ہے مگر اس کا یہ طریقہ معقول نہیں کہ بلاوجہ تمام مستطیع حجاج پر ایک خلاف مذہب پابندی عائد کردی جائے اور ان کا چودہ پندرہ لاکھ روپیہ دو تین مہینے پہلے بلاوجہ جمع کرالیا جائے اور واپسی میں کرایہ کی کمی کے فائدے کو مسدود کر کے دس گیارہ لاکھ روپیہ کا صریح نقصان پہنچایا جائے۔

اگر گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی اس مشکل کا کوئی معقول حل نہیں کرسکتے تو میں جو تجویز اس مضمون کے آخر میں ذکر کروں گا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے مجھے امید ہے کہ وہ تجویز اس مشکل کا بہترین حل کردے گی۔

بعض ممبران اسمبلی کے شبہات کا جواب

اس کے بعد بعض ممبران اسمبلی کے ان شبہات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے ناچیز جوابوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

پہلا شبہ

حج ان ہی لوگوں پر فرض ہے جو زاد و راحلہ پر قادر ہوں یعنی کھانے پینے کے علاوہ جانے اور واپس آنے میں ریل، جہاز، اونٹ وغیرہ سواریوں کے کرایہ پر بھی قدرت رکھتے ہوں(۱) پس جب کہ ان کے پاس واپسی کا کرایہ موجود ہوگا (جیسا کہ شرعی حکم ہے) تو جمع کردینے یا واپسی کا ٹکٹ خریدنے میں کوئی نئی پابندی عائد نہ ہوئی بلکہ اسی پابندی کو جو شریعت نے مقرر کردی ہے عمل میں لایا گیا اور اگر ان کے پاس جانے کے وقت واپسی کا کرایہ نہیں ہے تو ان پر حج فرض نہیں ہے پس اگر وہ اس پابندی کی وجہ سے نہ جاسکے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ شریعت نے بھی ان پر حج فرض نہیں کیا ہے لہذا قانون نے ان کو کسی مذہبی فرض سے نہیں روکا اس لئے اس قانون کو مذہبی مداخلت کہنا درست نہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

اگرچہ کئی معزز ممبران اسمبلی اس شبہ میں گرفتار ہیں اور اس کو قوی ترین شبہ سمجھتے ہیں مگر میں ان سے پورے غور و تامل کی درخواست کرتا ہوا جواب عرض کرتا ہوں

---

(۱) الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدر واعلی الزاد، والراحلة، فاضلاً عن المسکن مما لا بدمنه، و عن نفقه عیاله الی حین عوده، وکان الطریق أمنا (هدایة، کتاب الحج ۱/۲۳۱ ط شرکة علمیه ملتان)

مذہبی مداخلت

ایک لفظ ہے جو اکثر مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے مگر جہاں تک میرا خیال ہے اس کے مفہوم پر پوری طرح غور نہیں کیا جاتا۔

بعض حضرات تو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف فرائض سے روکنے کو مذہبی مداخلت کہتے ہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ مذہب کی چند موٹی موٹی اور کھلی کھلی باتیں ہی ایسی ہیں کہ ان سے روکنا مذہبی مداخلت ہے اور بس مثلاً کسی کو نماز سے روکا جائے یا روزہ سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت ہے اور اگر مسلمان بھائی کی اعانت سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت نہیں۔

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں خیال صحیح نہیں ہیں مذہبی مداخلت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی کے مذہب میں مداخلت کی جائے یعنی کسی مذہبی حکم کے خلاف ایسا حکم دیا جائے جو مذہبی حکم سے متصادم ہو اور ٹکرا جائے یہی تصادم اور ٹکر مداخلت ہے' عام اس سے کہ وہ مذہبی حکم کسی چیز کی فرضیت یا مسنونیت یا استحباب یا اباحت کا ہو یا حرمت و کراہت کا مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی مثال

ظہر کی نماز کے متعلق مذہبی حکم یہ ہے کہ وہ ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اس کے خلاف اگر کوئی یہ حکم کرے کہ ظہر کی نماز کو مسنون کہو یا مستحب سمجھو یا اباحت کے قائل ہو تو یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ اس میں اس حکم دینے والے نے ظہر سے منع نہیں کیا لیکن اس کا حکم مذہبی حکم سے متصادم ضرور ہے اس لئے مذہبی مداخلت ہے(۱)

دوسری مثال

شریعت میں دنبہ کی قربانی مباح یا مستحب ہے(۲) اگر کوئی مسلمانوں کو حکم دے کہ تم دنبہ کی قربانی کو فرض سمجھو اور لازمی طور پر دنبہ کی قربانی کرو تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہے کیونکہ اس کا یہ حکم شرعی حکم سے ٹکراتا ہے اور مسلمانوں کے اس اختیار کو جو شریعت نے دیا تھا باطل کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک مباح یا مستحب سے روکا نہیں بلکہ اس کی تاکید کی ہے۔

---

(۱) بلکہ فرض کو مستحب کہنے والا فرضیت کے انکار کے طور پر بغیر کسی تاویل کے کہے تو کفر ہے

(۲) قال والا ضحیة من الابل' والبقر' والغنم' لا نها عرفت شرعاً ولم تنقل التضحیة بغیرها الخ (ھدایة' کتاب الاضحیة ٤/٤٤٨ ط ملتان)

تیسری مثال

شریعت نے مسلمانوں کے لئے ختنہ مسنون کیا ہے(۱) اگر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے قانون بنادے کہ ختنہ نہ کریں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ حکم شریعت کے حکم سے ٹکراتا ہے، حالانکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فرض سے روکا گیا ہے کیونکہ ختنہ فرض نہیں ہے۔

چوتھی مثال

ہر مسلمان کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ شراب کی حرمت بیان کرے اور لوگوں کو اس کے استعمال سے روکے ،لیکن اگر کوئی حکومت قانون بنائے کہ کوئی مسلمان شراب کی حرمت بیان نہ کرے ورنہ مجرم ہوگا تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ قانون شرعی حکم سے ٹکراتا ہے شریعت ہر مسلمان کو تبلیغ اور اظہار حرمت شراب کی اجازت دیتی ہے (۲) اور یہ قانون روکتا ہے حالانکہ ہر مسلمان کے ذمہ حرمت شراب فرض نہیں۔

پانچویں مثال

اگر آج قانون بنایا جائے کہ مسلمان عمامہ نہ باندھیں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی اگرچہ عمامہ باندھنا مسنون ہے فرض نہیں ہے (۳)

چھٹی مثال

بعض مقامات میں مسلمانوں کو اذان کہنے سے روکا جاتا ہے یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ نماز کے لئے اذان سنت ہے فرض نہیں (۴)

ساتویں مثال

نماز سنت و نفل گھر میں افضل ہے مگر مسجد میں بھی جائز ہے اگر حکومت قانون بنائے کہ

---

(۱) لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا یمکن ترکها الخ (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر، والمس ۳۷۱/۶ ط سعید)

(۲) صرف اجازت ہی نہیں بلکہ ضروری ہے بواسطہ آپ ﷺ کے اللہ نے حکم دیا بلغ ما انزل الیک من ربک الآیة اور آپ ﷺ نے حکم دیا " بلغوا عنی ولو آیة " جس میں حرمت شراب کی تبلیغ بھی داخل ہے فقط

(۳) جاء رجل الی ابن عمر فقال، یا ابا عبدالرحمن، العمامة سنة، فقال، نعم (عمدة القاری، کتاب اللباس، باب العمائم ۳۰۷/۲۱ ط ادارة الطباعة المنیرة، دمشق)

(٤) الاذان سنة للصلوات الخمس، والجمعة، لا سواها، للنقل، المواتر الخ (هدایة، کتاب الصلوة، باب الاذان ۸٦/۱ ط ملتان)

مسلمان مسجد میں صرف فرض پڑھا کریں اور سنت و نفل گھر جاکر پڑھیں مسجد میں جو سنت و نفل پڑھے گا وہ مجرم ہو گا یا مثلاً فرض کے بعد فوراً زبردستی مسجد کو سنت و نفل پڑھنے والوں سے خالی کرالیا جائے تو اگرچہ نماز سنت و نفل گھر میں مستحب ہے(۱) مگر یہ قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہے اس لئے یقیناً مذہبی مداخلت میں داخل ہو گا۔

اسی طرح سینکڑوں مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں جن کو ہمارے معزز ممبران بھی مذہبی مداخلت کہنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ مذہبی مداخلت کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہو وہ مذہبی مداخلت میں داخل ہو گا۔

اب حج کے متعلق دیکھئے یہ صحیح ہے کہ شریعت مقدسہ نے حج اسی شخص پر فرض کیا ہے جو زادوراحلہ کی استطاعت رکھتا ہو اور جو لوگ کہ زادوراحلہ پر قادر نہیں شریعت ان پر حج فرض نہیں کرتی(۲) لیکن شریعت کا حکم یہ نہیں ہے کہ ان کے لئے حج کرنا ناجائز ہے بلکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ حج کو جانا ان کے لئے جائز بلکہ مستحسن ہے اور جب کہ وہ اخلاص قلب کے ساتھ جسمانی مشقت برداشت کر کے حج کریں تو زیادہ ثواب کے مستحق ہیں ہاں اگر وہ خود ارادہ نہ کریں یا ان کو نہ جانے کا مشورہ دیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن جبراً روکنا یا روکنے کے اسباب پیدا کرنا یقیناً مذہبی مداخلت ہے کیونکہ جس شخص کو شریعت حج کی اجازت دیتی ہے اسکو یہ قانون روکتا ہے یا روکنے کے ذرائع پیدا کرتا ہے اور یہی مصادمت اور قانون کا حکم شرعی سے ٹکرانا ہے۔

پس جو ممبران اس وجہ سے کہ غیر مستطیع پر حج فرض نہیں اس کو حج سے روکنے کو مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے کیا براہ کرم بتائیں گے کہ اگر مساجد میں قانوناً اذان بند کردی جائے یا قانوناً نماز تراویح یا سنتوں اور نفلوں کے لئے مساجد بند کردی جائیں یا کوئی حکومت (کسی طبی یا غیر طبی اصول کی بناپر) سنت ختنہ کو قانوناً روک دے تو یہ مذہبی مداخلت ہو گی یا نہیں۔

دوسرا شبہ

جب کہ ہندوستانی حاجی واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں اور جہاز کی سواری پر ہی واپس آنا چاہتے ہیں تو اس قانون کا مفاد اسی قدر ہوا کہ خود ان کے ارادہ واختیار سے پسند کئے ہوئے طریق (یعنی واپسی اور طریق واپسی) کے لئے ایک اطمینانی صورت پیدا کرلی پس جس طرح کہ جاتے وقت ان سے جہاز کا کرایہ لینا (اس لئے کہ وہ جانے کے بعد جہاز کا استعمال کریں گے) مذہبی مداخلت نہیں ہے اسی طرح واپسی کا ٹکٹ لازم کردینا یا رقم جمع کرالینا (اس لئے کہ وہ جہاز کو واپسی میں بھی استعمال کریں گے) مذہبی

---

(۱) یہ بھی اس وقت ہے جب کہ گھر میں اطمینان اور یکسوئی کیساتھ پڑھ سکتا ہو ورنہ آج کل تو آدمی گھر جاکر بھول ہی جاتا ہے

(۲) دیکھیں صفحہ ۳۳۲ حاشیہ نمبر ا

مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

دوسرے شبہ کا جواب

بے شک جہاز کو استعمال کرنے کے لئے کرایہ لینا کسی حال میں مذہبی مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہے مگر قانون زیر تجویز میں صرف یہی چیز نہیں ہے کہ جہاز کو استعمال کرنے کا کرایہ لیا جائے بلکہ اس کے علاوہ ایک زائد پابندی بھی ہے وہ یہ کہ واپسی کے وقت دو تین ماہ پہلے کرایہ واپسی ادا کرو اور جب تک واپسی کا کرایہ ادا نہ کرو جانے بھی نہیں دیا جاتا، حالانکہ واپسی میں جہاز کا استعمال بلکہ خود واپسی بھی ابھی یقینی نہیں ہوتی اور یہ یقیناً مداخلت اور رکاوٹ ہے اگر جانے کیلئے بھی ایک کافی مدت پہلے ٹکٹ خریدنے یا کرایہ جمع کر دینے کی پابندی عائد کر دی جائے مثلاً قانون اسی طرح بنایا جائے کہ صرف وہی حاجی حج کو جا سکے گا جو جہاز جانے کے لئے جہاز کی روانگی سے تین ماہ پیشتر جانے کا کرایہ جمع کر دے یا اسی قدر پہلے ٹکٹ خریدے اور کسی جہاز میں کوئی ایسا حاجی روانہ نہ ہو سکے گا جس نے تین ماہ پہلے ٹکٹ نہ خریدا ہو یا کرایہ جمع نہ کر دیا ہو یقیناً یہ بھی مذہبی مداخلت اور رکاوٹ ہو گی ظاہر ہے کہ جہاز یا ریل کو استعمال کرنے پر اس کا کرایہ لینا تو تجارتی اور اقتصادی اصول کے مطابق مسلمہ مسئلہ ہے مگر استعمال سے دو تین مہینے پہلے کرایہ لے لینا اگر مداخلت اور رکاوٹ اور ناقابل برداشت پابندی عائد کرنا نہیں تو کیا ہے۔

تیسرا شبہ

جب تک واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے کی ممانعت کسی قرآنی آیت سے پیش نہ کی جائے اس وقت تک یہ مذہبی مداخلت نہیں ہو سکتی۔

تیسرے شبہ کا پہلا جواب

یہ شبہ تمام شبہات سے زیادہ خطرناک اور افسوسناک ہے خطرناک اس لئے کہ اس میں شبہ کرنے والے نے قرآن پاک سے دلیل مانگ کر بظاہر اپنی قرآن دانی اور عامل بالکتاب ہونے کا دعویٰ کیا جو ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں شبہ ڈال سکتا ہے کہ یہ مسودہ قانون قرآن پاک کے خلاف نہیں ہے اور اس کو مذہبی مداخلت کہنے کے لئے کتاب اللہ میں کوئی دلیل نہیں اور افسوسناک اس لئے کہ اس سے شبہ کرنے والوں کے اصول اسلامیہ سے ایسی گہری اور عمیق ناواقفیت کا پتہ لگتا ہے جو علمی و عقلی شہرت پر نہایت بدنما دھبہ ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کیا ان معزز ممبروں نے قرآن پاک میں اذان کی بندش، قربانی کی بندش، نفل نماز کی مسجد میں پڑھنے کی بندش، ختنہ کی بندش، تمام مذہبی امور خیر کی بندش کے مذہبی

مداخلت ہونے کی تصریحات آیات قرآنیہ میں پڑھ لی ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آیات بتائی جائیں اور اگر تصریحات نہیں ہیں تو کیا یہ تمام بندشیں ان کے نزدیک مذہبی مداخلت نہیں ہیں اگر کہا جائے کہ ہاں نہیں ہیں تو اسلام کا خدا حافظ ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ سب باوجود قرآن پاک میں صراحۃً مذکور ہونے کے مذہبی مداخلت میں داخل ہیں تو پھر وجہ بیان کی جائے کہ یہ سب کیوں مذہبی مداخلت ہیں اور غیر مستطیع کو حج سے روکنا کیوں مذہبی مداخلت سے خارج ہے۔

تیسرے شبہ کا دوسرا جواب

قرآن پاک میں فرمایا ہے **ارأیت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلیٰ** (۱) یعنی کافروں کی مذمت میں حضرت حق نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ وہ بندگان خدا کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور اس نماز میں فرض اور نفل سب شامل ہیں اسی لئے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اوقات مکروہ میں بھی نماز پڑھنے والوں کو اس آیت کے خوف سے نہیں روکا کہ کہیں میرا شمار مانعین نماز میں نہ ہو جائے (۲) اسی طرح حق تعالیٰ نے فرمایا **و صدعن سبیل اللہ و کفر بہ والمسجد الحرام الخ** (۳) تفسیر خازن و فتح البیان وغیرہما میں سبیل اللہ کی تفسیر حج کے ساتھ کی ہے یعنی حج سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجد حرام (کی زیارت) سے روکنا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور حضرت حق نے فرمایا **و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ** (۴) یعنی اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکے تفسیر فتح البیان میں ہے کہ لوگوں کو مسجد میں نماز و تلاوت و ذکر اللہ و تعلیم کے لئے آنے سے روکے (۵) (ملاحظہ ہو تفسیر فتح البیان)

اور جب کہ ہر عبادت اور امر خیر سے روکنا (خواہ وہ فرض ہو یا نفل) سخت گناہ اور ظلم قرار دیا گیا ہے تو ایسے تمام ذرائع جو رکاوٹ پیدا کرتے ہوں اپنے درجات کے موافق گناہ اور ظلم اور مذہبی مداخلت میں داخل ہوں گے۔

---

(۱) العلق ۹-۱۰

(۲) یروی ان علیاً رای فی المصلی اقواما یصلون قبل صلاة العید، فقال مارایت رسول الله ﷺ یفعل ذالك، فقیل له، الا تنها هم، فقال اخشی ان ادخل تحت قوله ارایت الذی ینهی عبد اذا صلی، فلم یصرح بالنهی (تفسیر غرائب القرآن علی هامش، جامع البیان ۱۲/۱۲۸ ط دار المعرفة، بیروت)

(۳) البقرة ۲۱۷

(٤) البقرة ۱۱٤

(۵) یمنع مساجد الله ای من یاتی الیها للصلوٰة، والتلاوة، والذکر و تعلیمه الخ (فتح البیان ۱/۲۰۷ ط مطبعة العاصمة، شارع الفلکی، القاهره)

انسداد مصائب کی تدابیر

گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی کی جانب سے کہا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اچھا اگر یہ قانون نہ بنایا جائے اور واپس کا کرایہ پہلے وصول نہ کر لیا جائے تو اس مصیبت کا کیا علاج ہے جو جدہ میں نادار حاجی خود بھی اٹھاتے ہیں اور اہل جدہ کو بھی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔

(اس وقت اس سے قطع نظر کر کے کہ آیا فی الحقیقت گورنمنٹ کا مقصود یہی ہے کہ نادار حجاج کی تکلیف رفع کرنے کی صورت نکالی جائے یا یہ صرف کہنے کی بات ہے کہ مقصود کچھ اور ہے کیونکہ ہندوستان میں لاکھوں آدمی بھوک اور فاقہ سے مر رہے ہیں، ہزاروں گداگری کا پیشہ رکھنے والے مخلوق کو ستاتے ہیں، لیکن ان تمام مصائب کے رفع کرنے کے لئے مہربان گورنمنٹ کبھی توجہ نہیں کرتی، مگر اس کو ہزار بارہ سو نادار حجاج کے جدہ میں پڑے رہنے سے اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے حج کے لئے جانے میں قانونی رکاوٹیں ڈالنے کے لئے بے چین ہے)

میں اس سوال کے جواب میں اپنی ناچیز شخصی رائے کا اظہار کرتا ہوں اگر اہل الرائے اس کے ساتھ اتفاق کریں تو یہ مشکل رفع ہو جائے گی جیسا کہ سابق الذکر اعداد و شمار سے ثابت ہوا ہے کہ جہاز راں کمپنیاں ہندوستان کے حجاج سے آمد و رفت میں تقریباً تیس لاکھ روپیہ کرایہ کا وصول کرتی ہیں اور اس مقدار میں کئی لاکھ روپیہ خالص منافع ہوتا ہوگا۔

گورنمنٹ نے متعدد تجارتوں میں خاص خاص قیود و شرائط کے لائسنس مقرر کئے اور خاص خاص ٹیکس لگائے ہیں پس اگر گورنمنٹ جہاز راں کمپنیوں پر یہ شرط عائد کر دے کہ حجاج سے جس قدر کرایہ کمپنی وصول کرے اس میں سے فی روپیہ چھ پائی گورنمنٹ کو ادا کرے اور یہ رقم گورنمنٹ نادار حجاج کے جدہ لانے اور ان کی دوسری ضروریات میں خرچ کرے اگر صرف جانے یعنی ایک ہی طرف کے کرایہ میں سے ۶ پائی فی روپیہ وصول کر لیا جائے تو بیس ہزار حاجیوں کے کرایہ (بحساب فی کس) کی رقم پندرہ لاکھ روپے میں سے ۴۶۸۷۵ روپیہ حاصل ہو جاتا ہے جو واپسی میں کمی کرایہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حجاج کو لانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

کمپنیاں حجاج کے ذریعہ سے لاکھوں روپے کا نفع حاصل کرتی ہیں تو اتنی رقم ان سے لینا نہ کوئی ظلم ہے، نہ ان کے تجارتی حقوق میں مداخلت ہے اور اس صورت میں واپسی کے وقت کرایہ کی کمی کا فائدہ بھی حجاج کو پہنچنے کی امید رہتی ہے اور مذہبی مداخلت سے بھی امن ہو جاتا ہے اگر اسی کے ساتھ گورنمنٹ ناداری کے ان اسباب کو رفع کرنے کا بھی انتظام کرے جو کمپنیوں کے اعلان تاریخ اور پھر التوائے روانگی جہازات اور اضافہ کرایہ وغیرہ کے متعلق ہیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مصیبت نہایت آسانی سے دفع ہو سکتی ہیں میں نے مختصر طور پر اس مسئلہ کے پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے ضرورت ہوئی تو آئندہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کروں گا۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

خاوند کے مالدار ہونے سے بیوی پر حج فرض نہیں ہوتا

(سوال) والد صاحب نے ایک مہاجن سے کچھ قرضہ لیا تھا جو کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک معقول رقم ہو گئی جب اس کی ادائیگی نہیں ہوئی تو ڈگری ہو گئی جب اس کے اجرا کی نوبت آئی تو میرے چھوٹے بھائی نے اپنے ایک دوست سے دست گرداں ڈگری کا روپیہ ادا کر دیا میرے بھائی نے کوشش کی کہ کسی طرح انکے دوست کا روپیہ واپس ہو جاتا مگر نہیں ہوا یہاں تک کہ ڈگری کی میعاد گزر گئی ایک روز انہوں نے اظہار ناخوشی میں کھانا چھوڑ دیا جب مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں جس طرح سے ممکن ہو گا میں اس روپے کو رفتہ رفتہ کر کے واپس کروں گا میرا قصد حج کرنے کو جانے کا تھا مگر تاوقتیکہ روپیہ نہ ادا ہو جائے گا نہ جاؤں گا میں نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر میں نہیں جانتا کہ ایک مسلمان حج پر اسی طرح کے قرضہ کو مقدم کر سکتا ہے یا نہیں اس کے بعد میں نے کچھ روپیہ قرضہ میں ادا کر دیا مگر اسی درمیان میری بھانجی بہت سخت علیل ہوئی اور اس کا انتقال بھی ہو گیا اس کی علالت میں میں نے اپنی حیثیت سے بہت زیادہ روپیہ خرچ کیا اس وجہ سے قرض کی ادائیگی بند ہو گئی اور اب تک بند ہے میں اس کے جاری کرنے کا قصد کر رہا ہوں میرا روپیہ تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ اسی قدر ہے جو کہ میرے اور میری بیوی کے حج کے لئے کافی ہو اور اسی قدر روپیہ قرض بھی ادا کرنا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۶۷ محمد عبدالصبور صاحب (بنارس) ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٠٤) یہ قرضہ نہیں ہے (۱) جو مانع وجوب حج ہو لیکن اگر حج فرض نہیں ہو چکا ہے تو آپ اس قرضہ میں روپیہ ادا کر سکتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے روپیہ جمع ہونے کی نوبت نہ آئے جس کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے نیز عورت (یعنی بیوی) کو حج کرانا تو کسی حال میں بھی فرض نہیں (۲) جو روپیہ کہ اس کو حج کرانے میں خرچ کرنے کا ارادہ ہے وہ ادائیگی قرضہ میں خرچ کرنا جائز بلکہ افضل ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غلط نام اور پتہ بتا کر حج پر جانا

(سوال) لوگ اس وقت اپنا غلط نام، پتہ اور ولدیت لکھوا کر اور بتلا کر حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں کیونکہ دہلی کا کوٹہ ختم ہو چکا ہے اس لئے دوسرے صوبوں کے کوٹہ سے لوگ جا رہے ہیں۔

(۱) بتایا جائے کہ اس صورت سے حج کے لئے جانا چاہیئے یا نہیں (۲) نیز کیا ایسی صورت میں اگر ہم نہ جائیں تو ہم گناہ گار تو نہیں ہوں گے اور حج ہم پر فرض ہے یا نہیں المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (دہلی) ۵-۹-۱۹۴۶

---

(۱) جو حوائج اصلیہ میں داخل ہو بلکہ یہ ایک تبرع شمار ہو گا

(۲) عورت پر حج اس وقت فرض ہو گا جب اسکے پاس اپنا مال اتنا ہو جس سے شرائط حج پوری ہوں اور یہاں تو مال شوہر کا ہے

(۳) عورت پر حج کرنا واجب نہیں اور بھائی پر قرض کی ادائیگی واجب ہے لہذا واجب کی ادائیگی میں معین بننا غیر واجب کے مقابلے میں افضل ہے

(جواب ۴۰۵) غلط نام اور پتہ لکھوا کر اور بتا کر حج کو جانا درست نہیں اگر جھوٹ بول کر نہ جائیں تو گناہ گار نہ ہوں گے (۱) حج فرض ہے تو آئندہ سال ادا کر لینا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حج کا ارادہ کر کے پھر ترک کرنا

(سوال) ایک دیندار اور محتاج بزرگ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ پختہ کر چکے تھے لیکن جنتری سے معلوم ہوا کہ اب کے سال ۹ ذی الحجہ جمعہ کا دن پڑے گا اور سعودی گورنمنٹ غالباً اس دن حج ہونے نہیں دیتی سوال یہ ہے کہ کیا حج کا ارادہ اب کے سال فسخ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ اگر ۹ ذی الحجہ کو یوم الحج ہو اور سعودی گورنمنٹ اپنی عادت کے مطابق روک دے تو کیا دس تاریخ کو حج ہو جائے گا ایک کتاب فتاویٰ عثمانی جلد نمبر ۲ کتاب الحج والزیارۃ مصنفہ مولوی منور الدین دہلوی میں لکھا ہے کہ عرفہ کا دن زوال آفتاب کے وقت سے عید کے روز صبح ہونے سے پہلے تک ہے (نزد امام اعظم)

المستفتی نمبر ۲۰۷۴ علیم اللہ صاحب انصار (گورکھپور) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰۶) حج کا ارادہ فسخ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ خبر کہ سعودی گورنمنٹ جمعہ کے دن حج ہونے نہیں دیتی سراسر جھوٹ اور افترا ہے عرفہ کا دن تو غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے مگر حج میں وقوف عرفات کے لئے زوال آفتاب ۹ ذی الحجہ سے قبل طلوع الفجر (۱۰ ذی الحجہ) وقت ہے (۲) غالباً کتاب الحج والزیارۃ کی عبارت کا یہی مطلب ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
عورت بغیر محرم سفر نہ کرے

مالدار عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو حج فرض نہیں

(سوال) ایک عورت حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتی ہے زاد راہ وغیرہ سب اس کے پاس موجود ہے مگر اس کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اپنے ساتھ کسی محرم کو لے جا سکے ایسی صورت میں اس پر حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۹۹ سعید احمد انصاری صاحب ۷ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) یندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسہ' او غیرہ (وفی الشامیۃ) و مثلہ فیما یظھر دفع الرشوۃ علی دخولہ (رد المحتار' کتاب الحج' باب الھدی' مطلب فی دخول البیت ۲/۶۲۴ ط سعید)

(۲) ومن ادرک الوقوف بعرفۃ ما بین زوال الشمس من یومھا الی طلوع الفجر من یوم النحر' فقد ادرک الحج فاول وقت الوقوف بعد الزوال عندنا الخ (ھدایۃ' کتاب الحج' فصل فی ما یتعلق بالوقوف ۱/۲۵۴ ط ملتان)

(جواب ۴۰۷) عورت بغیر محرم کے حج کو نہیں جا سکتی اور نہ اس پر حج فرض ہے(۱) لان المحرم من السبیل محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت کے حج پر جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں، البتہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے

(سوال) اگر عورت بلا اجازت مرد کے حج کو جائے تو اس کا حج قبول ہو گیا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۰۸) عورت پر اگر حج فرض ہو تو اس کو خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے مگر محرم کے ساتھ جانا ضروری ہے(۲) مثلاً عورت کا باپ، بھائی، چچا، ماموں وغیرہ(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

محرم کے بغیر عورت کا حج پر جانا درست نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک بیوہ عمر پچاس سال حج کے واسطے تیار ہے کوئی ہمراہ نہیں ہے بغیر محرم کے حج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۰۹) بغیر محرم کے عورت کو حج کے لئے جانا نہیں چاہئے اگرچہ بوڑھی عورت ہو(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) ومع زوج: وفی الشامیة: هذا، وقوله، و مع عدم عدة عليها، شرطان مختصان بالمرءة الخ (رد المحتار، كتاب الحج ۲/۴۶۴ ط سعيد)

(۲) و ليس لزوجها منعها عن حجة الاسلام (وفی الشامية) ای اذا كان معها محرم، والا، فله منعها، (رد المحتار، كتاب الحج ۲/۴۶۵ سعيد)

(۳) ومع زوج او محرم، ولو عبدا، او ذميا، او برضاع الخ (درمختار، كتاب الحج ۲/۴۶۴ سعيد) والمحرم من لا يجوز منا كحتها على التابيد بقرابة، او رضاع، او صهرية، كما فی التحفة (رد المحتار، كتاب الحج ۲/۴۶۴ سعيد)

(۴) ومع زوج، او محرم ولو عجوزا (الدر المختار، كتاب الحج ۲/۴۶۴ سعيد) لیکن اگر حج کر لیا تو ادا ہو جائے گا بکراہت تحریمی، كما فی الدر المختار، ولو حجت بلا محرم، جاز مع الكراهة" (الدر المختار، كتاب الحج ۲/۴۶۵ سعيد)

تیسرا باب
حج بدل

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے پہلے حج نہ کیا ہو

(سوال) زید کا انتقال ایسی صورت میں ہوا کہ اس نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا اور کچھ اپنا سرمایہ چھوڑ گیا ہے اب اس کے وارثین حج بدل کرانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حج کے واسطے کس آدمی کو بھیجا جائے آیا جس نے ایک بار حج کیا ہو اس کو ہی بھیجا جائے یا کہ بغیر حج کئے ہوئے آدمی کو بھی بھیجا جاسکتا ہے میت نے وصیت نہیں کی **المستفتی نمبر ۱۱۰۱ (معرفت)** فضل رحیم طالب علم مدرسہ امینیہ دہلی ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۴ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ٤١٠) اگر ایسا شخص مل سکے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو تو افضل ہے اور نہ ملے تو ایسے شخص کو بھیجنا بھی جائز ہے جس پر حج فرض نہ ہوا اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ہاں جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور وہ اپنا حج نہ کرے حج بدل کے لئے جائے تو اس کے لئے یہ مکروہ ہے(۱) **فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**، دہلی

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے پہلے حج کیا ہو

(سوال) حج بدل اپنے بھائی مرحوم کا کرانا ہے اور دریافت طلب یہ ہے کہ جو حاجی حج کیا ہوا ہو وہ جاسکتا ہے یا نہیں اس کا فتویٰ مذہب حنفی کی رو سے جو ہو تحریر فرمائیے؟ **المستفتی نمبر ۱۲۳۱** حاجی عبدالغفور خاں صاحب (ضلع رہتک) ۲۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤١١) جس شخص نے اپنا حج کر لیا ہے اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا افضل ہے لیکن اگر ایسا شخص حج بدل کے لئے جائے جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے حنفیہ کا مذہب یہی ہے(۲) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**، دہلی

حج بدل کے لئے جس شخص کو رقم دی وہ اس میں سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو؟

(سوال) زید کو ایک شخص نے اپنے متوفی کی جانب سے کچھ رقم حج بدل کے لئے بالکل دیدی اب زید اپنے عوض کسی دوسرے شخص کو حج میں بھیجنا چاہتا ہے مگر اس میں سے کچھ رقم نہیں دیتا ہے تو یہ لینا اس

(۱-۲) فجاز حج الصرورة [illegible] و غیرهم اولیٰ بعدم الخلاف، وفی الشامیة، والا فضل ان یکون قد حج من نفسه حجة الاسلام خروجاً من الخلاف، قال فی البحر، والحق انها تنزیهیة علی الآمر، بقولهم والا فضل الخ تحریمیة علی الصرورة الما مور الذی اجتمعت فیه شروط الحج، و لم یحج عن نفسه، لانه اثم بالتاخیر (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج من الغیر، مطلب فی حج الصرورة ۲/۶۰۳ ط سعید)

کا جائز ہے یا نہیں اور یہ دوسرا شخص متوفی کی طرف سے حج کر سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۹۴ علی خاں صاحب (مونگھیر) ۲۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۲) اگر رقم دینے والے نے اس قسم کی اجازت دیدی ہو کہ چاہے خود جاؤ چاہے کسی کو بھیج دو تو وہ دوسرے شخص کو بھیج سکتا ہے اور اگر یہ اجازت نہ تھی تو رقم لینے والے کو خود جانا ضروری ہے (۱) خود جائے یا رقم واپس کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے

(سوال) (۱) کسی نے اپنے وارث کو وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد فلاں شہر سے حج کرا دے لیکن وہ شخص مامور حاجیوں کا معلم ہے آج کل کے معلم لوگ متعدد لوگوں سے حج کرانے کے لئے روپیہ وصول کرتے ہیں مگر شاید ایک آدمی کی طرف سے حج ادا کرا دیتے ہیں اس لئے لوگوں کو ظن غالب ہے کہ وہ مامور شخص خائن متہم غیر متدین ہے آیا اس صورت میں وارث دوسرے شخص کے ذریعہ سے اپنے والد کا حج کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) مگر شخص مذکور بارہا تیسرے درجہ کی سواری مین آمد ورفت کرتے ہیں اور وارث کو تیسرے درجہ کا کرایہ دینے کی وسعت ہے اس سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں ہے اس صورت میں بھی وارث کو دوسرے شخص سے حج کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۲۶ محمد روح الدین صاحب (کلکتہ) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۳) (۱) دوسرے معتمد شخص سے حج بدل کرا سکتے ہیں (۲) (۲) ان کو معمول سے زیادہ صرفہ دینا جائز نہیں دوسرے شخص کو تیسرے درجے میں بھیجا جا سکتا ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے اس کے آنے تک اس کے گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے

(سوال) امسال ایک ضعیفہ نے فرض حج کی ادائیگی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور قضاء الہی سے دوچار روز ہوئے ان کا انتقال ہو گیا اب ان کے خاوند اور لڑکوں کا خیال ہے کہ مرحومہ کی جانب سے کسی کو حج بدل کے لئے لے جائیں جس کے لئے ایک غیر مستطیع ہمراہ جانے کے لئے تیار ہے مگر اس کو ایسا خیال ہے کہ اگر حج بدل

---

(۱) و تعیینه ان عینه' فلو قال ' یحج عنی فلان' لا غیره' لم یجز حج غیره' ولو لم یقل لا غیره' جاز' (الدرالمختار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۰۰ ط سعید)

(۲) کیونکہ موصی نے غیر سے حج کرانے کی نفی نہیں کی' فلو قال' یحج عنی فلان لا غیره' لم یجز حج غیره' ولو لم یقل' لا غیره' جاز (الدرالمختار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۰۰ ط سعید)

(۳) چونکہ موصی کو بھی معلوم ہوگا کہ یہ تیسرے درجے میں سفر کرتا ہے' اور وہ تیسرے درجے کے کرایے پر راضی ہوگا

کے لئے جاؤں تو دوسرے سال باوجود عدم استطاعت کے حج کے لئے جانا ضروری ہوگا کیا یہ صحیح ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ حج کے لئے جانے والے کو واپسی تک گھر کے بال بچوں کے خرچہ کا بندوبست کر کے جانا چاہئے سو مذکورہ خرچہ حج بدل کرانے والے کے ذمہ ہوگا یا جانے والا خود بندوبست کرے؟ **المستفتی** مولوی حکیم عبدالکریم قاضی کریمی، دواخانہ بھروچ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء

(جواب ٤١٤) بہتر یہ ہے کہ حج بدل کو وہ شخص جائے جو خود حج کر چکا ہو اور اگر ایسا آدمی دستیاب نہ ہو تو ایسا شخص بھی جا سکتا ہے جس نے حج نہیں کیا(۱) اس کے اوپر حج جب فرض ہوگا جب اس کے پاس مصارف ہوں ورنہ وہ اپنا حج نہ ادا کرنے کا گناہ گار نہ ہوگا۔

اس کے گھر والوں کو واپسی تک مصارف دینا بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو حج بدل کے لئے لے جاتا ہے اور جانے سے آنے تک کے تمام مصارف سفر لے جانے والے کے ذمہ ہوں گے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حج کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ

(سوال) ما قولکم ایھا العلماء الکرام (۱) حاج عن الغیر یعنی فرض حج بدل کے لئے جانے والا قبل اشہر الحج مکہ معظمہ جانا چاہے تو میقات پر کس نیت سے احرام باندھے ظاہر ہے کہ افراد و تمتع و قران میں سے بوجہ اشہر الحج نہ ہونے کے کسی کا احرام نہیں باندھ سکتا اب صرف عمرے کے احرام سے داخل حرم ہو سکتا ہے اور وہاں پہنچ کر ارکان عمرہ سے فارغ ہو کر مقیم ہو جائے اور یوم الترویہ تک حلال رہے پھر اہل مکہ کی میقات (حرم) سے حج کے احرام کی نیت سے ارکان حج ادا کرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حج مکی ہوا یا آفاقی (میقاتی) اگر مکی ہوا تو عن الغیر سے فرض ساقط ہو گا یا نہیں؟

تتبع کتب فقہ سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج عن الغیر میں حج میقاتی یعنی میقات آمر سے حج کی نیت ہونی چاہئے اور صورت مسئولہ میں میقات آمر سے نیت حج نہ پائے جانے کی وجہ سے حج میقاتی نہ ہوا بلکہ مکی ہوا تو آمر کی جانب سے فرض حج ساقط نہ ہوگا عبارات ذیل ملاحظہ ہوں (۱) وقد سبق ایضا ان من شرط الحج عن الغیر ان یکون میقاته افاقیا و تقران بالعمرة ینتھی سفرہ الیھا و یکون حجه مکیا (عدۃ ارباب الفتویٰ مصری ص ۱۰)(۳) (۲) قال فی شرح مناسك ملتقی الابحر و من شرائط جواز النیابة ان یحرم النائب من میقات الأمر اذا لحلق و اما اذا قید بمحل فمن میقات ذلك المحل (فتاویٰ الاسعدیه (۴) مصری جلد اول ص ۲٤)

(۱-۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۴۲ حاشیہ نمبر ۱، ۲

(۳) کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ص ۱۰ المطبعة الکبری الامرسیه، مصر

(٤) لم اطلع علیه

(۳) العاشر ان یحرم من المیقات ای من میقات الامر یشمل المکی وغیرہ فلو اعتمر وقد امرہ بالحج ثم حج من عامہ لا یجوز الخ (شرح مناسک لعلی القاری) (۱)

(۲) اگر آمر بذات خود یا اس کے ورثہ یا وصی مامور کو اجازت دے کہ وہ قبل اشہر الحج میقات سے عمرہ کے احرام کی نیت سے داخل حرم ہو اور عمرہ سے فراغت کے بعد مقیم ہو جائے اور پھر موسم حج میں مکی حج کرلے تو اجازت کے بعد یہ حج مسقط فرض عن الغیر ہوگا یا نہیں ؟

(۳) عموماً مسائل سے ناواقف لوگ حج کے لئے مامور بناتے ہیں کوئی تفصیل سمجھتا سمجھاتا نہیں کہ اشہر حج کے قبل ہو تو عمرہ کی نیت سے جانا اور حج کا زمانہ ہو تو افراد یا تمتع یا قران کرلینا بلکہ مطلق حج کے لئے مامور بناتے ہیں اور اطلاق کے وقت میں حسب تصریح فقہا (وینصرف مطلق الامر الیہ ای الی الحج قبل اشہر الحج) عمرہ کی نیت اور زمانہ حج میں قرآن یا تمتع کی نیت یقیناً آمر کے خلاف ہوگی تو اس صورت میں یہ حج آمر کی طرف سے ہوگا یا مامور کی طرف سے ؟

(۴) صورت مسئولہ میں اگر مامور موسم حج میں مکہ معظمہ سے واپس آکر میقات آمر (یلملم) سے حج کا احرام باندھے پھر حرم میں داخل ہو کر ارکان حج ادا کرے تو یقیناً حج میقاتی ہوگا تو کیا ایسا کرنا ضروری ہے ؟ (اور ایسا کرنا حاجی کی قدرت سے بظاہر خارج ہے) یا صرف مکی حج ادا کرنا کافی ہوگا ؟

(۵) میقات آمر سے حج کی نیت کی شرط سے فقہ کے اکثر متون و شروح متداولہ و کثیر فتاوی خالی ہیں و نیز مولانا عبد الشکور لکھنوی مصنف علم الفقہ نے حج بدل کی شروط ضروریہ میں اس شرط کو شمار نہیں کیا اور اخیر میں یہ بھی لکھ دیا کہ ان شروط کے علاوہ احناف کے نزدیک اور کوئی شرط نہیں (۲) و نیز علامہ قاری نے بھی شرط عاشر کے تحت میں اس پر اشکال وارد کر دیا کہ میقات امر سے اصل حج کے لئے ہی شرط نہیں ہے تو حج بدل کے لئے کیسے شرط ہوگا (۳) و نیز یہ شرط موجب حرج عظیم ہے جو ظاہر ہے تو اب شرط ضروری ہے یا نہیں ؟ بینوا بالدلیل

(جواب ۴۱۵) خاکسار کے پاس عدۃ ارباب الفتوی اور فتاوی اسعدیہ موجود نہیں ہے اپنے پاس کی موجودہ کتابوں میں جہاں تک میں نے غور کیا مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قران اور تمتع کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ متمتع میقات سے عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور پھر عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے اور مکہ سے حج کا احرام باندھتا ہے اور اس کا حج مکی ہوتا ہے پس اگر حج عن الغیر کی صحت اس بات پر مشروط ہوتی کہ اس کا احرام میقات آمر سے باندھا جائے تو حاج عن الغیر کے لئے تمتع کی اجازت نہ ہوتی ہاں اگر آمر نے اجازت نہ دی ہو تو حاج عن الغیر تمتع نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو ضامن ہوگا یعنی اس کا یہ

---

(۱) مطلب فی جواز اخراج البدل من مکۃ عند قلۃ النفقۃ ص ۲۹۲ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر

(۲) حصہ پنجم مسائل حج و عمرہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا ص ۵۷۹-۵۸۱ ط دار الاشاعت کراچی

(۳) المناسک لعلی القاری مع الشرح، مطلب فی جواز اخراج البدل من مکۃ عند قلۃ النفقۃ ص ۲۹۲ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر

حج جو تمتع بدل کیا ہے آمر کی طرف سے واقع نہ ہوگا لیکن اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میقات آمر سے احرام باندھا جانا شرط تھا بلکہ عدم جواز کی وجہ مخالفت آمر ہے اور جب کہ آمر نے صرف حج کا امر کیا ہو تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کہ آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو تو اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کردیا ہے اور اس صورت میں نہ صرف تمتع بلکہ قران کو بھی مخالفت آمر کی مد میں شمار کیا ہے حالانکہ قارن کا حج آفاقی ہے نہ مکی **یصیر مخالفا بالقران او التمتع کما مر (درمختار)** (۱) **ودم القران و التمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفاً فیضمن انتهی (درمختار)** (۲) اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قران یا تمتع کرے تو جائز ہے ہاں دم قران و تمتع خود اس کے ذمے ہے پس حاج عن الغیر اگر اشہر حج سے پہلے جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آمر کی اجازت سے میقات سے حج کا احرام نہ باندھے بلکہ عمرہ کا احرام باندھے اور اسی احرام سے اشہر حج شروع ہونے کے بعد مثلاً شوال کی پہلی تاریخ کو عمرہ ادا کرے اور پھر احرام کھول دے اور یوم ترویہ میں حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرلے حج کے مہینوں سے پہلے تمتع کے عمرے کا احرام باندھنا جائز ہے مگر تمتع کا عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں یعنی پورا عمرہ یا اس کا اکثر حصہ اگر اشہر حج سے پہلے ہو جائے گا تو تمتع صحیح نہ ہوگا **لا یشترط کون احرام العمرة فی اشهر الحج (رد المحتار)** (۳) **فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامه کان متمتعا (درمختار)** (۴) **و بکونه فی اشهر الحج و لیس بقید بل لو قدمه صح بلا کراهة (ردالمحتار)** (۵) ان عبارتوں سے معلوم ہو گیا کہ تمتع کے عمرہ کا احرام قبل اشہر الحج صحیح ہے اور جب کہ عمرہ کا اکثری حصہ اشہر حج میں ادا ہو تو تمتع صحیح ہے اور اس احرام کی اشہر حج پر تقدیم مکروہ بھی نہیں اور حاج عن الغیر کے لئے آمر کی اجازت سے تمتع جائز ہے (۶) پس اشہر حج سے پہلے جانے والا میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور اشہر حج میں عمرہ ادا کرے اور پھر آمر کی طرف سے حج ادا کرے تو عبارات منقولہ بالا کی رو سے اس میں کوئی قباحت نہیں عبارات منقولہ سوال میں حج آفاقی کی شرط میرے خیال میں اسی بنا پر ہے کہ اس میں آمر سے قران یا تمتع کی اجازت نہ لی گئی ہو بلکہ اس نے مطلق حج کا امر کیا ہو تو ایسا حج بے شک حج آفاقی ہونا چاہئے اگرچہ بالتخصیص میقات آمر کی شرط اس میں بھی محل غور ہے۔

(۱-۲) کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲/۶۱۲ ط سعید

(۳-۴) کتاب الحج' باب التمتع ۲/۵۳۵ ط سعید

(۵) کتاب الحج' باب التمتع ۲/۵۳۶ ط سعید

(۶) و دم القران' والتمتع' والجنایة علی الحاج ان اذن له الآمر بالقران' والتمتع' والا فیصیر مخالفا' فیضمن (الدر المختار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲/۶۱۱ ط سعید)

رہی یہ بات کہ ورثہ یا وصی کی اجازت بھی آمر کی اجازت کی طرح معتبر ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت تو بلا شبہ معتبر ہے کیونکہ وصیت بالحج کو فقہا نے آمر کی طرف سے تبرع بالمال قرار دیا ہے اور اسی لئے اگر میت نے حج کی وصیت کی ہو اور وصی کسی وارث کو حج بدل کے لئے روپیہ دیدے تو اس میں باقی ورثہ کی اجازت کو شرط جواز قرار دیا ہے چنانچہ در مختار و شامی میں اس کی تصریح ہے[1] اور دلیل یہی بیان کی ہے کہ وارث کو حج بدل کے لئے روپیہ دینا گویا تبرع بالمال ہے جو وارث کے حق میں بلا اجازت دیگر ورثہ کے جائز نہیں ہے اور جب کہ وارث اجازت دے دیں تو حاج عن المیت تمتع یا قران کر سکتا ہے کیونکہ اس میں کچھ ذرا زیادہ قیام کا صرف زیادہ ہو گا اور وہ وارث کی جانب سے اجازت دے دینے پر جائز ہو جائے گا البتہ وصی کی اجازت میں کلام ہے کیونکہ وصی کو تبرع بالمال کا اختیار نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت اس زیادتی صرفہ کے لئے معتبر نہ ہو گی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

ترجمانی کے لئے مکہ گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازمی نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) زید، عمر کے درمیان یہ گفتگو ہوئی کہ ہم دونوں ممالک اسلامیہ مصر، بیت المقدس، وغیرہ کی زیارت اور حج کے لئے چلیں چونکہ عمر عربی داں ہے زید نے عمر سے کہا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا آپ کی وجہ سے مجھے سہولت ہو گی لہذا سفر خرچ آپ کا بھی میں برداشت کروں گا یہ بات طے کر کے دونوں روانہ ہو گئے اول حج کو گئے کئی ماہ پیشتر مکہ مکرمہ پہنچے ایک عرصہ کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ تم کو میرے باپ کی طرف سے حج بدل کرنا ہو گا عمر نے کہا کہ تم نے مجھ سے مکان پر یا دوران سفر میں بالکل نہیں کہا اگر وہاں کہتے تو میں چاہتا تو آتا یا نہ آتا اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں کہا اور میرا تمہارا اقرار ہے کہ مدینہ طیبہ چلیں گے لہذا تم مجھے مدینہ طیبہ لے چلو میں تمہارے باپ کی طرف سے حج بدل کروں گا زید نے اول تو انکار کیا پھر بہت کچھ کہنے سننے کے بعد کہا کہ میں ایک سال تک عرب میں رہوں گا ۶ ماہ بعد مدینہ جاؤں گا میرے ساتھ چلنا اور ممالک اسلامیہ نہیں جاؤں گا اور زید طرح طرح سے خرچ کی تکلیف دینے لگا ؟

(جواب ٤١٦) جب کہ زید نے پہلے حج بدل کا ذکر نہیں کیا تو عمرو پر لازم نہیں کہ وہ حج بدل کرے[2]

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) قلت، وقد منا ان الوارث ليس له الحج مال الميت الا ان تجيز الورثة، وهم كبار، لان هذا مثل التبرع بالمال (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ۲/۶۰۶ ط سعيد)

(۲) کیونکہ بات تو مطلق ہوئی تھی بلکہ عربی داں ہونے کی وجہ سے اپنی سہولت کی خاطر ساتھ لیا تھا

چوتھا باب
پیدل جانا

حج فرض فوراً ادا کیا جائے

(سوال) (۱) ہندوستان سے ہر پانچ قدم پر بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے پاپیادہ باوجود استطاعت سفر حج کیسا ہے؟ (۲) سواری کی استطاعت رکھتے ہوئے پیدل سفر کرنا (۳) ہر پانچ قدم پر اپنے ذمہ دو رکعت نفل لازم کر لینا (۴) بند جگہ کے بجائے کھلی جگہ بیچ راستہ سے ہٹ کر نفل پڑھنا (۵) تکلیف ما لا یطاق کے تحمل کا بلا ضرورت ارادہ کرنا (۶) اگر یہ سفر حج فرض ہے تو اسی سال ہونا چاہئیے اور اگر نفل ہے تو یہاں سے زیادہ وہاں کی مسجد میں نفل کا ثواب ہے اور شوق کا تقاضا ہے کہ جلد سے جلد پہنچے ایسی صورت میں جب کہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھی جائے یہ سفر تقریباً بیس سال میں طے ہو گا

المستفتی نمبر ۱۲۱ محمد ظہور خاں ضلع فتح پور (یوپی) ۳ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۴۱۷) نمبر ایک سے نمبر ۵ تک سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں اگر اخلاص سے ادا کی جائیں تو موجب ثواب ہو سکتی ہیں لیکن ریاؤ نمود اور اکتساب شہرت کے لئے ہوں تو موجب وبال ہوں گی (۱) نمبر ۶ کے جواب میں اول کا تو وہی جواب ہے جو سائل نے خود ہی لکھا ہے کہ حج فرض عام اول ہی میں ادا کرنا چاہئیے اور باوجود استطاعت اپنے کسی اختیاری فعل سے اس میں تاخیر نہ کرنی چاہئیے (۲) مگر شق دوم کا جواب یہ ہے کہ بصورت اخلاص ریاضت نفس و تزکیہ باطن کے لحاظ سے حج نفل میں یہ صورت فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ریاؤ نمود سے بچنا اس میں بہت مشکل ہے (۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا

(سوال) ایک صاحب حج کے واسطے پیدل جا رہے ہیں اور قدم یا دو قدم چل کر نفل پڑھتے ہیں اسی طریقہ سے ان کا ارادہ ہے کہ مکہ شریف تک پہنچ کر حج کریں ان سے کہا گیا کہ کسی ولی پیغمبر نے ایسا حج

---

(۱) یہ عمل صرف جائز ہے 'افضل پھر بھی نہیں' کیونکہ ایسے موقعوں پر زیادہ تر ریاؤ نمود کا غالب اندیشہ ہوتا ہے لہذا اسے ترک کرنا ہی اولیٰ و افضل ہے

(۲) علی الفور فی العام الاول عند الشافعي، واصح الروایتین عن الامام، و مالك، واحمد فیفسق وترد شهادته بتاخیره (الدر المختار، کتاب الحج ۲/ ۴۵۶، ۴۵۷ ط سعید)

(۳) ریاؤ نمود سے نہ بچنے کی زندہ مثال شیخ سعدیؒ نے اپنی کتاب بوستان میں ذکر فرمائی ہے مندرجہ ذیل اشعار میں ملاحظہ فرمائیں
شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز، چناں گرم رو در طریق خدائی، کہ خار مغیلاں نکندے ز پائی، بآخر ز وسواس خاطر پریش پسند آمدش در نظر کار خویش تلبیس ابلیس در چاہ رفت کہ نتواں ازیں خوب تر راہ رفت آخر میں فرماتے ہیں
باحسانے آسودہ کردن دلے، بہ از الف رکعت بہر منزلے (بوستان مترجم، باب دوم ص ۸۵ ط میر محمد کتب خانہ)

نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ میری والدہ کا حکم ہے اسی طرح حج کرو یہ جائز ہے یا ناجائز ؟ **المستفتی نمبر ۸۵۷** حاجی محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۸) ایسا حج اگر مخلصانہ نیت اور ارادہ سے ہو، شہرت اور ریا مقصود نہ ہو اعلان و تشہیر نہ کی جائے تو فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ان عوارض سے بچنا مشکل ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ فعل بجائے ثواب کے موجب مواخذہ ہو جائے(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**،

حج کے لئے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز مگر غیر اولیٰ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) زید اپنے گھر سے عازم حج بیت اللہ ہو کر چلتا ہے اور ہر پانچ یا سات قدم پر سر راہ مصلی بچھا کر اور جوتا پہنے پہنے نماز پڑھتا ہے اور شہرت کے لئے اشتہارات شائع کرتا اور اخبارات میں مضامین بھیجتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۴۱۹) حج کی فرضیت کے لئے یہ شرط ہے کہ مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچنے کے لئے روپیہ ہو اور سفر کے ضروری مصارف اور واپسی تک اہل و عیال کے نفقہ کی رقم بھی رکھتا ہو (۲) جس کے پاس اتنی رقم نہ ہو کہ وہ سواری پر جاسکے اس پر پیدل جاکر حج کرنا فرض نہیں لیکن اگر کوئی شخص پیدل حج کرے تو ناجائز بھی نہیں مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو تاکہ راستہ کی تکلیف سے دل تنگی اور دشواری پیش نہ آئے اور یہ پیدل جانا محض ثواب اور رضائے الٰہی کے لئے ہو شہرت اور ناموری مقصود نہ ہو (۳) اپنے اس فعل کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ شہرت دینا ناجائز ہے کہ اس میں سوائے شہرت کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے جن بزرگوں نے ایسے کام کئے ہیں انہوں نے حتی الامکان چھپانے کی سعی کی ہے اور اس کی غرض بھی ریاضت اور قہر نفس ہے نہ کہ اتباع سنت کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ پیدل حج کیا اور نہ ترغیب دی بلکہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کروں گی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا **مروھا فترکب** (۴) کہ اس کو کہو کہ سواری پر جائے نیز حضور ﷺ نے ایسے دشوار اور مشقت کے کام اختیار کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ **خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا** (۵) رہا ہر قدم یا چند قدم پر نماز پڑھنا تو یہ بھی اگرچہ فی نفسہ

---

(۱) لیکن چونکہ والدہ کا حکم ہے اور جائز امور میں بقدر استطاعت والدین کا حکم ماننا ضروری ہے اس لئے اس طرح حج کے لئے جا سکتا ہے

(۲) الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدر واعلی الزاد، والراحلۃ فاضلا عن المسکن، ومالا بدمنہ، و عن نفقۃ عیالہ الی حین عودہ، وکان الطریق اٰمنا (ھدایۃ، کتاب الحج ۲۳۱/۲ ط شرکت علمیہ، ملتان)

(۳) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گزشتہ ملاحظہ کریں۔

(۴) ترمذی، ابواب النذور، والایمان باب فیما یحلف بالمشی ولا یستطیع ۲۸۰/۲ ط سعید

(۵) مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، وقصرھا، باب فضیلۃ العمل الدائم ۲۶۷/۱ ط سعید

جائز ہے مگر اس میں بھی نفس کو ریاو عجب سے محفوظ رکھنا سخت دشوار ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ہی اسلم واحوط ہے اور بر سر راہ مصلی بچھا کر نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے(۱) رہگزر سے علیحدہ ہو تو خیر۔
یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی اسی لئے امور شاقہ فرض نہیں فرمائے لیکن کسی خاص مصلحت دینیہ سے نفس کو مقہور کرنے اور ریاضت کی نیت سے کوئی دشوار بات کوئی شخص اختیار کرلے تو بشرطیکہ وہ ریاؤ شہرت و ناموری و مقبولیت کی نیت سے پاک ہو جائز ہے مگر اس کو طریق سنت اور افضل نہ سمجھا جائے کیونکہ افضل وہی مراد ہے جو پورے شوق و رغبت اور نشاط سے ہو خواہ تھوڑا ہو **لیصل احدکم نشاطہ** (۲) کا حکم اسی پر شاہد ہے بزرگوں کے پیادہ سفر حج کو دلیل بنانا بھی درست نہیں کہ ان جیسا خلوص، صفائے قلب بھی میسر نہیں دوسرے ان کے یہ افعال، مصالح مخصوصہ پر بطور ریاضت مبنی تھے نہ یہ کہ جادہ مسلوکہ فی الدین یہی تھا واللہ اعلم بالصواب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پانچواں باب
ناجائز روپے سے حج کرنا

زنا سے حاصل شدہ مال سے تجارت اور حج کرنا

(سوال) (۱) کسی عورت کے خریدے ہوئے مکان میں بودوباش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تجارت کرسکتے ہیں یا نہیں (۲) اور کسی عورت کے نقد مال سے کچھ تجارت کر کے اس مال کے نفع میں سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی عورت نے اپنے نقد مال کو زائل کر کے یعنی عین شے کسی اور شخص کو دیکر اس کے بدلہ میں اور مال اسی شخص سے لیکر حج کرے تو کیا یہ حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۱۱۴۷** (بدست عبدالرزاق متعلم، مدرسہ ہذا) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۰) کسی اور زانیہ عورت نے زنا سے جو مال کمایا ہے اور اس مال کے ذریعہ سے جائیداد حاصل کی وہ سب خبیث ہے اس سے نفع اٹھانا ناجائز ہے اس مال سے تجارت کرنا بھی خباثت سے خالی نہیں (۳)

---

(۱) وتکره الصلاة فی الطریق (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات ص ۱۹۶ ط قدیمی)

(۲) مسلم، کتاب صلاة المسافرین، و قصرها، باب فضیلة العمل الدائم ۲۶۶/۱ ط سعید

(۳) لیکن اگر ناجائز مال سے بھی حج کرے تو اس کے ذمے سے فرض ادا ہو جائے گا۔
قوله، کالحج بمال حرام، قد یقال ان الحج نفسه الذی هو زیادة مکان مخصوص الخ لیس حراما، بل الحرام هو انفاق المال الحرام، ولا تلازم بینهما، کما ان الصلاة فی الارض المغصوبة تقع فرضا، وانما الحرام مشغل امکان المغضوب، مع انه یسقط الغرض عنه معها (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فیمن حج بمال حرام ۴۵۶/۲ ط سعید)

ہاں اگر وہ کسی شخص سے قرض لے اور اس قرض لئے ہوئے روپے کو کسی کو دیدے اور وہ شخص اس سے تجارت کرے تو یہ تجارت جائز ہوگی اور اسی طرح قرض لئے ہوئے مال سے حج کر سکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چھٹا باب
حج نفل

کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دیدیا

(سوال) میری والدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں گی تو میں ایک ایسے آدمی کو حج کراؤں گا جس نے حج نہ کیا ہو اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا فرمائی اب میں نے ایک شخص کو تجویز کر کے یہاں سے دہلی لکھا مگر انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ ایک ایسے شخص کثیر الاولاد ہیں بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے' لہذا بجائے میرے حج کرانے کے ان کو روپیہ دیدیجئے تاکہ اس رقم سے یہ کچھ کام کاج کرلیں اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں مگر میری دلی تمنا ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہئے المستفتی نمبر ۱۱۲۸ سلطان احمد صاحب (کلکتہ) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۱) اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کر سکتے ہیں یعنی کسی کو حج کرادیں اور دوسری صورت اختیار کرنا یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دے دینا جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی ہو یہ بھی جائز ہے جو صورت آپ پسند کریں اس کی شرعی اجازت ہے اولیٰ اور بہتر دوسری صورت ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے

(سوال) ایک بیوہ عورت نے اس ارادے سے اپنا زیور اور کچھ رقم جمع کر کے رکھا تھا کہ زیور کو فروخت کر کے اور رقم مذکور کو ملا کر جب اس قدر رقم ہو جائے جو سفر حج کے لئے کافی ہو تو سفر حج کروں گی لیکن

---

(۱) اس صورت میں سقوط فرض کے ساتھ استحقاق اجر وثواب بھی ہوگا

(۲) بخلاف النذر المطلق' فانه لا يجوز تعجيله (وفى الشامية) اما تاخيره' فيصح الانعقاد السبب قبله' وكذا يظهر منه انه لا يتعين فيه المكان' والدرهم' والفقير (ردالمحتار' كتاب الصوم' باب ما يفسد الصوم' وما لا يفسده ۴۳۷/۲ ط سعيد)

کل رقم اس مقدار کو نہ پہنچی جو سفر حج کے لئے کافی ہو اس لئے اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اس رقم موجودہ میں سے اپنی ضرورت کے موقع پر کچھ خرچ بھی کرتی رہی اب وہ بقایا رقم کو اور زیور کو فروخت کر کے اپنے کھانے پینے میں صرف کر سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور

(جواب ۴۲۲) وہ روپیہ اس کی ملک ہے جس کام میں چاہے خرچ کرے اپنے کھانے پینے اور ہر کام اور ہر ضرورت میں خرچ کر سکتی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ساتواں باب

فصل اول احرام

محرم آدمی سانپ، بچھو، کوا، گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے

(سوال) محرم کو حالت احرام میں کن کن موذی جانوروں کا مارنا جائز ہے اور ان موذی جانوروں کو بغیر حملہ کرنے پر بھی مار سکتا ہے یا نہیں زید کی حالت احرام میں گرگٹ پر نظر پڑی گرگٹ حملہ آور نہیں ہوا، لیکن زید نے گرگٹ کو مار ڈالا ایسی حالت میں زید مجرم قرار دیا جائے گا یا نہیں اگر مجرم ہے تو اس کو ایک گرگٹ کا کتنا جرمانہ ادا کرنا چاہئے اگر زید نے کسی سے امداد لی ہے تو وہ مدد کرنے والا بھی مجرم ہو لیا نہیں ؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب تاجر (بازار بلیماران دہلی)

(جواب ۴۲۳) ان جانوروں کو محرم بغیر حملہ کے مار سکتا ہے سانپ، بچھو، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، چوہا، مچھر، پسو، چیچڑی، گرگٹ(۲) پس صورت مسئولہ میں گرگٹ کے مارنے سے اس پر کوئی کفارہ یا جزا لازم نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل دوم سنگ اسود

حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اسے بوسہ دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے

(سوال) سنگ اسود کا بوسہ کیوں دیتے ہیں اور کون کہاں سے لایا، المستفتی نمبر ۱۲۰۱ غلام ربانی عباسی صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۶ستمبر ۱۹۳۶ء

---

(۱) اگر یہ رقم حج کے لئے کافی ہوتی ہو تب بھی اس رقم کا خرچ کرنا جائز تھا، البتہ اس کے ذمے حج فرض ہو جاتا، لیکن چونکہ رقم پوری نہیں ہوئی اس لئے جو چاہے کر سکتی ہے، کیونکہ حج فرض ہی نہیں ہوا

(۲) ولا شئی بقتل غراب الا العقعق علی الظاهر .... وحداة .... و ذئب، و عقرب و حیة، وفارة، و کلب عقور .... و وزغ، وز نبور، وذباب، و قنفذ، و صرصر الخ (الدر المختار، باب الجنایات ۲/ ۵۷۰ ط سعید)

(جواب ٤٢٤) سنگ اسود کو بوسہ دینا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے یہ پتھر جنت سے آیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حجر اسود کا بوسہ محبت کی وجہ سے ہے تعظیم کے لئے نہیں.

(سوال) حجر اسود کے بارے میں بکر کہتا ہے کہ پتھر پتھر ہے مثلاً ایک بت ہے وہ بھی پتھر ہے ایک قبر ہے وہ بھی پتھر ہے جس سے مبتدعین بوسہ قبور کا جواز بھی لیتے ہیں۔ **المستفتی نمبر ۲۵۷۴** سیٹھ عبدالرحمٰن (بمبئی) ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب ٤٢٥) حجر اسود ایک پتھر ہے حضرت عمرؓ نے اس کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے **اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول الله ﷺ یقبلك ما قبلتك** (۲) یعنی میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور آخرت میں بھی وہ محشور ہوگا اور بوسہ دینے والوں کے حق میں شہادت دے گا بوسہ دینا صرف محبت کی وجہ سے تھا نہ کہ اس کی تعظیم یا عبادت کی بنا پر اور محبت کی وجہ اس کا جنت کی نشانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

آٹھواں باب
متفرقات

مطاف پر چھت بنانا.

(سوال) ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے چھت بناؤں اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں ہے۔ **المستفتی نمبر ۱۵۸۷** موسیٰ یعقوب مایت (جوہانسبرگ) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٢٦) مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی دلیل تو ہماری نظر میں نہیں مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو

---

(۱) عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ' نزل الحجر الاسود من الجنة' وهو اشد بیاضا من اللبن' فسودته خطایا بنی آدم (ترمذی' ابواب الحج' باب ماجاء فی فصل الحجر الاسود ۱/۱۷۷ ط سعید)

(۲) ترمذی' ابواب الحج' باب ماجاء فی تقبیل الحجر ۱/۱۷٤ ط سعید)

برس سے جو ہیئت مطاف کی قائم ہے اس کو بدل دیا جائے(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

حج پر بنائی گئی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے .

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۹ء)

(**سوال**) ایک فلم ”حج فلم“ کے نام سے تیار کی گئی ہے جس میں خانہ کعبہ کے گرد حاجیوں کو طواف کرتے دکھایا گیا ہے اس فلم کا دیکھنا دکھانا کیسا ہے ؟ **المستفتی** شبیر حسن ' عبدالوہاب **محمد رفیق**

(**جواب ۴۲۷**) چلتی پھرتی تصویریں فلم پر دیکھنا محض لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہے تصویر سازی حرام ہے اور تصویر بینی اور تصویر نمائی اعانت علی الحرام' اس لئے فلم خواہ حج کے منظر کی ہو' بنانی اور دیکھنی دکھانی سب ناجائز ہے **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

حاجیوں کو مبارک باد دینا جائز ہے .

(سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۴ء)

(**سوال**) حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر کچھ لوگ واپس وطن تشریف لائے مبارک باد پیش کرنے کے لئے مسلمانوں کی جانب سے ایک جلسہ ہوا' ایک صاحب نے مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے داخلہ حرم کی بابت اپنے رسول اللہ ﷺ کو **لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الخ** (۲) کہہ کر مبارک باد دی ہے اس لئے میں بھی زائرین بیت الحرام کو ان کی اس خوش قسمتی پر مبارک باد دیتا ہوں قرآن کی متذکرہ بالا آیت پڑھ کر اس طرح مبارک باد دینا کوئی گناہ تو نہیں ؟

(**جواب ۴۲۸**) کوئی گناہ نہیں **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

غلط نام بتا کر حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا مگر جھوٹ بولنے کا گناہ ہو گا .

(**سوال**) دہلی کا کوٹہ ختم ہو جانے کی وجہ سے زید دوسرے صوبہ سے اپنا نام ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج کو جانا چاہتا ہے حج فرض ہو یا نفلی اس طرح جانا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** حاجی محمد داؤد دہلی یکم ستمبر ۱۹۴۶ء

(**جواب ۴۲۹**) جھوٹ بول کر غلط بات بتا کر اور لکھوا کر جانا جائز نہیں **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**

حج تو ہو جائے گا مگر زید جھوٹ کا مرتکب رہے گا۔ محمد یونس غفرلہ' مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب دہلی

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ بنانے کی گنجائش ہے

(۲) الفتح : ۲۷

ہوالموفق۔ بیشک حج ہو جائے گا مگر جھوٹ کی سزا ضرور لازم آئے گی۔ فقط محمد مظفر احمد غفر لہٗ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

حضرت مفتی اعظم قبلہ کا جواب صحیح ہے۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ دہلی

الارجوزة السجنيه

للعلامة الاديب الاريب المفتى الاعظم مولانا محمد كفايت الله

نهضنا بتضحية تدوم دماء ها ١ تلوح على اذيال حزب التعلل
نعالج من دهر مضاض تعبد ٢ لقوم غشوم ذى مكائد حيَل
اذلوا فئتا من اعزة قومنا ٣ لهم عزة زهراء كالنجم فى عل
بذلنا نفوسا ما جدات و كل ما ٤ حويناه من مال و عز مبجل
ارقنا دماءً من عروق نقيةٓ ٥ تلوح على مرالدهور كعندل
وجربت اهل السجن ممن له يد ٦ تمكن من تنكيس حر مبجل
يظنون نطوى الكشح عما نريده ٧ و نخشى عصيا او بنادق جحفل
ولسنا بمجتنبين عما نعده ٨ فرائض ايمان و تقوىٰ مكمل
٩ عزائمنا صم صميم عقودها
فليست بواهية ولا هى تنجلى

ترجمہ ازواصف

(١) ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ایسی قربانیاں دینے کے لئے جن کے خون بہلادے دینے والے گروہ کے دامنوں پر ہمیشہ نمایاں رہیں گے (٢) ہم طویل زمانے سے ایک ایسی قوم کی غلامی کی اذیت جھیل رہے ہیں جو غاصب اور بڑی مکار چال باز ہے (٣) جنہوں نے ہماری قوم کے معزز خاندانوں اور جماعتوں کو ذلیل کیا جو ایسی روشن عزت کے مالک تھے جیسے بلندی پر ستارہ (٤) ہم نے جنگ آزادی میں اپنی بڑی بڑی محترم جانیں قربان کی ہیں اور اپنی گاڑھی کمائی اور عزت و عظمت لٹائی ہے (٥) ہم نے پاکیزہ رگوں میں سے کلاں، سر بلند قامت اونٹ کی طرح (عزت و سربلندی کے ساتھ) خون بہائے ہیں جو مرور ایام کے باوجود نمایاں رہیں گے (٦) مجھے جیل خانے کے ان لوگوں کا تجربہ ہے جن کو کوئی اختیار حاصل ہے وہ معزز احرار قوم کی تذلیل کر کے عہدے حاصل کرتے ہیں (٧) وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد سے پہلو تہی کریں گے اور پولیس کے لاٹھی چارج اور فوج کی فائرنگ سے ڈر جائیں گے (٨) حالانکہ ہم جس چیز کو اپنا ایمانی و ملی فریضہ سمجھتے ہیں اس سے ہٹنے والے نہیں ہیں (٩) ہمارے عزائم نہایت مستحکم ان کی بندشیں بہت مضبوط ہیں وہ کمزور ہونے والی اور کھل جانے والی نہیں ہیں

فرہنگ اصطلاحات

الف

احوط۔ قریب باحتیاط، جواز کی دوبرابر کی صورتوں میں سے وہ صورت جو تقویٰ کے قریب تر ہو۔

استخفاف۔ حقیر سمجھنا

احتضار۔ نزع کاوقت، موت کے فرشتوں کا قبض روح کے لئے حاضر ہونا

اطراء۔ کسی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا

اضطرار۔ ایسے حالات کا پیدا ہوجانا کہ جان کے ہلاک ہوجانے کا یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کا یقین ہوجائے

اجماعی مسئلہ۔ وہ عقیدہ یا حکم جس پر صحابہؓ وائمہ مجتہدینؒ متفق ہوں۔

الہام۔ خدا کے نیک بندوں کے دل میں خدا کی طرف سے جو کوئی بات ڈالی جاتی ہے اسے الہام کہتے ہیں یہ وحی کے بعد کا درجہ ہے مُلہِم اسم فاعل مُلہَم اسم مفعول

ادلہ اربعہ شرعیہ ۔ چار شرعی دلیلیں جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہے۔ اول قرآن مجید، دوم حدیث شریف، سوم اجماع امت، چہارم قیاس (اجتہاد)

احناف۔ حنفی کی جمع۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین

اتفاقاً۔ متفقہ طور سے، بالاتفاق

استدلال۔ دلیل پکڑنا یعنی کسی مسئلہ مطلوبہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش کرنا

احتجاج۔ حجت پکڑنا یعنی کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ایسی صاف اور واضح دلیل پیش کرنا جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کردے۔

اسرائیلیات۔ زمانہ ماقبل اسلام کے پیغمبروں، امتوں، ملکوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والی وہ روایات و حکایات جو اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے منقول ہیں۔

الحاد۔ بے دینی، ملحد اس کا اسم فاعل ہے

اجل۔ وقت مقررہ یا میعاد۔ واضح ہو کہ اجل کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے موت کے معنی مراد لے لیتے ہیں

ب

برزخ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ

ت

تعزیر۔ سزا دینا، کسی جرم کی وہ سزا جو حاکم اسلام اپنی صوابدید اور رائے سے تجویز کرے اور شرعاً اس کی کوئی خاص سزا مقرر نہ کی گئی ہو۔

تکفیر۔ کفر کا حکم لگانا

تاویل۔ لفظ مشترک کے چند معانی محتملہ میں سے بقرائن ایک معنی کو ترجیح دینا (اگر وہ ترجیح اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو تاویل مقبول ہے ورنہ تاویل باطل)

تاجیل۔ میعاد یا وقت یا مدت مقرر کرنا یا طے کرنا

تعبیر۔ کسی مفہوم و معنی کو بیان کرنے کے لئے چند اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب بیان کو یا چند مرادف الفاظ میں سے ایک کو اختیار کرنا

تحریف۔ الفاظ یا مفہوم میں اصل مقصد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق ادل بدل کر دینا

تواتر۔ کسی بات کا اتنے کثیر راویوں کے ذریعہ سے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچنا جن کے متعلق جھوٹ کا گمان نہ ہو سکے جیسے قرآن مجید کہ ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے

تشریع۔ کسی بات کو دین قرار دینا مذہب قائم کرنا

تحدی۔ قوت مضبوطی اور دعوے کے ساتھ کسی بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا، چیلنج کرنا

تلبیس۔ جھوٹ سچ کو ملا دینا، صحیح بات کو مشتبہ کر دینا

توجیہ۔ کلام کے محمل کو بیان کرنا اور وجہ و علت کو ظاہر کرنا تاکہ اس کا اغلاق و ابہام دور ہو جائے اور دوسرے کلام سے اس کا تعارض رفع ہو جائے

تھیوری۔ (انگریزی) نظریہ

تثلیث۔ تین خدا ماننا (عیسائیوں کا عقیدہ)

ج۔

جماہیر۔ (جمہور کی جمع) مراد اسلام کے علما اور صائب الرائے لوگ

جاہلیت۔ (عہد جاہلیت) حضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

ح

حربی۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے یا رعایا

حنفیہ۔ (حنفی کی جمع) حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین

حنبلیہ۔ (حنبلی کی جمع) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین

حجت (برہان) ایسی صاف اور واضح دلیل جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے

حمد ۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا

حد ۔ جرم کی وہ سزا جو دلیل قطعی کی رو سے شرعاً ثابت اور مقرر ہو

خ

خارق عادت ۔ کوئی ایسا کام یا واقعہ جو فطرت کے عام دستور و معمول کے خلاف کسی آدمی سے بغیر اسباب و آلات کے ظاہر ہو (پیغمبر سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ اور ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت اور غیر مسلم سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں لیکن ان تینوں میں اور بھی بہت سے باریک فرق ہیں)

د

دارالاسلام ۔ وہ ملک جس میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت ہو اور اسلامی احکام و قوانین جاری کرنے پر قادر ہو۔

دارالحرب ۔ وہ ملک جس میں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو

دیانۃ ۔ وہ معاملہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو

دلیل ۔ کوئی اصول جس سے مسائل ثابت کیے جائیں

دلیل قطعی وہ دلیل جو صاف و صریح اور واضح طور پر کتاب و سنت میں موجود ہو اس میں توجیہ و تاویل کی گنجائش نہ ہو

ڈ

ڈارون تھیوری ۔ ڈارون کا نظریہ (ڈارون یوروپ کا ایک فلاسفر تھا اس نے اسلامی عقیدے کے خلاف یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسان کی آمیزش حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں نہیں ہوئی ہے بلکہ انسان پہلے ایک کیڑا تھا پھر اس نے گرگٹ وغیرہ کی شکل اختیار کی پھر تدریجاً بہت سی مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بندر کی صورت میں آیا اور بندر سے ترقی کر کے انسان بنا)

ر

ربوا ۔ ربا سود بیاج

ردّۃ ۔ ارتداد، مرتد ہونا، اسلام سے پھر جانا

ز

زجراً تنبیہاً ۔ اظہار نفرت کے طور پر

زندیق۔ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور خالق کے وجود کا قائل نہ ہو۔ زنادقہ جمع

زندقہ۔ آخرت کو نہ ماننا اور خالق کے وجود سے انکار کرنا

زمانہ جاہلیت۔ عہد جاہلیت حضور انور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

س

سیر۔ (سیرت کی جمع) سیرت کے معنی کسی شخص کی سوانح عمری مگر اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی مراد لئے جاتے ہیں سیر کے دوسرے معنی مغازی

سنت۔ حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے جو کام کئے یا کرنے کا حکم دیا (آپ کا طریقہ اور نمونہ عمل)

سماع موتی۔ مردوں کا سننا (یعنی یہ مسئلہ کہ آیا قبروں میں مردے باہر کی آواز سنتے ہیں یا نہیں ؟)

سیاست۔ کسی جرم کی سزا جو حاکم انتظاماً اپنی رائے سے جاری کرے

ش

شہود (شاہد کی جمع) گواہ

شہادتین۔ دو شہادتیں جو کلمہ شہادت میں ہیں اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت

شان نزول۔ جن حالات کی وجہ سے یا جن اسباب کی بنا پر کوئی آیت نازل ہو (سبب نزول یا موقع نزول)

شوافع۔ (شافعی کی جمع) حضرت امام شافعیؒ کے مقلدین۔

ص

صراحۃ۔ صاف واضح غیر مشتبہ طور پر

ع

عقود ربویہ۔ سودی معاملات

غ

غالی۔ کٹر متشدد

غلو۔ کٹر پن، شدت

غیر موجہ۔ وہ کلام جس میں توجیہ نہ کی گئی ہو

غنی۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب رکھتا ہو

ف

فروعی مسائل۔ جزوی مسائل ایسے مسائل جو بطریق اجتہاد اخذ کئے گئے ہوں

فقیر۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب بھی نہ رکھتا ہو

ق

قاضی۔ وہ بااختیار مسلم جج، جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور شریعت کے مطابق فیصلے کرے

قضا۔ وہ حکم یا فیصلہ جو قاضی کی عدالت سے جاری ہو۔ واضح ہو کہ قضا کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے مراد لے لیتے ہیں

قرون ثلثہ۔ مشہود لہا بالخیر یا قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر۔ وہ تین زمانے جن کے افضل اور اعلیٰ و باخیر ہونے کی شہادت مخبر صادق ﷺ نے دی آپ نے فرمایا **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم** یعنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو میرے زمانے کے لوگوں کے بعد آئیں گے پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

م

محارب۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے جو بر سر جنگ ہوں

معتوہ۔ ناقص العقل مالیخولیا زدہ آدمی

مقاطعہ۔ قطع تعلق، بائیکاٹ

منجر بکفر۔ کفر تک پہنچانے والا یعنی کوئی ناجائز کام جو کفر کے قریب قریب ہو

مجتہد فیہ۔ وہ مسئلہ جس کا حکم قرآن وحدیث میں صاف اور واضح طور پر موجود نہ ہو اور بطریق اجتہاد اخذ کیا گیا ہو

متفق علیہ۔ وہ مسئلہ جس میں ائمہ مجتہدین کی اتفاق رائے ہو

محتضر۔ وہ شخص جو نزع کی حالت میں ہو

مخبر صادق۔ سچی خبر دینے والا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ

معہود۔ ایسا کام جو اوپر سے ہوتا چلا آتا ہو

مندوب۔ مستحب

مختلف فیہ۔ وہ مسئلہ جس میں مختلف رائیں ہوں۔ ضد متفق علیہ

مُحْدَث۔ نئی ایجاد کردہ چیز اس کا مصدر احداث اور اسم فاعل محدث ہے

مُحَدِّث۔ حدیث شریف کا جید عالم

مالکیہ۔ مالکی کی جمع۔ حضرت امام مالکؒ کے مقلدین
ملہم۔ وہ شخص جسکو الہام ہو اس کا مصدر الہام اور اسم فاعل ملہم ہے
ملائکہ سیاحین۔ وہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ چلتے پھرتے رہیں اور جہاں کہیں لوگ عبادت اور وعظ و تذکیر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی گواہی دیں درود و سلام حضور ﷺ تک وہی ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں
منقبت۔ صحابہ و اہل بیتؓ کے اوصاف اور کارنامے
ملحد۔ بے دین وہ شخص جو کسی دین کا قائل نہ ہو
متخلف۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اس کا مصدر تخلف ہے
منکَر۔ وہ چیزیں یا وہ کام جن سے شریعت نے منع کیا ہے
منکِر۔ انکار کرنے والا انکار کا اسم فاعل
مضطر۔ وہ شخص جو حالت اضطرار میں ہو (دیکھو اضطرار)
متواتر۔ بطریق تواتر پہنچنے والی چیز (دیکھو تواتر)
مباشرۃ۔ عمل در آمد کرنا، عمل میں لانا، بوس و کنار کرنا، اردو کے محاورہ میں مباشرت کے معنی جماع اور وطی کرنا ہیں لیکن فقہ میں صرف بوس و کنار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
معسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب نہ ہو
موسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب ہو

ن

نص۔ حلت و حرمت کا وہ واضح اور صاف حکم جو کتاب و سنت سے ثابت ہو اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔
نظم قرآن۔ مراد قرآن شریف کی عبارت
نعت۔ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرنا (خاص کر اشعار میں)

و

واجب الہدم۔ ڈھادینے کے لائق۔ جس کا ختم کر دینا ضروری ہو
وظیفہ۔ فرض، ڈیوٹی

خلاصہ مکتوبہائے گرامی

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دارالتالیف (مانڈروایا کھگڑیا ضلع مونگیر)

کفایت المفتی موصول ہوئی جناب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اس ناچیز کو یاد رکھا کتاب دیکھ کر بے اختیار زباں پر یہ شعر آگیا۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست   آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

آپ نے یہ بڑا کام کیا کہ برسوں کی صبر آزما محنت سے مرتب کیا اور طباعت کے مرحلے تک پہنچایا جزاکم اللہ فی الدارین خیراً حضرت مفتی صاحبؒ کی روح مسرور ہوگی اور دعاگو ہوگی یہ آپ کی ایسی خدمت ہے کہ آپ کی زندگی کی تاریخی یادگار رہے گی آپ ہی کی مستعدی اور شب و روز کی محنت سے یہ گرانمایہ علمی خزانہ مرتب ہوا اور ہم ایسے کم سوادوں کو استفادہ کا موقع نصیب ہوا علمی دنیا آپ کے اس کارنامہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی اور خراج تحسین ادا کرے گی اللہ تعالیٰ آپ کی اس بے بہا خدمت کو قبول فرمائے اور آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان غنی صاحب دارالافتائے بہار (پھلواری شریف ضلع پٹنہ)

کفایت المفتی کا پیکٹ ملا آپ نے حضرت مفتی اعظمؒ کے فتاویٰ کی ترتیب و طباعت کا کام انجام دیکر ایک عظیم ترین علمی و دینی خدمت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور بہترین جزاعطا فرمائے کہ آپ نے علم دین و فقہ کا ایک مستند ذخیرہ عام مسلمانوں کے حوالہ کردیا اور اصحاب فتویٰ کے کاموں کو آسان بنادیا۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب المظاہری نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کی تالیف میں آپ نے جو سعی جمیل فرمائی ہے وہ قابل صد تحسین و ستائش ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

تاریخ تکمیل مسوّدہ

زہے مجموعہ ارشاد و حکمت
زہے گنجینہ رشد و ہدایت
فتاویٰ مفتی اعظمؒ کا ہے یہ
دلیلِ شارعِ خیر و سعادت
مکمل ہوگئی تبویب و تالیف
بحسنِ معنوی و حسن صورت
کوئی پوچھے اگر تاریخِ ہجری
تو کہہ دو (مصحف فقہ و شریعت)
۱۳۸۹ھ
جو سالِ عیسوی چاہو تو سن لو
مثیل مصحف فقہ و شریعت
۱۹۶۹ء
خدا یا شکر سے عاجز ہے واصف
نہیں ہے کچھ بجز فیضان رحمت